الصلوٰۃ والسلام علیک وعلیٰ آلک واصحابک سیدی یارسول اللہ

INTERNATIONAL

اپریل، مئی، جون 2006ء

تحفظِ مقامِ مُصطفیٰ کا نقیب
اور
نفاذِ نظامِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کا علمبردار

قیمت فی شمارہ	20 روپے
زرسالانہ	200 روپے
U.K	20 پاؤنڈ سالانہ
U.S.A	40 ڈالر سالانہ
عرب امارات	100 درہم سالانہ

حسنِ ترتیب

(پبلشر) محمد مسعود قادری (پرنٹر) سلیمان تیمور مقام اشاعت الجامعۃ الاشرفیۃ علی محمد کرمی گجرات

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ اہلسنت "الجامعۃ الاشرفیۃ علی محمد کرمی گجرات" فون: 053-3512935

Mob: 0333-8403147/0300-9629280 E-mail: monthlyahlesunnat@hotmail.com

سب پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

غش آگیا کلیم سے مشتاق دید کو
جلوہ بھی بے نیاز ہے اس بے نیاز کا

ہر شے سے ہیں عیاں مرے صانع کی صنعتیں
عالم سب آئینوں میں ہے آئینہ ساز کا

افلاک وارض سب ترے فرماں پذیر ہیں
حاکم ہے تو جہاں کے نشیب وفراز کا

اس بیکسی میں دل کو مرے ٹیک لگ گئی
شہرہ سنا جو رحمت بیکس نواز کا

تو بے حساب بخش کہ ہیں بیشمار جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہ حجاز کا

کیوں کر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسنؔ
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کارساز کا

مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

آہ کل عیش تو کئے ہم نے
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
منگتے تاجدار پھرتے ہیں

پھول کیا دیکھوں، میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ

اس وقت ماہنامہ ''اہلسنت '' کا خاص شمارہ ''سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا نمبر '' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمیں بے حد خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ قارئین سے کیا ہوا دیرینہ وعدہ پورا ہوا۔ ہم اپنے پروردگار کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے کہ اس نے ہمیں یہ سعادت بخشی اور ہمارا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔

یہ سب اُمِ حبیبِ خدا سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کے فیضانِ نظر اور رُوحانی تصرف کے سبب ممکن ہوا۔

سیّدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا سرکارِ دو عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کی والدہ ماجدہ ہیں۔ اس لحاظ سے تاریخ انسانی میں عظیم بلکہ عظیم ترین اور خوش نصیب ماں ہونے کا شرف رکھتی ہیں۔

لیکن افسوس صد افسوس!

کہ آپکی زندگی اور شخصیت کے حوالے سے تصنیف و تالیف کی دُنیا میں وہ کام نہیں کیا گیا جس کی آپ مستحق ہیں۔

ہم نے رضائے حبیبِ خدا صلّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے حصول کیلئے یہ معمولی سی کوشش کی ہے۔ اس خاص نمبر کی تیاری میں کن کن اور کس قدر مشکلات کا سامنا رہا میں ان کا ذکر اسلئے نہیں کروں گا کہ میں سمجھتا ہوں یہ سب ہمارے گناہوں کی بخشش اور نجات کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔

ایک بات جو میں آپ سے ضرور کرنا چاہوں گا وہ یہ کہ ہماری ناتجربہ کاری اور بشری کمزوریوں کے باعث اس خاص نمبر میں کئی خامیاں ہونگی۔ اُمید ہے کہ آپ اُن خامیوں کو ہماری انسانی کمزوریوں پر محمول کرتے ہوئے درگزر فرمائیں گے۔

ہمیں آپکی محبت و شفقت اور حوصلہ افزائی کی انتہائی ضرورت ہے۔ آخر میں جملہ معاونین کا کہ جنہوں نے کسی بھی طرح معاونت فرمائی، بے حد ممنون و مشکور ہوں۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

؎ گر قبول افتد زہے عزو شرف

والسلام مع الاکرام:

محمد جمیل اعظمی

محمد جمیل اعظمی

(ایڈیٹر)

درسِ قرآن

مفتی عبد السلام ھاشمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

ا: "وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ط"

"اور آپ سے دوزخیوں کے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔"

۲: "وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ط۔"

"اے محبوب! ربِّ قدوس آپکو سجدہ کرنیوالوں میں گردش کرتے دیکھ رہا ہے۔"

حیرت ہے ان لوگوں پر جو کلمہ گو ہونے کے باوجود جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ رسول خدا امام الانبیآء علیہ التحیۃ والثناء کے والدین کریمین طیبین طاہرین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کے ایمان میں نہ صرف شک کرتے ہیں بلکہ بالجزم ویقین ان پہ حکم کفر لگاتے ہیں، انکے دلائلِ ایمان سے یا تو یکسر اعراض کرلیتے ہیں یا انھیں کمزور اور روایات کو ضعیف قرار دیکر انکے عدمِ ایمان کو ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ نہ خدا سے شرم نہ نبی سے حیا اپنی نسلی، خاندانی اور گروہی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے کبھی تحریراً کبھی تقریراً اپنی قلبی غلاظت اور باطنی کدورت کو صفحہ قرطاس پر بکھیرتے ہیں۔ کبھی خوشگوار فضا کو متعفن کرتے ہیں اور کبھی پاکیزہ قلوب واذہان کو آلودہ وپراگندہ۔

پھر بزعم خویش اس عظیم خدمت اسلام پر دل ہی دل میں خوش ہوتے اور اپنے مخصوص ٹولے سے خوب خوب داد وصول کرتے ہیں میرے خیال میں یہ لوگ اپنی جبلت اور فطرت کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ غلاظت سے پیدا ہونے اور گندگی کے ڈھیر میں پلنے والے کیڑے کا باغ وبہار اور گلِ گلزار سے کیا تعلق، مردار کھانے والی گدھوں کو پاکیزہ غذا سے کیا علاقہ۔

ان لوگوں کی تربیت ہی کچھ اس انداز سے کی جاتی ہے کہ بے ادبیاں وگستاخیاں انکے ایمان کا جزوِلاینفک بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو مکروفریب اور جھوٹ جیسی قبیح صفات سے موصوف کئے بغیر انکے عقیدۂ توحید کی تکمیل نہیں ہوتی جب انبیاء کرام کی طرف رُخ کریں گے تو شتر بے مہار کی طرح انکی عزت وعظمت، شان اور رفعت کو پاؤں تلے روندتے گزر جائیں گے۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ سے لیکر نبی آخر الزمان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ تک کوئی بھی ہستی انہیں گناہوں سے مبرا ومنزہ نہ ملے گی۔ کبھی انکی سیرت وکردار پر انگشت زنی کرنا، کبھی انکی شان وعظمت میں تنقیص واستخفاف کرنا، کبھی انکے علم وعرفان میں لافیں مارنا انکا محبوب اور پسندیدہ مشغلہ ہے۔ اس کام کیلئے انکے لیل ونہار وقف، انکے قلوب واذہان وقف، انکے ذہن ولب وزبان وقف، انکی اہل واولاد وقف۔ انکے اقرباء وامجاد وقف انکا بچپن وقف تو لڑکپن بھی وقف جوانی وقف اور بڑھاپا، وقف کاروبار وقف بلکہ سروپا وقف۔ انکا جسم وجان وقف، دین وایمان وقف، انکے مسجد ومنبر ومحراب وقف۔ انکا مدرسہ، قلم وکتاب وقف۔ ہر صبح ایک نیا جذبہ ہر شام ایک نیا ولولہ، ہر روز ایک نئی جستجو۔ انکی ہر سوچ اُلٹی، ہر سعی منفی۔ کبھی اللہ والوں کے خلاف کلام اللہ سے دلیلیں تلاش کررہے ہوں گے کبھی سلیقے سے بتوں کی آیتیں انبیاء واولیاء پر چسپاں کررہے ہوں گے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ جو اللہ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں خلیل اللہ ہیں انکے والدگرامی کو مشرک بت پرست ثابت کرنے کیلئے بڑی جانفشانی سے اپنی علمی اور تحقیقی خدمات سرانجام

دیتے ہوئے اپنے انجام بد سے بے خبر، انہیں جہنم کے نچلے طبقے میں پہنچا کے دم لیتے ہیں، پھر تازہ دم ہو کے باعثِ تخلیق کائنات وجہِ رونقِ ہستی امام الانبیاء، شافعِ روزِ جزاء، فخر آدم، بنی آدم، نبیٔ مکرم، شفیعِ اُمم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی عزت وحرمت، شان وعظمت پر چاروں طرف سے حملہ آور ہو جائیں گے کبھی ذات عالیہ میں کیڑے نکالیں گے، تو کبھی صفاتِ کمالیہ میں عیب جوئی کریں گے۔ کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے علم کی نفی، کبھی اختیار کا انکار، کبھی دربارِ خداوندی سے سرزنش کا دعویٰ، کبھی عدم التفات کا اظہار۔ کبھی ربِّ مصطفیٰ سے شاکی، کبھی محبوب خدا سے بیزار۔ کبھی اپنے مومن وموحد ہونے کا ثبوت، والدین صاحب قرآن کے خلاف دعویٰ عدم ایمان سے دیتے ہیں۔ "یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا" کے مصداق بنے عدم ایمان کے دلائل، حدیث وقرآن سے دیتے ہیں۔ بہر حال "کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ." ہر کوئی زادِ راہ لئے سُوئے منزل رواں دواں ہے۔

تاریخ انسانیت میں وہ دن کتنا منحوس اور خدائے محبوب اور محبوبِ خدا کیلئے کتنا اذیت ناک ہوا ہو گا جس دن نجدی بھیڑیوں نے والدہ رسولِ خدا سیدہ، ساجدہ، طیبہ وطاہرہ، حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا مزار پُر انوار بڑی بے دردی کے ساتھ بلڈوز کر کے اُوپر کوڑا کرکٹ اور گندگی پھیلادی اور ایک بدباطن نجدی نے تو زیارت کرنیوالوں سے یہاں تک کہہ دیا کہ تم کس کافرہ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ) کی قبر پر حاضری دیتے ہو اور فاتحہ پڑھتے ہو سید محمد اخلاق صاحب کراچی والے اس واقعہ کے چشم دید اور گوش شنید گواہ ہیں۔

واقعہ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد علوی المالکی مکی اپنی کتاب "ذخائر محمدیہ" میں ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ابولہب کی بیٹی دُرّہ بعد از ہجرت مدینہ منورہ میں جب کلمہ پڑھ کر دینِ اسلام میں داخل ہو گئی کچھ عورتوں نے اتنا کہا یہ ابو لہب کافر کی بیٹی ہے جس کی مذمت میں قرآن کی سورۂ لہب نازل ہوئی تھی یہ سن کر دُرّہ نے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی بارگاہِ عالیہ میں شکایت کردی کہ عورتیں ایسے ایسے کہہ رہی ہیں، تو رسولِ اکرم نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا:

"اے لوگو! تم مجھے میرے خاندان کے حوالے سے کیوں ایذاء دیتے ہو۔"

کون نہیں جانتا، کہ ابولہب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کا بدترین دُشمن اور قطعی کافر تھا عورتوں کی گفتگو واقعہ کے مطابق سچی اور مبنی بر حقیقت تھی، لیکن درّہ کو اس گفتگو سے اَذیت پہنچی تو رسولِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے اس اَذیت کو خود اپنی ذات پر محسوس کیا اور فرمایا لوگو! میرے خاندان کے حوالے سے مجھے اَذیت نہ دو۔ پھر ذرا اندازہ کرو! آقا کریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامْ کو کتنی تکلیف ہوئی گی؟ قائل کے اُس قول ملعونہ سے اور نجدیوں کے اس عمل مطعونہ سے۔ وہ تو چچا تھا یہ والدین ہیں وہ قطعی ویقینی کافر۔ انکا ایمان منصوص اور شان مسلّم، اندازہ کرلیجئے کہ کس قدر اذیت ہوئی ہوگی امام الانبیاء عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے قلب نرم ونازک کو۔ ایذاء جب محبوب کو ہو تو محبّ تڑپے بغیر نہیں رہا کرتا محبّ نے پہلے ہی سے اعلان فرما رکھا ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا

"بے شک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو اَذیت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دُنیا اور آخرت میں ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کیلئے رسوا کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (القران)

مخالفین کے دلائل کا سرسری جائزہ

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے والدین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کے بارے میں کئی ایک اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ آپکے والدین کفر پہ زندہ رہے اور کفر پہ ہی انہیں موت آئی لہٰذا دائمی عذاب میں ہیں لیکن یہ قول عقلاً نقلاً مردود ہے دوسرا قول یہ ہے انکا خاتمہ تو کفر پر ہوا لیکن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی دُعا پر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کیا، کلمہ اسلام پڑھ کر ایمان لائے، اب مؤمن اور جنتی ہیں، تیسرا قول یہ ہے آپکے

والدین کریمین طیبین طاہرین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا زندگی میں اعلیٰ درجے کے مؤمن اور موحّد تھے، ایمان ہی پہ انکا خاتمہ ہوا، شرفِ صحابیت عطافرمانے کیلئے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی دُعا پر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ فرمایا۔ حضور کا کلمہ پڑھ کر دینِ اسلام میں داخل ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے رُوح مبارک قبض فرمالی۔ یہی قول صحیح اور کثیر التعداد علماء کرام کا مختار ہے۔

جو لوگ انکے کفر وعذاب کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں:

"اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ."

"بیشک ہم نے آپکو حق کیساتھ بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا اور آپ سے دوزخیوں کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔" ("البقرۃ": ۲، ۱۱۹)

بعض مفسرین کرام نے اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے ایک دن فرمایا! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین کیساتھ کیا ہوا؟ تو یہ آیت کریمہ "وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِیْمِ" نازل ہوئی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے والدین جہنمی ہیں۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ شانِ نزول صحیح نہیں، جیسا کہ امام ابن کثیر دمشقی اسی آیت مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں کہ ابن جریر نے اگرچہ یہی شان نزول بیان کیا لیکن "قَدْ تَکَلَّمُوْا فِیْہِ" مفسرین کرام نے اس میں کلام کیا ہے کہ یہ شانِ نزول دُرست نہیں "حضرت امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اگرچہ بعض مفسرین نے اس آیت کا یہی شان نزول بیان کیا لیکن ......

"فَلَیْسَ بِمَرْضِیٍّ عِنْدِیْ وَلَیْسَ بِقَوِیٍّ."

"میرے نزدیک نہ تو یہ پسندیدہ ہے اور نہ ہی یہ شان نزول قوی ہے۔" ("تفسیر مظہری": زیر آیت بالا)

آگے چل کے لکھتے ہیں:

"وَقَدْ صَحَّ عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ اَنَّہٗ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی بُعِثْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ. وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ مَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَیْنِ اِلَّا جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِیْ خَیْرِھِمَا فَاُخْرِجْتُ مِنْ بَیْنِ اَبَوَیَّ وَلَمْ یُصِبْنِیْ شَیْءٌ مِّنْ عَھْدِ الْجَاھِلِیَّۃِ خُرِجْتُ مِنْ نِکَاحٍ لَمْ اُخْرَجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ حَتّٰی انْتَھَیْتُ اِلٰی اَبِیْ وَاُمِّیْ فَاَنَا خَیْرُکُمْ نَفْسًا وَّ خَیْرُکُمْ اَبًا."

ا: "حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ سے صحیح الاسناد روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا مجھے یکے بعد دیگرے بنی آدم کے بہترین وافضل قرن میں مبعوث کیا جاتا رہا یہاں تک کہ میں اِس موجودہ قرن میں پیدا ہوا۔

۲: نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا جب بھی لوگ دو گروہوں میں بٹے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین گروہ میں رکھا یہاں تک کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز مجھ تک نہ پہنچی، میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ سے اپنے والد گرامی اور والدہ محترمہ تک ہمیشہ نکاح کے ذریعے منتقل ہوتا رہا نہ کہ زنا کے ذریعے۔ لہٰذا میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی تم سب سے بہتر ہوں اور آباؤ اجداد کے لحاظ سے بھی۔" ("تفسیر مظہری": سورۃبقرۃ: ۲، زیر آیت: ۱۱۹)

ان روایات میں اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے تمام آباؤ اجداد از حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ تا حضرت عبد اللہ اور تمام اُمہات از حضرت حوا تا حضرت آمنہ سَلَامُ اللّٰہِ اَجْمَعِیْن تک سارے کے سارے اعلیٰ درجے کے مؤمن، نیک خصلت، اعلیٰ کردار اور پاکیزہ صفات کے حامل تھے۔ چونکہ "قرون، قرن" کی جمع ہے جس کا معنی زمانہ بھی ہے اور گروہ یا جماعت بھی۔ دونوں معانی اپنی اپنی جگہ دُرست ہیں، لیکن گروہ یا جماعت مراد لینا زیادہ واضح اور قرین قیاس ہے۔

برتقدیر ثانی مفہوم یہ ہوگا، کہ میرا نُور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ سے لیکر حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تک اور حضرت حوا سے لیکر حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا تک ہمیشہ ان لوگوں کی جماعت میں منتقل ہوتا رہا جو کردار و تقویٰ کے لحاظ سے زمانہ بھر میں ممتاز رہے اور سب سے بہتر رہے،

انکے ایمان واعتقاد میں کبھی کمی واقع ہوئی نہ کردار پہ کبھی دھبہ لگا۔ اس مفہوم کی تائید اس فرمانِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وآلِہٖ وسلَّم سے بخوبی ہوتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

"لَمْ اَزَلْ اُنْقَلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ."

"میں ہمیشہ پاک باپوں کی پشتوں سے پاک ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔" ("سیرت حلبی": ص: ۳۲)

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وآلِہٖ وسلَّم کے جملہ آباء واُمہات ہر دور اور ہر زمانے میں ہمیشہ "طاہر" یعنی پاکیزہ رہے اور طاہر ہمیشہ مومن ہی ہو سکتا ہے کافر یا مشرک کبھی طاہر نہیں ہوتا وہ نجس وناپاک ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ."

"مشرکین یقیناً ناپاک ہوتے ہیں۔" (القرآن)

اگر آپکے والدین کو کافر ومشرک یا دوزخی مانا جائے تو ان روایات کا انکار لازم آتا ہے۔ درحقیقت اس آیت کا شانِ نزول ومفہوم وہ نہیں جو بعض لوگوں نے سمجھ لیا، بلکہ اسکا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اے محبوب! آپ بشیر ونذیر ہیں، آپکی ذمہ داری صرف تبلیغ کرنا ہے ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وآلِہٖ وسلَّم سے یہ نہیں پوچھیں گے، فلاں شخص نے کفر کیوں کیا فلاں فلاں مسلمان کیوں نہ ہوا؟ جیسا کہ امام ابن کثیر ابن جریر کے حوالے سے آیت مذکورہ یعنی "لَاتُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ" کے تحت لکھتے ہیں۔ کہ اسکا مطلب ہے:

"لَا نَسْئَلُكَ عَنْ كُفْرِ مَنْ كَفَرَ بِكَ."

"اے محبوب! جس نے بھی آپکے ساتھ کفر کیا ہم اسکے کفر کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھیں گے۔"

("تفسیر ابن کثیر": تحت آیت بالا ۱/۲۵۰)

۲: جو لوگ والدین مصطفیٰ کے ایمان کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے دعویٰ کی تائید وتصدیق میں زیادہ تر یہ دو روایتیں پیش کرتے ہیں۔

(ا) پہلی حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہُ ہیں، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وآلِہٖ وسلَّم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی، خود بھی روئے دوسروں کو بھی رلادیا اور فرمانے لگے:

"اِسْتَاذَنْتُ رَبِّيْ فِيْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ وَاسْتَاذَنْتُهُ فِيْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاُذِنَ لِيْ."

("مشکوۃ شریف": باب زیارۃ القبور، الفصل الاول، ص: ۱۵۴)

دوسری حدیث کے راوی حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہُ فرماتے ہیں:

"اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ اَبِيْ قَالَ فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا قَفٰى دَعَاهُ فَقَالَ اِنَّ اَبِيْ وَاَبَاكَ فِي النَّارِ."

"ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وآلِہٖ وسلَّم میرا باپ کہاں ہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وآلِہٖ وسلَّم نے فرمایا آگ میں (جہنم میں) پھر جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وآلِہٖ وسلَّم نے فرمایا میرا اَبْ اور تیرا اَبْ آگ میں ہیں۔"

وہ لوگ پہلی روایت سے والدہ محترمہ کے کفر پر اور دوسری روایت سے والد ماجد کے کفر اور جہنمی ہونے پر استدلال کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ والدہ کیلئے استغفار کی اجازت نہ ملنا انکے کفر کی دلیل ہے، کیونکہ کافر کیلئے استغفار کرنا منع ہے ہم کہتے ہیں ہم نے مانا کہ کافر کیلئے استغفار کرنا منع ہے، لیکن یہ بتاؤ کہ کافر کی قبر پہ زیارت کی نیت سے حاضری دینا کہاں جائز لکھا ہے۔ وہ بھی تو منع ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ."

"ان میں سے کسی کی قبر پہ کھڑے نہ ہونا یہ تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وآلِہٖ وسلَّم کیساتھ کفر کرتے رہے اور فاسق ہی مرے۔"

اگر کفر کی وجہ سے استغفار سے منع کیا جاتا تو قبر پر حاضری سے بھی روک دیا جاتا، جب قبر پر حاضری اور زیارت سے نہ روکا گیا، تو ثابت ہوا کہ استغفار سے روکنے کی وجہ کفر نہیں۔ بلکہ کوئی اور ہے۔ اور وہ وجہ اہلِ دل سے پوچھو تو یوں کہیں گے۔ وہ وجہ حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہَا کی عظمت وطہارت اور پاکیزہ کردار کو بیان کرنا تھا اگر گناہگار ہوتیں تو استغفار کی اجازت دے دی جاتی، استغفار سے منع کرکے بتادیا استغفار ہوتا ہے گناہگار کیلئے جبکہ حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہَا تو مومنہ تھیں موحدہ تھیں، طیبہ تھیں، طاہرہ تھیں، کفر تو رہا درکنار گناہوں کی غلاظت اور آلودگی سے بھی انکا دامن مبرا و منزہ رہا۔ دوسری وجہ اور حکمت یہ بھی تھی کہ اگر والدہ محترمہ کیلئے آپکو استغفار کی اجازت دے دی جاتی، تو کئی ضعیف الاعتقاد لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے آپکے صاف ستھرے اور پاکیزہ کردار کو شک کی نگاہ سے دیکھتے، آپکی طہارت پر انگشت زنی کرتے کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہَا مومنہ تو تھیں لیکن زمانۂ جاہلیت کا بگڑا ہوا معاشرہ اور خراب ماحول آپ پہ ضرور اثرانداز ہوا جس کی تلافی اور بخشش حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے استغفار کی وجہ سے ہوئی۔ تو استغفار سے روک کر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپکا مومنہ اور موحدہ ہونا ثابت کیا بلکہ حقیقی معنٰی میں طاہرہ اور گناہوں سے پاک ہونا بھی ثابت کردیا۔ تیسری وجہ یہ بھی تھی کہ اپنے اور پرائے کی تمیز ہو جائے کہ استغفار سے ممانعت کی بنیاد پر کس کا ایمان تنقیص پہ تکمیل کرلے گا۔ کس کا ایمان تعظیم کو اپنائے گا، کون ممانعت کی بنیاد پر اَبوین مصطفٰی کی عظمت و طہارت کے خطبے پڑھیگا۔ اور کون محبوب خدا کو اَذیت پہنچا کے "لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَاوَ الْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًامُّهِیْنًا." کا مصداق بن کر دینا اور آخرت میں ملعون قرار پائیگا۔

رہی دوسری روایت تو اگر چہ اسکے الفاظ تو واضح ہیں لیکن مراد واضح نہیں "اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ" تیرا "اَبُ" اور میرا "اَبُ" دونوں جہنم میں ہیں اس سے انکار نہیں دونوں کے "اَبُ" دوزخ میں ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ "اَبُ" سے مراد کیا ہے، کیا اہل عرب صرف باپ کو ہی "اَبُ" کہتے ہیں یا باپ کے علاوہ کسی اور کو "اَبُ" کہا جاتا ہے تو تھوڑا سا علم رکھنے والوں پر یہ بات ظاہر ہے کہ لغت عرب لفظ "اَبُ" جیسے باپ پر بولا جاتا ہے ایسے ہی چچا پر بھی بولا جاتا ہے قرآن مجید میں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَامُ کو حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَامُ کا "اَبُ" کہا گیا ہے جیسا کہ حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَامُ کو آپکا "اَبُ" کہا گیا حالانکہ سبھی جانتے ہیں کہ حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَامُ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَامُ کے باپ تھے لیکن اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَامُ تو چچا تھے۔ تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے اس آدمی کی دلجوئی کیلئے یہ کہا:

"اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّار."

"تیرا باپ اور میرا چچا دونوں جہنم میں ہیں۔"

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے "اَبِیْ" بول کر اپنا چچا مراد لیا۔ جبکہ اس لفظ سے اس آدمی کو پوری پوری دلجوئی ہو گئی یوں سانپ بھی مرگیا اور لاٹھی بھی بچ گئی۔

فقہی قاعدہ سے ردّ

بفرض محال والدین مصطفٰی کے ایمان پر کوئی اور دلیل نہ بھی ہوتی تو بھی اس آیت "لَاتُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ." سے انکا کفر ثابت ہو سکتا ہے اور نہ ہی مذکورہ بالا روایات سے۔ البتہ ضعیف الایمان اور ناقص العقیدہ لوگوں کے ذہنوں میں زیادہ سے زیادہ احتمال پیدا ہو سکتا تھا۔ جبکہ فقہی قاعدہ ہے:

"اِذَاجَآءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْ لَالُ."

"(جب دلیل میں) احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔"

خیال رہے کہ ان روایات سے زیادہ سے زیادہ عدم ایمان پر ایک خفیف سا احتمال پیدا ہو سکتا تھا بشرطیکہ انکے ایمان پر دلائل نہ ہوتے لیکن چونکہ انکے مقابلے میں ٹھوس اور قوی دلائل موجود ہیں جو انکے ایمان کو یقیناً و جزماً ثابت کرتے ہیں

لہٰذا کفر کا جو خفیف سا احتمال پیدا ہونے کا خدشہ تھا ان پُر زور دلائل کی موجودگی میں یکسر ختم ہوکر وجود ایمان کا پہلو متعین ہوگیا اگرچہ اس ضمن میں عقلی و نقلی دلائل بے شمار ہیں لیکن اس مختصر تحریر میں سب کی گنجائش نہیں البتہ بطور تبرک ان میں سے چند ایک ملاحظہ ہوں۔

اہل محبت کی دلیل

اہل محبت سے پوچھو، اہل عقیدت کو آزما کر دیکھو، غلامان محمد صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ سے سوال کرو تو خدا کی قسم یہی جواب دیں گے، روایات اپنی جگہ مُسلّم دلائل اپنی جگہ مُصَدَّق، قرائن اپنی جگہ معتبر لیکن ہم انکا سہارا لئے بغیر والدین مصطفیٰ کو اعلیٰ درجے کا مؤمن و موحّد اور قطعی جنتی مانتے ہیں۔ دوسروں کو دکھانے کیلئے کئی ایک دلیلیں ہیں اپنے لئے بس ایک ہی دلیل کافی ہے جس کے ہوتے ہوئے اپنے نظریہ کے اظہار کیلئے ہمیں نہ تو کوئی تردّد ہے اور نہ ہچکچاہٹ۔ وہ دلیل ہے کہ معاملہ زید و عمرو کے والدین کا ہوتا تو تردّد ہوتا لیکن یہ معاملہ حبیبِ کبریاء محبوبِ خدا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کے والدین کا ہے۔ اسی لئے وجہِ تخلیق کائنات کے والدین ہونا ہی ہمارے نزدیک انکے ایمان کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ سلسلۂ نبوت پہ نگاہ دوڑاؤ، انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَامُ کے شجرہ ہائے نسب کا مطالعہ کرو، کسی نبی کے والدین کافر نہ ملیں گے۔ ایک ایک نبی کے بارے میں معلومات حاصل کرو، حاشا و کلا ہرگز کوئی ثابت نہ کرسکے گا کہ کسی نبی کا باپ کافر ہوا ہو، یا ماں کافرہ ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ہر پیغمبر کو اس عیب سے محفوظ رکھا۔ اگرچہ بعض لوگ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَامُ کے والدگرامی کے بارے میں زبانِ طعن دراز کرتے ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ یہ فقط انکے تعصب، تنگ نظری اور کم علمی کا ثمرہ ہے۔ حقیقت کیساتھ اسکا کوئی تعلق نہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے جس عیب سے اللہ تعالیٰ نے ایک ایک نبی کو محفوظ رکھا ہو، اپنے محبوب کو اسی میں مبتلا کر دیا ہو۔

کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دیگر انبیاء کرام عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اپنے والدین کیساتھ جنت کے بالا خانوں میں خوش و خرم ہوں اور وہ نبی کہ جن کی وجہ سے ہر نبی کو نبوت ملی، ہر رسول کو شریعت ملی، مومن کو جنت ملی، انکے والدین جنت سے محروم ہوکر جہنم کا ایندھن بنیں۔ وہ نبی کہ جس کی رضا کا خود خدا طالب ہوکر یوں وعدے کر رہا ہے۔

"وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى."

"اے محبوب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ آپکا ربّ آپکو اتنا عطا کریگا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔"

("القرآن": سورة الضحیٰ)

اور آپ اپنی اُمت سے تو یہ وعدے کر رہے ہیں کہ میری اُمت کا آخری مومن جب تک جنت میں نہیں چلا جاتا، میں ربّ سے راضی ہی نہ ہوں گا، ارے وہ غم خوار نبی جو اپنے آخری اُمتی کے جنت میں داخل ہونے تک ربّ سے راضی ہی نہ ہوں گے اپنے والدین کے جہنم میں چلے جانے اور وہاں رہنے پہ راضی ہو جائیں گے؟ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

قرآن مجید سے دلیل اور اسکے تحت اقوالِ مفسرین

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ."

"اے محبوب! ربِ قدوس آپکو سجدہ کرنے میں گردش کرتے دیکھ رہا ہے۔" (القرآن)

اس آیت کریمہ سے بے شمار علماء و مفسرین کرام نے استدلال کرتے ہوئے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کے جملہ آباء و اُمہات کا مومن ہونا ثابت کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی البغدادی عَلَیْهِ الرَّحْمَة اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"ابو نعیم نے سیدنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے "تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ" کی تفسیر یہ کی ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے، یہاں تک کہ آپکی والدۂ ماجدہ نے آپکو جنم دیا، اس معنیٰ میں "اَلسَّاجِدِيْن" سے مومنین مراد لیا جاتا ہے۔

"وَاسْتُدِلَّ بِاٰيَةٍ عَلٰى اِيْمَانِ اَبَوَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ كَمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ كَثِيْرٌ مِّنْ اَجِلَّةِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَاَنَا اَخْشَى الْكُفْرَ عَلٰى مَنْ يَّقُوْلُ عَنْهُمَارَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا."

"اس آیت سے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کے والدین کے ایمان دار ہونے پر دلیل پکڑی گئی ہے جیسا کہ اہل سنت و جماعت کے کثیر التعداد علماء کرام کا مذہب ہے اور میں اس شخص کے کفر کا خوف کرتا ہوں جو آپکے والدین کریمین رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا کے بارے میں اسکے خلاف عقیدہ رکھتا ہو۔"

("تفسیر روح المعانی الجزء التاسع عشر": جلد: ۱۰/۱۳۷، ۱۳۸، تحت آیت مذکورہ)

صاحب تفسیر جمل اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"اَیْ یَرٰکَ مُتَقَلِّبًا فِیْ اَصْلَابِ وَ اَرْحَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ وَحَوَّآءَ اِلٰی عَبْدِاللّٰهِ وَاٰمِنَةَ جَمِیْعُ اُصُوْلِهٖ رِجَالًا وَّ نِسَآءً مُؤْمِنُوْنَ."

"یعنی اللہ تعالیٰ آپکو حضرت آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ سے حضرت عبداللہ تک اور حضرت حواء سے حضرت آمنہ تک مومن مردوں کی صلبوں سے مومن عورتوں کے ارحام میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا دیکھتا رہا آپکے تمام اصول آباؤاجداد اور اُمہات مومن تھے۔"

("تفسیر جمل تحت": ایت مذکورہ: ۲۹۲/۳)

قرآن کریم کی متعدد آیات ایسی ہیں جن سے صراحۃً یا اشارۃً والدین مصطفیٰ کا ایمان اور انکی شان و عظمت ظاہر ہوتی ہے لیکن طوالت کے خوف سے انھیں ترک کرتا ہوں۔

قبور سے استدلال

والدین مصطفیٰ کی قبور کا باقی رہنا بھی انکے مومن ہونے کی دلیل ہے۔

آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کے والدگرامی آپ کی آمد سے پہلے ہی دنیا سے کوچ کر گئے اور والدہ محترمہ بھی بچپن ہی میں آپکو داغ مفارقت دے گئیں حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ کی قبر مبارک شہر مدینہ میں مسجد نبوی شریف کے قریب تھی، جبکہ حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا کی قبر مبارک ابواء کے مقام پر تھی۔ حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کے اعلان نبوت کے بعد ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے حضرت علی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ کو حکم دیا کہ مشرکین کی قبریں چن چن کرملیامیٹ کردیں۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے حکم کی تعمیل کی اگر آپکے والدین بھی مشرک ہوتے تو لامحالہ انکی قبروں کو بھی منہدم کردیا جاتا، لیکن دُنیا جانتی ہے کہ بڑے اہتمام سے انکی حفاظت کی گئی۔ مسلمان حضور کی اتباع میں ان قبور کی زیارت کرتے رہے۔ ماضی قریب تک ان قبور کا باقی رہنا بھی انکے ایمان کی دلیل ہے، **1978**ء کا واقعہ ہے کہ مسجد نبوی کے باب السلام کے سامنے جب ایک وسیع وعریض بر آمدہ بنانے کی غرض سے چند دیگر صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ کی قبور کیساتھ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کے والدگرامی کی قبر کو بھی کھودا گیا توسب کے جسم صحیح سلامت نکلے، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ کا جسم مبارک بھی بالکل تروتازہ تھا، داڑھی مبارک پر غسل کے قطرے اس وقت بھی موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ یہ واقعہ نہ صرف آپکے ایمان کی دلیل ہے بلکہ اعلیٰ درجے کا پرہیز گار و متقی اور نیک سیرت ہونے پر بھی دلیل ہے۔ کیونکہ عام مومنین کے اجسام جلد یا بدیر ختم ہو جایا کرتے ہیں، لیکن مقبولانِ بارگاہ کے اجسام برس ہا برس گزرنے کے باوجود بھی سلامت وتروتازہ رہتے ہیں۔

مزید سنیے اور سر دُھنیے

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا نے بوقت وصال جو اشعار کہے وہ نہ صرف آپکے مومنہ موحدہ ہونے پر منہ بولتا ثبوت ہیں، بلکہ ان سے آپکی معرفت ربّانی اور قلبی بصیرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ بڑے بڑے مفسرین کرام اور سیرت نگاروں نے ان اشعار کو اپنی اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔ ان میں سے چند ایک ہدیۂ قارئین کرتا ہوں، پڑھئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔ چھ برس کی عمر میں اپنے لخت جگر نور نظر صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کو اپنے سرہانے آنسو بہاتا دیکھ کر فرمانے لگیں:

اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی الْمَنَامِ
فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ
تُبْعَثُ فِی الْحِلِّ وَالْحَرَامِ
تُبْعَثُ فِی التَّحْقِیْقِ وَالْاِسْلَامِ
دِیْنُ اَبِیْکَ الْبَرِّ اِبْرَاهَامِ
فَاللّٰهُ اَنْهَاکَ عَنِ الْاَصْنَامِ

(مواہب لدینہ، زرقانی)

''اے لختِ جگر جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے اگر وہ سچ ہے تو تمہیں ساری خدائی کی طرف رسول بنا کر بھیجا جائے گا، حل وحرم، عرب و عجم ساری دُنیا کے آپ نبی ہوں گے، حق کو ثابت کرنے اور اسلام کی طرف بلانے کیلئے آپ کو بھیجا جائے گا۔ اے میرے لختِ جگر! تمہیں حضرت ابراہیم کے دین کیساتھ مبعوث کیا جائے گا، جس کی بنیاد نیکی پر ہے یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں بتوں کی پرستش سے بچائے گا۔''

ان اشعار سے حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی فراستِ رُوحانی اور بصیرتِ قلبی کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بتوں سے متنفر اور عقیدہ توحید پر سختی سے قائم تھیں، بلکہ اپنے لختِ جگر، نورِ نظر، نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر پیشگی ایمان لا چکی تھیں، زمانہ فترت میں ہونے کی وجہ سے انکی نجات کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔ اس مختصر بحث سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ مصطفیٰ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے والدین کریمین، طیبین، طاہرین، سعیدین، منیرین، سیدنا عبداللہ وسیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے نہایت پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی بسر کی۔ شرک سے بیزار، گناہوں سے دُور عقیدۂ توحید پر سختی سے قائم رہے اور ایمان ہی پہ آپکا وصال ہوا۔

والدین مصطفیٰ کا آپکی دُعا پہ زندہ کیا جانا

باوجودیکہ آپ حضرات مومن تھے، ایمان پہ انکا وصال ہوا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم، شفیع معظم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت افزائی کیلئے آپکے والدین کو مرتبہ صحابیت عطا فرمانے کیلئے زندہ فرمایا، حضور کا کلمہ پڑھ کر دین اسلام میں داخل ہوئے، پھر اَرواحِ مبارکہ قبض فرمالی گئیں۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث و تفسیر اور فقہائے کرام نے اس واقعہ کو وضاحت کیساتھ بیان فرمایا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ:

''اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سَاَلَ رَبَّهٗ اَنْ یُّحْیِیَ اَبَوَیْهِ فَاَحْیَا هُمَا لَهٗ فَاٰمَنَا بِهٖ ثُمَّ اَمَاتَهُمَا۔''

''بیشک رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے ربّ سے سوال کیا کہ وہ انکے والدین کریمین کو زندہ فرمائے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی استدعا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا۔ تو دونوں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے پھر اللہ تعالیٰ نے انکی ارواح مبارکہ قبض فرمالیں۔''

("زرقانی علی المواہب": ۱/۱۶۸)

امام ابن حجر عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

''اِنَّ الْحَدِیْثَ غَیْرُ ضَعِیْفٍ بَلْ صَحَّحَهٗ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ۔''

''یہ حدیث پاک ضعیف نہیں ہے بلکہ بہت سارے حفاظ حدیث نے اسے صحیح کہا ہے۔''

("حجة الله علی العلمین": ص: ۴۱۲)

والدین کریمین کا زندہ ہونا بعید از قیاس بھی نہیں اگر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کی دُعا پر مردے زندہ کر سکتا ہے تو اپنے پیارے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی خاطر آپکے پیارے والدین کو کیوں زندہ نہیں کر سکتا؟ یہ تو چند دلائل ہیں وگرنہ اس مسئلہ پر قرآن مجید کی متعدد آیات بیسیوں احادیث مبارکہ اور کثیر التعداد میں علمائے کرام کے اقوال پیش کئے جاسکتے ہیں سعادت مندوں کیلئے اپنی منزل متعین کرنے کو ایک دلیل بھی بڑی ہے اور بد بخت کیلئے دفتروں کے دفتر بھی نا کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کے ذریعے زنگ آلود دلوں کو جلا بخشے اور میرے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔

۞ ۞ ۞

موقر جریدہ ہے یہ اہل سنت
شریعت کا شارح اخوت کی دعوت

مضامین ہر ماہ لاتا ہے عمدہ
کہ پاتا ہے ایمان جن سے طراوت

ببانگ دہل بات کرتا ہے حق کی
دکھاتا ہے ہر اک کو راہ ہدایت

نگہبان ہے فکر احمد رضا کا
اسے ہر مجلّہ پہ حاصل ہے سبقت

ہے کیا خوب اس کا خصوصی نمبر
نمیقۂ عرفاں حدیقۂ حکمت

یہ منسوب ہے سیدہ آمنہ سے
ملی ان کے تذکار سے اس کو زینت

رسول خدا کی وہ ذی شان مادر
عطا کی خدا نے جنہیں عز و حرمت

وہ خاتون عالی نسب پاک باطن
منزّہ خصائل خجستہ جبلت

ہے مدفن بھی ان کا خدا کی نشانی
جہاں پر برستے ہیں انوار رحمت

نہیں احترام ان کا کرتا جو دل سے
مقدر میں اس کے لکھی ہے رذالت

رہے گا جہاں میں سدا وہ پریشاں
اٹھائے گا محشر میں بھی وہ ذلت
ٹھکانا جہنم میں اپنا وہ سمجھے
نہ پائے گا ہرگز وہ خوشبوئے جنت

مرقع ہے یہ علم ودانش کا نادر
ہراک لفظ میں ہے نرالی ہی نکہت

ہیں اعلیٰ مدیر اس کے مسعود صاحب
سراپا متانت مجسم ذہانت

مبارک کے لائق جمیل اعظمی ہیں
ملی ان کو کتنی بڑی یہ سعادت

سجایا ہے کیا خوب گلزار یکتا
ہوں گے مستفید اس سے اہل عقیدت

ہے بروقت یہ ان کی محمود کاوش
زمانے کو تھی بے حد اس کی ضرورت

سبھی کارکن اور مشیر معاون
رہے ان کا جذبہ خدایا سلامت
کہی اس کی تاریخ فیض الامین نے
"ہے یہ نافع عصر چمن فضیلت"

صاحبزادہ محمد فیض الامین فاروقی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ط

"حَدَّثَنَا اَبُوبَکْرِ بْنُ اَبِی شَیْبَۃَ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ کَیْسَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ زَارَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّہٖ فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَہٗ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَلَھَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُہٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَقَبْرَھَا فَاُذِنَ لِیْ فَزُوْرُوْاالْقُبُوْرَفَاِنَّھَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ."

"حضرت امام مسلم بن حجاج قشیری رَحمۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اپنی سند کیساتھ سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی والدہ محترمہ کی قبر انور کی زیارت کو گئے تو وہاں جا کے خود بھی روئے اور اپنے اِرد گرد کے لوگوں کو بھی رُلایا، پھر فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ کے استغفار کیلئے اپنے ربّ سے اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی پھر میں نے انکی قبر کی زیارت کرنے کے بارے میں اس سے اجازت طلب کی تو مجھے اجازت دیدی گئی پس اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کہ یہ موت کی یاددلاتی ہیں۔"

("مسلم شریف": "کتاب الجنائز"، ص :۳۱۴، جلد : ۱، ناشرنور محمد، اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی)

شرح حدیث:

پیش نظر حدیث پاک میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"میں نے اپنی والدہ کے استغفار کیلئے اپنے ربّ سے اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی" اسی بناء پہ لوگوں نے حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا کفر ثابت کیا ہے کہ اگر وہ مسلمان ہوتیں تو ان کیلئے استغفار کی اجازت ضرور دی جاتی، چنانچہ ان کیلئے استغفار کی اجازت نہ ملنا انکے کفر پہ دلیل ہے کیونکہ کافر کے علاوہ کسی اور کیلئے استغفار کی ممانعت نہیں ہے۔

اسکے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث پاک میں کوئی ایک بھی ایسا صریح لفظ موجود نہیں جس سے حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا کفر ثابت ہورہا ہو بلکہ وہ مومنہ وموحدہ تھیں اسی لئے تو آپکو انکی قبر کی زیارت کی اجازت دیدی گئی۔ چنانچہ اگر وہ معاذ اللہ! کافرہ ومشرکہ ہوتیں تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کو انکی قبر کی زیارت کی بھی اجازت نہ ملتی، کیونکہ کافر کی قبر پہ کھڑے ہونے کی ممانعت صراحۃً قرآن میں وارد ہوئی ہے جیسا کہ فرمایا:

"وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ط اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ."

''اور نہ اسکی قبر پہ کھڑے ہوں کیونکہ انہوں نے اللہ عزّ وجل اور اسکے رسول کیساتھ کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مر گئے۔ ("التوبہ" : ۸۴)

علمائے اسلام نے استغفار سے روکے جانے کی وجوہات بھی بیان فرمائی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱: یہ کہ اگر غیر معصوم شخص کیلئے بخشش و مغفرت کی دُعا مانگی جائے تو اسکے حوالے سے کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ یہ شخص فی الواقع گہنگار ہے جبھی تو اس کیلئے استغفار کی گئی ہے۔ تو حضور نبی کریم صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کو حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا کیلئے استغفار کی اجازت اسلئے نہ دی گئی کہ کہیں لوگ یہ گمان نہ کریں کہ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا گہنگار تھیں۔

۲: اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرّحمۃ ''التعظیم والمنۃ ،ص: ۲۱۔۲۰'' میں رقم طراز ہیں کہ آپ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کی والدہ کیلئے استغفار کی اجازت نہیں دی گئی تھی اس سے انکا کفر لازم نہیں آتا اسکی نظیر یہ ہے کہ پہلے جو مسلمان مقروض مر جاتا تھا آپ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم اسکی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے کیونکہ آپکے استغفار کا تقاضہ یہ ہے کہ اسکی فی الفور مغفرت ہو جائے اور مقروض کی اس وقت تک مغفرت نہیں ہوتی جب تک اسکا قرض ادا نہ کر دیا جائے، اسی طرح آپ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کی والدہ کو بھی برزخ میں جنت سے روک لیا گیا تھا ،اسکی وجہ کفر کے علاوہ دوسرے امور تھے اس وجہ سے پہلے آپکو ان کیلئے استغفار کی اجازت نہیں تھی حتی کہ بعد میں آپکو استغفار کی اجازت دیدی۔

حضرت آمنہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا کے ایمان پہ دلائل

دلیل نمبر ۱:

علامہ محمود آلوسی علیہ الرّحمہ نے ''اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ. وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ. شعراء:۲۱۸،۲۱۹) کی ایک تفسیر یہ بیان کی ہے کہ حضور صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم ہمیشہ صاحب ایمان لوگوں کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور ''وَاسْتَدِلَّ بِالْاٰیَةِ عَلٰی اِیْمَانِ اَبَوَیْهِ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کَمَا ذَهَبَ اِلَیْهِ کَثِیْرٌ مِّنْ اَجِلَّةِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَاَنَا اَخْشٰی الْکُفْرَ عَلٰی مَنْ یَّقُوْلُ فِیْهِمَا رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ عَلِیِّ ن الْقَارِیْ وَاَضْرَابِهٖ بِضِدِّ ذَالِکَ۔''

''اور آیت مقدسہ سے نبی صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کے والدین طیبین کے صاحب ایمان ہونے پہ استدلال کیا گیا ہے اور بہ کثرت اجلہ اہلسنت کا مذہب و موقف یہی ہے اور مجھے ایسے شخص پہ کفر کا خوف ہے جو والدین مصطفٰی صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کو کافر کہتا ہے، ملا علی قاری اور انکے ہم خیال لوگوں کی ناک خاک میں لتھیڑتے ہوئے۔ لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ یہ آیت اس مطلب و مذہب پہ دلیل قطعی ہے۔''

("روح المعانی" :(تفسیر قولہ تعالٰی الذی یراك حین تقوم ...الایة ،ص: ۱۳۷۔۱۳۸ ،جلد ۱۹، طبع مکتبہ رشیدیہ لاہور)

دلیل نمبر ۲:

''حَدَّثَنِیْ الْمُثَنّٰی قَالَ ثَنَا اَبُوْ حُذَیْفَةَ قَالَ ثَنَا شِبْلٌ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ وَ اِذْقَالَ اِبْرَاهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًاوَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَالْاَصْنَامَ قَالَ فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِاِبْرَاهِیْمَ دَعْوَتَهٗ فِیْ وُلْدِهٖ قَالَ فَلَمْ یَعْبُدْ اَحَدٌ مِّنْ وُلْدِهٖ صَنَمًا بَعْدَ دَعْوَتِهٖ ......قَالَ وَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهٗ وَجَعَلَ هٰذَالْبَلَدَ اٰمِنًا۔''

''امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کیساتھ حضرت مجاہد رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے ''وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا...... الاٰیة.'' کی تفسیر کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد کے متعلق انکی دُعا کو قبول فرمایا اور فرمایا کہ انکی اولاد میں کسی بھی شخص نے اس دُعا کے بعد بت پرستی نہیں کی اور اللہ تعالٰی نے انکی اس دُعا کو قبول فرما کر اس شہر کو امن والا شہر بنایا۔''

("جامع البیان فی تفسیر القرآن":ص: ۱۵۱ ،جلد : ۷.

طبع دار المعرفة بیروت لبنان)

دلیل نمبر ۳:

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَیْمَانَ الْهَاشِمِیُّ قَالَ ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِیْدِ الْمُرُوْزِیُّ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ثَنَا مُوْسٰی اِبْنُ عِیْسٰی قَالَ ثَنَا یَزِیْدُ اِبْنُ اَبِیْ حَکِیْمٍ عَنْ عِکْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَمْ یَلْتَقِ اَبَوَایَ فِیْ سَفَاحٍ لَمْ یَزَلِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ یَنْقُلُنِیْ مِنْ اَصْلَابٍ طَیِّبَةٍ اِلٰی اَرْحَامٍ طَاهِرَةٍ صَافِیًا مُهَذَّبًا لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا کُنْتُ فِیْ خَیْرِهِمَا."

ابو نعیم اصبہانی اپنی سند کیساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا میرے والدین کبھی زنا پر جمع نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ مجھے پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا جو صاف اور مہذب تھے اور جب بھی دو شاخیں ملیں تو میں ان میں سے افضل اور بہتر شاخ میں تھا۔" (دلائل النبوۃ لأبی نعیم الاصبہانی: ذکر فضیلتہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم بطیب مولدہ وحسبہ ونسبہ،ص:۲۴، رقم الحدیث: ۱۵، توزیع دار الباز للنشر والتوزیع عباس احمد الباز مکۃ المکرمۃ)

دلیل نمبر ۴:

"حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ."

"حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ اپنی سند کیساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا میں ہر زمانے میں حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد کے بہترین لوگوں میں مبعوث کیا گیا ہوں حتیٰ کہ اس زمانے کے بہترین لوگوں میں سے جس میں، میں ہوں۔"

("الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ صلّی اللّٰہ تعالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ للبخاری": کتاب المناقب، ص: ۵۹۷، رقم الحدیث: ۳۵۵۷، طبع دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض)

دلیل نمبر ۵:

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ حضرت انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

"وَمَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَیْنِ اِلَّا جَعَلَنِیَ اللّٰهُ فِیْ خَیْرِهِمَا فَاُخْرِجْتُ مِنْ بَیْنِ اَبَوَیْنِ فَلَمْ یُصِبْنِیْ شَیْءٌ مِّنْ عُهْرِ الْجَاهِلِیَّةِ وَخَرَجْتُ مِنْ نِّکَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِّنْ لُّدُنْ آدَمَ حَتّٰی اِنْتَهَیْتُ اِلٰی اَبِیْ وَاُمِّیْ فَاَنَا خَیْرُکُمْ نَفْسًا وَّخَیْرُکُمْ اَبًا."

"کہ جب بھی لوگوں میں دو فرقے ہوئے تو اللہ ربّ العزت نے مجھے ان میں سے بہتر فرقہ میں رکھا پھر مجھے اپنے والدین کریمین سے اس حال میں نکالا گیا کہ مجھے زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز نہیں پہنچی تھی اور میں نکاح سے نکالا گیا ہوں اور حضرت آدم علیہ السّلام سے لیکر میرے والدین کریمین تک میں زنا سے نہیں نکالا گیا۔ پس میں خود اور میرے، آباؤاجداد تم سب سے بہتر وافضل ہیں یعنی میں تم سب میں بہتر وافضل ہوں اور میرے آباؤاجداد تمہارے آباؤاجداد سے بہتر وافضل ہیں۔"

("دلائل النبوۃ ومعرفۃ الاحوال صاحب الشریعۃ للبیہقی": باب ذکر شرف اصل رسول صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم ونسبہ، ص۱۷۴، ۱۷۵، ج: ۱، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان)

مندرجہ بالا روایات سے پُر واضح ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین زمانے کے بہترین لوگوں میں تھے اور مومن وموحد تھے۔

دلیل ۶:

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا اہل فترت میں

حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اہل فترت میں سے ہیں۔ زمانۂ فترت سے وہ زمانہ مراد ہے جس میں سابقہ انبیاء کرام کی تعلیمات نسیاً منسیاً و مفقود ہو چکی ہوں اور کوئی بھی نبی اپنی تعلیمات کیساتھ موجود نہ ہو۔ اور زمانۂ فترت کا عرصہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ کی تعلیمات میں تحریف ہو جانے کے بعد سے لیکر حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے اعلان نبوت تک ہے۔

اہل فترت تین قسم کے لوگ ہیں: (۱) جو موحد ہیں، (۲) کافر و مشرک ہیں، (۳) جو نہ موحد ہیں نہ کافر و مشرک بلکہ وہ غافل ہیں یا اُن کی عقل متردد ہے۔

قسم اوّل کے لوگ جنتی ہیں، قسم ثانی کے لوگ جہنمی ہیں اور قسم ثالث کے لوگوں سے بروز محشر امتحان لیا جائے گا جو کامیاب ہو گا اسکو جنت میں داخل کیا جائیگا اور جو امتحان میں فیل ہو گا وہ جہنم میں جائیگا۔

قسم اوّل کے جنتی ہونے کی دلیل

"اَخبَرَنِی عَبدُ اللّٰہِ بنُ مُحَمَّدِ بنِ عَلِیِّ بنِ زِیَادِ الْعَدْلُ ثَنَا الْاِمَامُ اَبُو بَکْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ ثَنَا اَبُو سَعِیدِ الْاَشَجُّ ثَنَا اَبُومُعَاوِیَۃَ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ قَالَ لَاتَسُبُّوا وَرَقَۃَ فَاِنِّی رَاَیْتُ لَہٗ جَنَّۃً اَوْ جَنَّتَیْنِ. ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَلَمْ یُخَرِّجَاہُ."

"امام حاکم اپنی سند کیساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا: ورقہ بن نوفل کو بُرا مت کہو کیونکہ میں نے اس کیلئے ایک جنت یا دو جنتیں دیکھی ہیں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائط پہ صحیح ہے لیکن اُنہوں نے اسکی تخریج نہیں کی۔"

("المستدرک علی الصحیحین": کتاب التاریخ، مقالۃ ورقۃ بن نوفل فی تصدیق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ آلہ وسلم، ج:۲، ص: ۲۰۹، طبع دارلکتب العربی، بیروت لبنان)

"حَدَّثَنَا مُوسَی بْنُ ھَارُوْنَ ثَنَا قُتَیبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ ثَنَا عَبْدُالْمُؤْمِنِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ اَبُو الْحَسَنِ ثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ خَالِدِ الْعَبَسِیُّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مُقْرِنِ الْمُزَنِیُّ عَنْ غَالِبِ بْنِ اَبْجَرَ قَالَ: ذَکَرْتُ قَیْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ رَحِمَ اللّٰہُ قَیْسًا رَحِمَ اللّٰہُ قَیْسًا، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ تُرَحِّمُ عَلٰی قَیْسٍ؟ قَالَ نَعَمْ اِنَّہٗ کَانَ عَلٰی دِیْنِ اَبِی اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰہِ...... الخ."

"امام طبرانی اپنی سند کیساتھ حضرت غالب بن ابجر سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے پاس جب قیس کا ذکر کیا تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیس پر رحم فرمائے، اللہ تعالیٰ قیس پر رحم فرمائے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کیا قیس پر رحم کیا جائے گا؟ فرمایا! ہاں کیونکہ وہ میرے باپ اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کے دین پر تھا۔"

("المعجم الکبیر للطبرانی": غالب بن ابجر المزنی، رقم الحدیث: ۲۶۳، ص: ۲۶۵، ج: ۱۸، طبع داراحیاء التراث العربی. ورواہ فی الاوسط (۳۷۶، مجمع البحرین) والبخاری فی التاریخ الکبیر (۹۸/۱/۴) قال فی المجمع (۳۹/۱۰ ورجالہ ثقات)

قسم ثانی کے جہنمی ہونے کی دلیل

کفار و مشرکین کے جہنمی ہونے میں قطعی طور پر کوئی شک و شبہ نہیں اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا اور وہ ہمیشہ کیلئے عذاب دوزخ میں گرفتار رہیں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ."

"بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشا اس بات کو کہ اس کیساتھ شرک کیا جائے۔"

اور ایک دوسرے مقام پہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ج لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ."

"بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور بحالت کفر ہی وہ مر گئے تو ان پہ اللہ عزّ و جل، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائیگا اور نہ انہیں مہلت دی جائیگی۔" ("البقرۃ": ۱۶۳، ۱۶۲)

قسم ثالث کے لوگوں کا معاملہ

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالْاَعْلٰی قَالَ ثَنا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ جَمَعَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نَسَمَ الَّذِیْنَ مَاتُوْا فِی الْفَتْرَۃِ وَالْمَعْتُوْہِ وَالْاَصَمِّ وَالْاَبْکَمِ وَالشُّیُوْخِ الَّذِیْنَ جَاءَ الْاِسْلَامَ وَقَدْ خرفُوْا ثُمَّ اَرْسَلَ رَسُوْلًا اَنِ ادْخُلُوْا النَّارَ فَیَقُوْلُوْنَ کَیْفَ وَلَمْ یَاْتِنَا رَسُوْلٌ وَاَیْمُ اللّٰہِ لَوْدَخَلُوْھَا لَکَانَتْ عَلَیْھِمْ بَرْدًا وَّسَلَامًاثُمَّ یُرْسِلَ اِلَیْھِمْ فَیُطِیْعَہٗ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یُّطِیْعَہٗ قَبلَ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ اِقْرَوُٗا اِنْ شِئْتُمْ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا."

"امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کیساتھ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا: اللہ ربُّ العزت بروزِ قیامت اہل فترت کو، کم عقل اور بہرے، گونگے اور بوڑھے لوگوں کو جمع فرمائیگا کہ جنہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا پھر انکی طرف ایک رسول بھیجے گا جو ان سے کہے گا کہ دوزخ میں داخل ہو جاؤ وہ کہیں گے کیوں؟ ہمارے پاس تو کوئی رسول نہ آیا تھا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر وہ اس میں داخل ہو جاتے تو وہ (آگ) ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جاتی، پھر وہ (اللہ تعالیٰ) انکی طرف ایک رسول بھیجے گا پھر جس کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے گا وہ اس رسول کی اطاعت کرے گا، پھر حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: "وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا."

ایک شبہ کا ازالہ

"حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنا عَارِمُ بْنُ الْفَضلِ ثَنا اَبُوْسَعِیْدٍ ثَنا ابْنُ زَیْدٍ ثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحَکَمِ الْبُنَانِیُّ عَنْ عُثْمَانَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ وَالْاَسْوَدَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ ابْنَا مُلَیْکَۃَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ فَقَالَا اِنَّ اُمَّنَا کَانَتْ تُکْرِمُ الزَّوْجَ وَتَعْطِفُ عَلَی الْوَلَدِ قَالَ وَذَکَرَ الضَّیْفَ غَیْرَ اَنَّھَا کَانَتْ وَاَدَتْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ قَالَ اُمُّکُمَا فِی النَّارِ فَاَدْبَرَا وَالشَّرُّیُرٰی فِیْ وُجُوْھِھِمَا فَاَمَرَ بِھِمَا فَرُدَّا فَرَجَعَا وَالسُّرُوْرُ یُرٰی فِیْ وُجُوْھِھِمَا رَجَیَا اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ حَدَثَ شَیْءٌ فَقَالَ اُمِّیْ مَعَ اُمِّکُمَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ وَمَا یُغْنِیْ ھٰذَا عَنْ اُمِّہٖ شَیْئًا وَنَحْنُ نَطَأُ عَقِبَیْہِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَلَمْ اَرَ رَجُلًا قَطُّ اَکْثَرَ سَوَالًا مِّنْہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ وَعَدَکَ رَبُّکَ فِیْھَا اَوْ فِیْھِمَا قَالَ فَظَنَّ اَنَّہٗ مِنْ شَیْءٍ قَدْ سَمِعَہٗ فَقَالَ مَا سَاَلْتُہٗ رَبِّیْ."

"حضرت امام احمد بن حنبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی سند کیساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ملیکہ کے دو بیٹے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے کہ ہماری ماں کی دور جاہلیت میں وفات ہو چکی ہے وہ اپنے شوہر کی عزت و تکریم بجالاتی اور اپنی اولاد پہ مہربانی و شفقت کرتی تھی اور مہمانوں کی ضیافت کیا کرتی تھی (فرمائیے کہ وہ کہاں ہیں؟) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا تم دونوں کی ماں (جہنم کی) آگ میں ہے (انہوں نے یہ بات سنی) تو وہ دونوں پیٹھ پھیر کر چلے گئے در آنحالیکہ شر اور ناراضگی انکے چہروں سے عیاں تھی چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے دوبارہ انہیں بلایا، اب جب وہ دوبارہ واپس آئے تو خوشی ان دونوں کے چہروں سے ٹپک رہی تھی اس اُمید کیساتھ کہ کوئی

نئی بات ہوئی ہے، سو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا میری ماں بھی تمہاری ماں کیساتھ ہے پھر منافقین میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ آؤ چلیں یہ تو اپنی ماں سے کچھ عذاب دُور نہیں کر سکے تو تمہاری ماں سے کیا دُور کریں گے، پھر ایک انصاری آدمی جو کہ کثرت کیساتھ سوال کرنیوالا تھا عرض گزار ہوا، یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کیا آپکے ربّ نے انکے بارے آپ سے کوئی وعدہ فرمایا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ انکا یہ خیال تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے اس بارے اپنے ربّ سے کچھ سنا ہو گا لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا میں نے اس سلسلے میں (ابھی تک) اپنے ربّ سے سوال نہیں کیا۔"

("مسند امام احمد بن حنبل": ص: ۳۹۹، ج: ۱، طبع المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر، دارصادر للطباعۃ والنشر، بیروت)

حدیث مذکور سے بعض لوگوں نے یہ عقیدہ گھڑلیا کہ معاذاللہ ثم معاذاللہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا دوزخی ہیں حالانکہ حدیث کے آخری حصے پہ ذرا سا غور کرلیا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کو ابھی تک وحی کے ذریعے حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے متعلق نہیں بتلایا گیا تھا کہ کہاں ہیں؟ اس پہ دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث ابن مسعود، حدیث ابی ہریرہ جو کہ شروع میں ذکر کی گئی کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں والدہ کیلئے استغفار کی اجازت کے سوال کا ذکر ہے اور اس میں ہے کہ میں نے انکے متعلق سوال نہیں کیا۔ نیز معلوم ہوا کہ یہ حدیث ابن مسعود شروع والی حدیث ابو ہریرہ سے پہلے کی ہے۔

اور ملیکہ کے بیٹوں کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کا کہنا کہ میری ماں بھی تم دونوں کی ماں کیساتھ ہے، یہ اس بناء پہ تھا کہ جاہلیت کے لوگوں کے متعلق عام قاعدہ ہے کہ وہ دوزخی ہیں اس اعتبار سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا میری ماں تمہاری ماں کیساتھ (دوزخ میں) ہے۔ یہ کہ اس وقت تک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کو حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے متعلق جنتی اور مومن ہونے کا علم نہ تھا بعد میں آپکو بذریعہ وحی انکے جنتی ہونے کے متعلق بتلایا گیا۔ باقی رہا آپکے مومن ہونے کا ثبوت سو وہ ہم گذشتہ سطور میں فراہم کر چکے ہیں۔

اور کیا یہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی مائیں تو جنت میں جائیں لیکن جناب حبیبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی والدہ ماجدہ دوزخ میں جائیں۔ نیز وہ مچھلی تو جنت میں جائے جس کے پیٹ میں حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَامُ رہے، لیکن وہ ماں جس کے پیٹ میں خدا کا لاڈلا حبیب نو ماہ رہا، وہ دوزخ میں جائے۔ فیا للعجب.

ایک انتہائی اہم سوال اور اسکا جواب

سوال یہ ہے کہ بعض احادیث اگرچہ وہ سنداً صحیح ہی کیوں نہ ہوں کی بناء پر حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو کافرہ اور جہنمیہ کہا جا سکتا ہے؟

جواب:

ہرگز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کسی بھی شخص کی طرف کفر و شرک کی نسبت کرنے کیلئے ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو، یعنی قرآن کی محکم آیت یا محکم حدیث متواتر ہو کہ اس میں صراحتاً یہ فرمان موجود ہو کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا مسلمان نہ تھیں۔ بلکہ کافرہ و مشرکہ تھیں۔ چنانچہ ایسی دلیل قطعاً تمام ذخیرہ احادیث کے اندر کہیں بھی نہیں ملےگی، اور انشاءاللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی بھی مائی کالال ایسی ایک بھی آیت یا حدیث پیش نہ کر سکے گا۔

باقی جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حدیث اگرچہ سند صحیح کیساتھ مروی ہو تو اس سے بھی کفر ثابت نہیں ہوتا اور اسکی بناء پر کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا! تو اسکا مطلب یہ ہے کہ حدیث اگرچہ صحیح ہو لیکن اخبار احاد میں سے ہو تو اس سے کسی کا کفر و شرک ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہاں! اگر وہ

حدیث صحیح متواتر کے درجے کی ہو اور اس میں شرائط مذکورہ پائی جائیں تو تب کفر ثابت ہو سکتا ہے۔

جبکہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا کی طرف کفر کی نسبت کرنیوالوں کے پاس تواتر کے درجے کی کوئی ایک بھی حدیث صحیح موجود نہیں بلکہ جتنی بھی ہیں اخبار احاد ہیں جن سے قطعاً کفر ثابت نہیں ہو سکتا۔

دوسرا یہ کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا کو کافرہ و جہنمیہ کہنے سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کو ایذاء و تکلیف پہنچے گی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کو ایذاء پہنچانا حرام ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔"

"بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اسکے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ دُنیا و آخرت میں ان پہ لعنت فرماتا ہے اور اس نے ان کیلئے اہانت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اور جو شخص دنیا و آخرت میں لعنت کا حقدار ٹھہرتا ہے گویا وہ دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت سے دور رہتا ہے کیونکہ لعنت کا معنی ہے "اِبْعَادٌ مِّنَ الرَّحْمَۃِ" "یعنی رحمت سے دوری"۔ اور دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور وہی ہوتا ہے جو کافر ہوتا ہے۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے جو شخص حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے والدین کو کافر اور دوزخی کہہ کر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کو ایذاء پہنچاتا ہے وہ ملعون ہے اور اس پہ کفر کا اندیشہ ہے۔

ایک ضروری وضاحت

ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ نے ایک رسالہ کے اندر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے والدین کریمین کا کفر ثابت کیا ہے تو انکے اُستاذ علامہ ابن حجر مکی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے خواب میں دیکھا کہ ملا علی قاری چھت سے گر پڑے ہیں اور انکی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے اور بتلایا گیا کہ یہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی توہین کی سزا ہے۔ چنانچہ جس طرح انہوں نے خواب میں دیکھا تھا اللہ تعالیٰ نے ویسا ہی کر دیا۔

علامہ محمد عبدالعزیز الفرہاری قدس سرہ فرماتے ہیں:

"وَعَارَضَہٗ عَلِیُّ بْنُ سُلْطَانِ الْقَارِیْ بِرَسَالَتِہٖ فِیْ اثْبَاتِ کُفْرِھِمَا فَرَاٰی اُسْتَاذُہٗ ابْنُ حَجَرٍ مَکِّیٌّ فِیْ مَنَامِہٖ اَنَّ الْقَارِیْ سَقَطَ مِنْ سَقْفٍ فَانْکَسَرَتْ رِجْلُہٗ فَقِیْلَ ھٰذَا جَزَآءُ اِھَانَۃِ وَالِدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ فَوَقَعَ کَمَا رَاٰی۔"

"ملا علی بن سلطان القاری نے اپنے ایک رسالہ میں والدین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے کفر کے اثبات میں معارضہ کیا تو آپکے اُستاذ ابن حجر مکی نے خواب میں اپنے شاگرد ملا علی قاری کو دیکھا کہ وہ چھت سے گر گئے ہیں اور انکی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے اور یہ کہا گیا کہ یہ (جو کچھ ہوا) والدین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی اہانت کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اُستاذ صاحب نے جیسے خواب دیکھا تھا ویسے ہی واقعہ پیش آیا۔"

("النبراس شرح شرح العقائد": ص: ۳۱۲، ناشر مکتبہ حقانیہ ملتان)

نیز نبراس کے محشی نے لکھا ہے کہ ملا علی بن سلطان القاری نے مرنے سے قبل حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے ایمان کے انکار سے رجوع فرمالیا تھا۔

نوٹ:

جو شخص والدین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے ایمان کے مسئلہ میں کامل بصیرت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے امام جلال الدین سیوطی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے رسائل کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

۞ ۞ ۞

ارفع و اعلیٰ ہے ہر شے سے مقامِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ
عزت و ناموس قائم ہے بنامِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ
سُنّتِ غازی علم دیں کو نبھانے کیلئے
زندہ و موجود ہیں اب بھی غلامِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ

سید محمد عارف محمود مہجور رضوی

"اہلسنت" نے یہ جو کام کیا
ہے نفیس وحسیں، عجیب و غریب

خاص نمبر بہ یاد ام رسول
صدق واخلاص سے دیا ترتیب

عاشقانِ نبی کی تھی پیہم
ایک مدت سے خواہش وترغیب

اس بڑے کام میں شریک ہوئے
خوش نصیب وخجستہ فکر ادیب

یہ عظیم وجمیل کاوش ہے
لائق داد وقابل تصویب

اس کی تاریخ ہے طباعت کی
"عظمت مادرِ رسولِ مجیب"

۲۰۰۶ء

مسئلہ ایمانِ والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہلسنت کا مختار اور پسندیدہ قول یہی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وآلہٖ وَسلَّمْ کے والدین کریمین ناجی اور جنتی ہیں۔ ان سے ہرگز کفر و شرک ثابت نہیں، اس مقصود کو پانے کیلئے اہل علم نے چار راستے اپنائے اور اس پر اپنے اپنے قوی دلائل فراہم کئے ہیں۔

۱: انہیں دین کی دعوت نہیں پہنچی لہذا وہ عذاب میں مبتلا نہ ہوں گے بلکہ نجات پا جائیں گے۔ امام سبکی، امام غزالی، اور امام شرف الدین مناوی نے اس راہ کو اختیار کیا۔

۲: یہ اہل فترت میں سے ہیں، روزِ قیامت ان کا امتحان ہو گا اور وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسلَّمْ کی شفاعت و برکت سے اس امتحان میں کامیابی حاصل کریں گے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کا یہی موقف ہے۔

۳: وہ زندہ ہو کر حضور صَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسلَّمْ پر ایمان لائے، امام ابن عابدین شامی، امام ابو بکر خطیب بغدادی، امام ابن عساکر، امام سہیلی، امام محبّ الدین طبری، امام ناصر الدین دمشقی، حافظ ابن سید الناس، حافظ شمس الدین دمشقی، حافظ ابن حجر مکی، شاہ عبد الحق محدث دہلوی، امام سید احمد حموی اور امام قرطبی وغیرھم کا یہی موقف ہے، امام سیوطی عَلَیْہِ الرَّحْمۃ نے اس موقف پر باقاعدہ مستقل رسالہ لکھا جس کا ترجمہ "والدین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسلَّمْ کا زندہ ہو کر ایمان لانا" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ اسکے بارے میں وارد شدہ حدیث ہرگز موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے بلکہ انہوں نے اسی موضوع پر اپنے دوسرے رسالے "حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وآلہٖ وَسلَّمْ کے والدین جنتی ہیں" میں بڑی طویل اور بے نظیر گفتگو کی ہے۔

۴: وہ دین حنیف پر تھے، امام فخر الدین رازی وغیرہ کا یہی موقف ہے۔ علامہ محقق سنوسی، علامہ تلمسانی شارح شفاء، امام ابن حجر مکی اور علامہ زرقانی نے بھی اسکی تائید و تصویب کی۔

یہاں ہم حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وآلہٖ وسلّم کے والدین شریفین کے حوالے سے مسلّمہ ائمہ اُمت کے حوالہ جات تحریر کئے دیتے ہیں:

۱: امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی المتوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں ہم نے اپنی کتاب التذکرہ میں تفصیلاً لکھا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَحیَا لَہٗ اَبَاہُ وَاُمَّہٗ وَاٰمَنَا بِہٖ."

"اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسلَّمْ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسلَّمْ پر ایمان لائے۔" ("الجامع لاحکام القرآن": ۲=۶۴)

۲: شارح مسلم امام محمد بن خلیفہ الابی المتوفی ۸۳۷ھ ایک حدیث مسلم کے تحت امام نووی کے اس جملہ پر کہ "کفر پر فوت ہونیوالا دوزخی ہے اور اسے کسی رشتہ دار کی قرابت فائدہ نہیں دے سکتی۔"

لکھتے ہیں:

"قُلْتُ اُنْظُرْ ھٰذَا الْاِطْلَاقَ وَقَدْ قَالَ السُّھَیْلِیُّ لَیْسَ لَنَا اَنْ نَّقُوْلَ ذٰلِکَ فَقَدْ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسلَّمْ لَا تُؤْذُوْا الْاَحْیَاءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ

وَرَسُوْلَهُ وَلَعَلَّهُ يَصِحُّ مَاجَآءَ اَنَّهُ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم سَأَلَ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ فَاَحْيَا لَهُ اَبَوَيْهِ فَاٰمَنَا بِهٖ وَقَدْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم فَوْقَ هٰذَا وَلَا يُعْجِزُ اللّٰهَ شَیْءٌ۔"

''میں کہتا ہوں غور کرو، امام نووی نے یہ بات ہر ایک کے حوالے سے کہہ دی ہے۔ (حالانکہ حضور صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کے حوالے سے یہ بات دُرست نہیں) امام سہیلی نے فرمایا ہے کہ ہمیں حضور صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کے حق میں ایسی بات کہنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ آپ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور اللّٰہ تعالٰی کا مبارک ارشاد ہے جو لوگ اللّٰہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کو اذیت دیتے ہیں، ممکن ہے وہ روایت صحیح ہو جس میں ہے آپ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم نے اللّٰہ تعالٰی سے دُعا کی، اللّٰہ تعالٰی نے آپ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کو زندہ فرمایا، اور وہ آپ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لائے، اور حضور صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کا مقام اس سے بھی بلند ہے، اور اللّٰہ تعالٰی کی قدرت کو بھی کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی۔''

آگے امام نووی نے لکھا تھا مذکورہ حدیث یہ بھی واضح کر رہی ہے کہ زمانۂ فترت میں بتوں کی پوجا کرنیوالا دوزخی ہوگا اور دعوت نہ پہنچنے والے پر عذاب نہ ہوگا، کیونکہ انہیں دعوتِ ابراہیمی پہنچی ہے، اس پر امام ابی لکھتے ہیں:

"قُلْتُ تَاَمَّلْ مَا فِیْ كَلَامِهٖ مِنَ التَّنَافِیْ فَاِنَّ مَنْ بَلَغَتْهُمُ الدَّعْوَةُ لَيْسُوْا بِاَهْلِ فَتْرَةٍ۔"

''میں کہتا ہوں غور کیجئے! انکے کلام میں تناقض ہے کیونکہ جنہیں دعوت پہنچ گئی وہ اہل فترت رہتے ہی نہیں۔''

("اکمال اکمال للعلم": ۲۱۶/۲۱۷)

۳: شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کے بعد لکھتے ہیں:

"فَالْحَذْرُ الْحَذْرُ مِنْ ذِكْرِهِمَا بِمَا فِيْهِ نَقْصٌ فَاِنَّ ذٰلِكَ قَدْ يُؤْذِی النَّبِیَّ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم فَاِنَّ الْعُرْفَ جَآءَ بِاَنَّهٗ اِذَا ذُكِرَ اَبُو الشَّخْصِ بِمَا يَنْقُصُهٗ اَوْ وُصِفَ يُوْصَفُ بِهٖ وَذَالِكَ الْوَصْفُ فِيْهِ نَقْصٌ تَاَذّٰى وَلَدُهٗ بِذِكْرِ ذٰلِكَ لَهٗ عِنْدَ الْمُخَاطَبَةِ وَقَدْ قَالَ علیہ السلام لَا تُؤْذُوا الْاَحْيَآءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الصَّغِيْرِ وَلَا رَيْبَ اَنَّ اَذَاهُ علیہ السلام كُفْرٌ يُقْتَلُ فَاعِلُهٗ اِنْ لَّمْ يَتُبْ عِنْدَنَا وَسَتَاْتِیْ مَبَاحِثُ ذَالِكَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِی الْخَصَائِصِ مِنْ مَّقْصَدِ الْمُعْجِزَاتِ وَقَدْ اَطْنَبَ بَعْضُ الْعُلَمَآءِ فِی الْاِسْتِدْلَالِ لِاِيْمَانِهِمَا فَاللّٰهُ تَعَالٰى يُثِيْبُهٗ عَلٰى قَصْدِهِ الْجَمِيْلِ۔"

''آپ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کے والدین کے بارے میں ہرگز کوئی ایسی گفتگو نہ کی جائے جس میں انکی طرف کسی نقص یا عیب کی نسبت ہو یقیناً یہ گفتگو نبی کریم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کو اذیت پہنچائے گی کیونکہ عرف یہ ہے کہ جب بھی کسی کے والد کا عیب یا نقص بیان کیا جاتا ہے تو اسکے تذکرہ سے اسکی اولاد کو اذیت و تکلیف پہنچتی ہے اسلئے آپ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کی ہدایات میں سے ہے، مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو اذیت نہ دو۔ اسے امام طبرانی نے معجم صغیر میں نقل کیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کو اذیت دینے والے کو ہمارے نزدیک قتل کر دیا جائے گا اگر وہ توبہ نہ کرے۔ اس پر مزید بحث مقصد المعجزات میں آرہی ہے۔ بعض علماء (سیوطی) نے والدین مصطفٰی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کے ایمان کو متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اللّٰہ تعالٰی انہیں اس اعلٰی عمل پر جزائے خیر عطا فرمائے۔''

("المواهب اللدنيه": ۱=۱۸۲)

۴: امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ امام سیوطی کی تحقیق اور رسائل پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وَقَدْ طَالَعْتُهَا كُلَّهَا فَرَاَيْتُهَا تَرْجِعُ اِلٰى اَنَ الْاَدَبَ مَعَ رَسُوْلِهٖ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم وَاجِبٌ وَاَنَّ مَنْ اٰذَاهُ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَقَالَ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ

اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا وَفِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔"

"میں نے تمام کا مطالعہ کیا ہے انہوں نے اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علَیْہِ وآلِہ وسلَّمْ کا ادب واحترام لازمی امر ہے اور جس نے آپ صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علَیْہِ وآلِہ وسلَّمْ کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے بلا شبہ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علَیْہِ وآلِہ وسلَّمْ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دُنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت اور ان کیلئے اللہ نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور قرآن عظیم میں یہ بھی ہے کہ، اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"قَالَ الشَّیْخ جَلَالُ الدِّیْنِ السَّیُوْطِیُّ خَاتِمَةُ حُفَّاظِ مِصْرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَدْ صَرَّحَ جَمَاعَاتٌ کَثِیْرَةٌ بِاَنَّ اَبَوَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علَیْہِ وآلِہ وسلَّمْ لَمْ تَبْلُغْهُمَا الدَّعْوَةُ وَاللّٰهُ تَعَالٰی یَقُوْلُ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا وَحُکْمُ مَنْ لَّمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ اَنَّهٗ یَمُوْتُ نَاجِیًا وَلَا یُعَذَّبُ وَیَدْخُلُ الْجَنَّةَ."

"امام جلال الدین سیوطی (جو مصری حفاظ حدیث میں آخری ہیں) کہتے ہیں متعدد اہل علم نے یہ تصریح کی کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے والدین کو دعوت دین نہیں پہنچی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں، اور جن لوگوں تک دعوت نہیں پہنچی ان کا حکم یہ ہے کہ وہ ناجی فوت ہوں گے۔ ان پر کوئی عذاب نہ ہو گا اور وہ جنتی ہوں گے۔"

("الیواقیت والجواہر": ۲=۲۰۸/۲۰۹)

۵: شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی علَیْہِ الرَّحمۃ المتوفی ۹۷۴ھ شرح قصیدہ امام القری میں اہم نوٹ لکھتے ہیں:

"لَکَ اَنْ تَأْخُذَ مِنْ کَلَامِ النَّاظِمِ الَّذِیْ عَلِمْتَ اَنَّ الْاَحَادِیْثَ مُصَرِّحَةٌ لَفْظًا فِیْ اَکْثَرِهٖ، وَمَعْنًی فِیْ کُلِّهٖ اَنَّ اٰبَآءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علَیْہِ وآلِہ وسلَّمْ غَیْرَ الْاَنْبِیَآءِ وَاُمَّهَاتِهٖ اِلٰی اٰدَمَ وَحَوَّاءَ لَیْسَ لَهُمْ کَافِرٌ لِاَنَّ الْکَافِرَ لَا یُقَالُ فِیْ حَقِّهٖ اِنَّهٗ مُخْتَارٌ وَلَا کَرِیْمٌ وَلَا طَاهِرٌ بَلْ نَجِسٌ کَمَا فِیْ اٰیَةِ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ وَقَدْ صَرَّحَتِ الْاَحَادِیْثُ السَّابِقَةُ بِاَنَّهُمْ مُخْتَارُوْنَ وَاَنَّ الْاٰبَآءَ کِرَامٌ وَالْاُمَّهَاتُ طَاهِرَاتٌ وَاَیْضًا فَهُمْ اِلٰی اِسْمَاعِیْلَ کَانُوْا مِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ وَهُمْ فِیْ حُکْمِ الْمُسْلِمِیْنَ بِنَصِّ الْاٰیَةِ وَکَذَا مِنْ اِبْرَاهِیْمَ اِلٰی اٰدَمَ وَکَذَا بَیْنَ کُلِّ رَسُوْلَیْنِ وَاَیْضًا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ عَلٰی اَحَدِ التَّفَاسِیْرِ فِیْهِ اَنَّ الْمُرَادَ تَنَقُّلُ نُوْرِهٖ مِنْ سَاجِدٍ اِلٰی سَاجِدٍ وَحِیْنَئِذٍ فَهٰذَا صَرِیْحٌ فِیْ اَنَّ اَبَوَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علَیْہِ وَآلِہٖ وَسلَّم اٰمِنَةَ وَعَبْدَاللّٰهِ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ لِاَنَّهُمَا مِنْ اَقْرَبِ الْمُخْتَارِیْنَ لَهٗ وَهٰذَا هُوَالْحَقُّ بَلْ فِیْ حَدِیْثٍ صَحَّحَهٗ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ وَلَمْ یَلْتَفِتُوْا لِمَنْ طَعَنَ فِیْهِ اَنَّ اللّٰهَ اَحْیَاهُمَا لَهٗ فَاٰمَنَا بِهٖ خُصُوْصِیَّةً لَّهُمَا وَکَرَامَةً لَّهٗ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علَیْہِ وآلِہ وَسلَّم."

"تم نے کلام ناظم (امام بوصیری) سے یہ جان لیا کہ احادیث مبارکہ صراحۃ اور معناً واضح کر دیتی ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے تمام آباء اور مائیں حضرت آدم اور حضرت حوا عَلَیْہِمُ السَّلَامُ سے لیکر کوئی کافر نہیں کیونکہ کافر کو اعلیٰ، پاک اور بزرگ نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ سراپا پلید ہیں۔ جیسا کہ فرمان ہے "مشرک نجس ہیں۔" اور احادیث سابقہ نشاندہی کر رہی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے آباء اعلیٰ، افضل اور پاک ہیں۔ وہ حضرت اسماعیل علَیْہِ السَّلَامُ تک اہل فترت ہیں اور نص صریح کے مطابق مسلمانوں کے حکم میں ہیں۔ اس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ سے لیکر حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ تک دو رسولوں کے درمیان بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے وہ آپ کا سجدہ کرنیوالوں میں منتقل ہونے کو بھی دیکھتا ہے۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ مراد ایک سجدہ والے سے دوسرے سجدہ والے کی طرف نور کا منتقل ہونا ہے تو

یہ صراحت ہے کہ حضور کے والدین جنتی ہیں کیونکہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے قریبی اور فضیلت والے ہیں اور یہی بات حق ہے بلکہ ایک حدیث میں جس کو متعدد محدثین نے صحیح قرار دیا اور اس میں طعن کرنیوالے کی طرف توجہ ہی نہیں کی جائیگی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت اور فضیلت ہے۔''

("افضل القری لقراء ام القری": ۱=۱۵۱)

اہل سنت نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان پر کتاب وسنت سے جو دلائل فراہم کئے ہیں ان میں ایک یہ روایت ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کی جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر ان کا وصال ہو گیا۔ اس حدیث کو بعض لوگوں نے موضوع قرار دیا امام سیوطی نے اس کے جواب میں ایک مکمل رسالہ تحریر فرمایا جس میں پختہ دلائل سے ثابت کیا کہ یہ حدیث موضوع ہرگز نہیں، ہاں ضعیف ہے اور فضائل ومناقب میں حدیث ضعیف بالاتفاق مقبول ہے۔ ہم یہاں کچھ اور محدثین کی رائے سے بھی نقل کر دیتے ہیں جو سیوطی کی تائید کر رہے ہیں۔

۶: امام ابن حجر مکی المتوفی ۹۷۴ھ اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَاِنْ كَانَ فِيهِ ضُعفٌ لَا وَضعٌ خِلَافاً لِمَنْ زَعَمَهُ عَلَى اَنَّ بَعْضَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ الْحُفَّاظِ صَحَّحَهُ."

''اگرچہ اس میں ضعف ہے مگر موضوع نہیں جیسا کہ بعض نے گمان کیا علاوہ ازیں متاخرین حفاظ محدثین میں سے بعض نے اسے صحیح کہا ہے۔''

("اشرف الوسائل الی فهم الشمائل": ۳۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

حَدِيْثُ اِحْيَاءِ اُمِّهٖ حَتّٰى اٰمَنَتْ رَوَاهُ جَمَاعَةٌ وَصَحَّحَهُ بَعْضُ الْحُفَّاظِ."

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے زندہ ہو کر ایمان والی حدیث کو ایک پوری جماعت نے روایت کیا اور اسے بعض حفاظ حدیث نے صحیح بھی قرار دیا۔''

("ایضا": ۲۵۲)

۷: امام ابن نجیم المتوفی ۱۰۰۵ھ کافر پر لعنت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَمَن مَّاتَ عَلَى الْكُفْرِ اُبِيْحَ لَعْنَةُ اِلَّا وَالِدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لِثُبُوْتِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَحْيَاهُمَا حَتّٰى اٰمَنَا بِهٖ."

''ہر فوت شدہ کافر پر لعنت کرنا جائز ہے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کے بارے میں ثابت ہے کہ زندہ ہو کر اسلام لائے تھے۔'' (الاشباہ والنظائر": ۳۵۳)

۸: امام احمد شہاب الدین خفاجی المتوفی ۱۰۶۹ھ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل پر کہ انہوں نے اس ملازم کو نکال دیا جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے بارے میں غلط کلمات کہے، لکھتے ہیں:

"وَفِىْ ذٰلِكَ اِشَارَةٌ اِلٰى اِسْلَامِ اَبَوَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَهٰذَا هُوَالْحَقُّ بَلْ فِىْ حَدِيْثٍ صَحَّحَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ وَلَمْ يَلْتَفِتُوا لِمَنْ طَعَنَ فِيْهِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَحْيَاهُمَا لَهٗ فَاٰمَنَا بِهٖ خُصُوْصِيَّةً لَّهُمَا وَكَرَامَةً لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَوْلُ ابْنِ دَحْيَةَ يَرُدُّهُ الْقُرْآنُ وَالْاِجْمَاعُ لَيْسَ فِىْ مَحَلِّهٖ لِاَنَّ ذٰلِكَ مُمْكِنٌ شَرْعًا وَعَقْلاً عَلٰى جِهَةِ الْكَرَامَةِ وَالْخُصُوْصِيَّةِ فَلَا يَرُدُّهُ الْقُرْآنُ وَالْاِجْمَاعُ وَكَوْنُ الْاِيْمَانِ بِهٖ لَا يَنْفَعُ بَعْدَالْمَوْتِ مَحَلُّهٗ فِىْ غَيْرِالْخُصُوْصِيَّةِ وَالْكَرَامَةِ وَمَا اَحْسَنَ قَوْلَ بَعْضِ الْمُتَوَقِّفِيْنَ

فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ الْحَذْرُ الْحَذْرُ مِنْ ذِکْرِهِمَا بِنَقْصٍ فَاِنَّ ذٰلِکَ قَدْ یُؤْذِیْهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حَدِیْثُ الطِّبْرَانِیْ لَاتُؤْذُوْا الْاَحْیَآءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ اِنْتَهٰی وَحَدِیْثُ مُسْلِمٍ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَیْنَ اَبِیْ قَالَ فِی النَّارِ فَلَمَّا مَضٰی وَوَلّٰی دَعَاهُ فَقَالَ اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ یَتَعَیَّنُ تَاوِیْلُهٗ وَاَظْهَرُ تَاوِیْلِهٖ لَهٗ عِنْدِیْ اَنَّهٗ اَرَادَبِاَبِیْهِ عَمَّهٗ اَبَا طَالِبِ لِاَنَّ الْعَرَبَ تُسَمِّی الْعَمَّ اَبًا فَاِنَّهٗ عَمُّهُ الَّذِیْ کَفَلَهٗ بَعْدَ مَوْتِ جَدِّهٖ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّمَا قَصَدَ بِذٰلِکَ اَنْ یُّطَیِّبَ خَاطِرُ ذَالِکَ الرَّجُلِ خَشْیَةَ اَنْ یَّرْتَدَّ لِوُقُوْعِ سَمْعِهٖ اَوَّلاً اَنَّ اَبَاهُ فِی النَّارِ بِدَلِیْلِ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ ذٰلِکَ بَعْدَ اَنْ وَلّٰی اَوْ کَانَ ذٰلِکَ قَبْلَ اَنْ یُّنْزَلَ عَلَیْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ کَمَا وَقَعَ لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّ سُئِلَ مِنْ اَطْفَالِ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ هُمْ مَعَ اٰبَائِهِمْ ثُمَّ سُئِلَ عَنْهُمْ فَذَکَرَ اَنَّهُمْ فِی الْجَنَّةِ."

''اس میں حضور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے والدین کے اسلام کی طرف اشارہ ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں ان کا مسلمان ہونا ہی حق ہے بلکہ حدیث ہے جسے متعدد حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور اس میں طعن کرنیوالوں کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْه وآلہ وسلّم کے والدین کو زندہ کیا اور وہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْه وآلہ وسلّم پر ایمان لائے، یہ انکی خصوصیت ہے اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کی شرف عظمت ہے، ابن دحیہ کا کہنا کہ یہ قرآن واجماع کے خلاف ہے، محل نظر ہے، کیونکہ یہ مذکورہ خصوصیت اور شرافت کے پیش نظر، شرعی اور عقلی طور پر ممکن ہے، اسے قرآن اور اجماع ردّ نہیں کرتے، کیونکہ موت کے بعد ایمان کا نفع نہ دینا خصوصیت اور کرامت کے علاوہ میں ہے، اس مسئلہ میں بعض خاموشی اختیار کرنیوالوں نے کیا خوب کہا! کہ حضور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے والدین کا نقص بیان کرنے سے بچو کیونکہ اس سے آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کو اذیت ہوتی ہے، طبرانی میں حدیث ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف مت پہنچاؤ، رہا معاملہ حدیث مسلم کا کہ ایک شخص نے کہا تھا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ میرا باپ کہاں ہے فرمایا! آگ میں، جب وہ واپس چلا گیا، آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے دوبارہ بلایا اور فرمایا! میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں، اسکی تاویل ضروری ہے اور میرے نزدیک خوب صورت ترین اسکی تاویل یہ ہے کہ یہاں اب سے مراد چچا ابو طالب ہے، کیونکہ عرب چچا کو اب کہتے ہیں کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد چچا نے ہی آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی کفالت کی تھی۔ باقی آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے اسکی تسلی کیلئے ایسا کہا، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سنتے ہی کہ اسکا والد آگ میں ہے مرتد نہ ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ اسے واپس بلا کر ایسا فرمایا۔ یا یہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشادِ گرامی اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے کہ ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج لیں، جیسا کہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا وہ اپنے آباء کیساتھ (دوزخ میں) ہوں گے پھر انکے بارے میں دوبارہ پوچھا گیا تو فرمایا وہ جنتی ہیں۔''

(نسیم الریاض": ۴=۴۱۴)

امام احمد شہاب الدین خفاجی المتوفی ۱۰۶۹ھ ایمان والدین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"وَفِیْ ذَالِکَ اِشَارَةٌ اِلٰی اِسْلَامِ اَبَوَیْهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَهٰذَاهُوَالْحَقُّ بَلْ فِیْ حَدِیْثٍ صَحَّحَهٗ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ وَلَمْ یَلْتَفِتُوْا مَنْ طَعَنَ فِیْهِ اَنَّ اللّٰهَ اَحْیَاهُمَالَهٗ فَاٰمَنَا بِهٖ خُصُوْصِیَّةً لَّهُمَا وَکَرَامَةً لَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ."

''اس میں حضور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے والدین کے ایمان کی طرف اشارہ ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں

جسے متعدد حفاظ حدیث نے صحیح کہا ہے اور اس پر طعن کرنے والوں کی پرواہ نہیں کی، اور وہ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے اور یہ حضور صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کی خصوصیت و عظمت اور کرامت ہے۔" ("نسیم الریاض": ۴، ۲۱۴)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ، رقمطراز ہیں:

"وحدیث احیائے والدین اگرچہ او بذات خود ضعیف است لیکن تصحیح و تحسین کردہ اند آرا بتعدد طرق۔"

"احیاء والدین والی حدیث اگرچہ بذاتِ خود ضعیف ہے مگر متعدد اسناد کی وجہ سے محدثین نے اسے صحیح اور حسن قرار دیا ہے۔" ("اشعہ اللمعات": ۱، ۷۱۸)

اسی حدیث پر سیوطی نے ایک رسالہ "اَلتَّعْظِيْمُ وَالْمَنَّه فِيْ اَنَّ اَبَوَیْ رَسُوْلِ اللهِ فِي الْجَنَّةِ" میں بھی بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے جس کی نظیر ملنا مشکل ہے اختتامی گفتگو میں کہتے ہیں:

"وَلَوْلَا تَفَرَّدَبِهٖ لَحَكَمْتُ لَهٗ بِالْحَسَنِ."

"اور اگر یہ راوی اس کی روایت میں منفرد نہ ہوتا تو اس حدیث کو حسن قرار دے دیتا۔" ("التعظیم والمنہ": ۱۴۹)

ان محدثین کے اسمائے گرامی بھی ملاحظہ فرمالیں جنہوں نے اس حدیث کے موضوع ہونے کا انکار کیا ہے۔ امام ابو حفص ابن شاہین، امام ابو بکر خطیب بغدادی، امام ابوالقاسم ابن عساکر، امام ابوالقاسم سہیلی، امام قرطبی، امام محبّ الدین طبری، امام ناصر الدین ابن المنیر، حافظ فتح الدین بن سید الناس، حافظ شمس الدین دمشقی اور امام صلاح الدین صفدی۔

ہم اپنی بات عبدالحی لکھنوی کے اس جملہ پر ختم کر رہے ہیں:

"اَلْحَذْرُ اَلْحَذْرُ مِنَ التَّكَلُّمِ بِمَا يُؤْذِیْ رُوْحَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ."

"ایسی گفتگو سے ہمیشہ بچو جو روحِ مصطفیٰ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی اذیت کا سبب بن رہی ہو۔"

("ظفر الامالی": ۴۵۸)

۱۱: امام محمد بن عبدالباقی زرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی بحث کے بعد اپنا نقطہ نظر ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

"وَقَدْ بَيَّنَّا لَکَ اَيُّهَا الْمَالِكِيُّ حُكْمَ الْاَبَوَيْنِ فَاِذَا سُئِلْتَ عَنْهُمَا فَقُلْ هُمَافِي الْجَنَّةِ اِمَّا لِاَنَّهُمَا اُحْيِيَا حَتّٰى اٰمَنَا كَمَا جَزَمَ بِهِ الْحَافِظُ السُّهَيْلِيُّ وَالْقُرْطَبِيُّ وَنَاصِرُالدِّيْنِ بْنُ الْمُنِيْرِ وَاِنْ كَانَ الْحَدِيْثُ ضَعِيْفًا كَمَا جَزَمَ بِهٖ اَوَّلُهُمْ وَوَافَقَهٗ جَمَاعَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ لِاَنَّهٗ فِيْ مَنْقَبَةٍ وَهِيَ يُعْمَلُ فِيْهَا بِالْحَدِيْثِ الضَّعِيْفِ وَاِمَّا لِاَنَّهُمَا مَاتَافِي الْفَتْرَةِ قَبْلَ الْبِعْثَةِ وَلَا تَعْذِيْبَ قَبْلَهَا كَمَا جَزَمَ بِهِ الْاُبِّيُّ وَاِمَّا لِاَنَّهُمَا كَانَا عَلَى الْحَنَفِيَّةِ وَالتَّوْحِيْدِ لَمْ يَتَقَدَّمْ لَهُمَا شِرْکٌ كَمَا قَطَعَ بِهِ الْاِمَامُ السَّنُوْسِيُّ وَالتِّلْمَسَانِيُّ اَلْمُتَاَخِّرُ مُحَشِّي الشِّفَاءِ فَهٰذَا مَا وَقَفْنَا عَلَيْهِ مِنْ نُصُوْصِ عُلَمَآئِنَا وَلَمْ نَرَ لِغَيْرِهِمْ مَا يُخَالِفُهٗ اِلَّا مَا يَشُمُّ مِنْ اِبْنِ دَحْيَةَ وَقَدْ تَكَفَّلَ بِرَدِّهِ الْقُرْطَبِيُّ."

"اے مالکی (مخاطب) ہم نے تم پر حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں تفصیلاً واضح کر دیا ہے جب کوئی انکے بارے میں پوچھے تو کہو وہ جنتی ہیں، یا تو اسلئے ان دونوں کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے جیسا کہ حافظ سہیلی، قرطبی، اور ناصر الدین بن المنیر نے اس پر جزم کیا، اگرچہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ ان سے پہلے حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس پر جزم کا اظہار کیا، کیونکہ زیر بحث معاملہ فضائل کا ہے۔ اور ایسے مقام پر حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔ یا اسلئے کہ وہ دونوں بعثت سے پہلے زمانہ فترت میں تھے، اور بعثت سے پہلے عذاب کا سوال ہی نہیں، اس پر امام ابی نے جزم کیا یا اسلئے کہ وہ دونوں دین

حنفی اور توحید پر تھے۔

اور ان سے شرک ہرگز ثابت نہیں، جیسا کہ شیخ سنوسی اور تلمسانی متاخر محشی شفاء نے اس پر یقین کا اظہار کیا، یہ ہمارے علماء کی تصریحات ہیں جو ہمارے مطالعہ میں آئیں اور ہم نے اسکے مخالف کسی کو نہیں پایا مگر جس نے ابن دحیہ سے بو پائی، لیکن اس کا امام قرطبی نے خوب اور کافی ردّ کیا ہے۔"

("مصابیح السیرۃ المحمدیہ": ۳۴۹/۱)

۱۲: علامہ محمد بن الحاج کردی المتوفی ۱۱۸۹ھ اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی گفتگو میں کہتے ہیں:

"وَجَبَ الْقَطْعُ وَالْاِعْتَقَادُ بِنَجَاتِهِمَا تَعْظِيْمًا لِّجَنَابِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَا يَسْكُنُ قَلْبُ ذِیْ تَقِیٍّ اِلَّا بِذٰلِكَ...... وَلَا يَجُوْزُ الْاِقْدَامُ عَلٰى هٰذَا الْحُكْمِ اِلَّا بَعْدَ نَصٍّ صَرِيْحٍ لَا يُعَارِضُهٗ نَصٌّ آخَرُ وَاَنّٰى لَكَ هٰذَا فِیْ وَالِدَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِذْ مَا مِنْ دَلَائِلَ يَدُلُّ عَلٰى عَدَمِ نَجَاتِهِمَا اِلَّا هُوَ ضَعِيْفٌ سَاقِطٌ وَعَارَضَهٗ دَلِيْلٌ مِّثْلُهٗ اَوْ اَقْوٰى مِنْهُ كَمَا بَيَّنَهَا الْحُفَّاظُ."

"آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم کے پیش نظر آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے والدین کی نجات کا اعتقاد کرنا لازم ہے اور کسی بھی خوف الٰہی رکھنے والے کا دل اسکے بغیر سکون نہیں پا سکتا اور کسی پر کفر کا حکم ایسی صریح نص کی بنیاد پر لگایا جا سکتا ہے جس کے مخالف کوئی دلیل نہ ہو، اور آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے والدین کریمین کے حق میں ایسی دلیلیں کہاں؟ بلکہ جو بھی دلیل انکے ناجی ہونے کے خلاف ہے وہ ضعیف اور نا قابل استدلال ہے اور اسکے مخالف اسکے ہم پلہ یا اس سے قوی دلیل موجود ہے، جیسا کہ حفاظ حدیث نے واضح کیا ہے۔"

("رفع الخفاء": ۱=۵۵)

۱۳: مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ رقمطراز ہیں کہ آیت مبارکہ " وَمَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ الاية" کے بارے میں کہنا کہ یہ آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے والدین کے بارے میں نازل ہوئی، غلط ہے:

"وَمَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِیْ اٰمِنَةَ اُمِّ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَعَبْدِاللّٰهِ اَبِيْهِ فَلَا يَصْلُحُ مِنْهَا شَیْءٌ وَلَيْسَ شَیْءٌ مِنْهَا مَا يَصْلُحُ اَنْ يُعَارِضَ مَا ذَكَرْنَا فِی الْقُوَّةِ فَيَجِبُ رَدُّهَا."

"جو روایات بتاتی ہیں کہ یہ آیت مبارکہ حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی والدہ اور والد گرامی کے بارے میں نازل ہوئی ان میں سے کوئی بھی قابل استدلال نہیں اور نہ ہی ان میں اپنی مخالف احادیث کے مقابلہ کی صلاحیت ہے لہٰذا ان کی تردید لازمی وضروری ہے۔" ("المظہری": ۳۰۲/۴)

مخالف کے دلائل کا ضعف بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"فَلَا يَجُوْزُ الْقَوْلُ بِكَوْنِ اَبَوَیِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مُشْرِكَيْنَ مُسْتَنِدًا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ وَقَدْ صَنَّفَ الشَّيْخُ الْاَجَلُّ جَلَالُ الدِّيْنِ السُّيُوْطِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَسَائِلَ فِیْ اِثْبَاتِ اِيْمَانِ اَبَوَیْ رَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَجَمِيْعِ آبَائِهٖ وَاُمَّهَاتِهٖ اِلٰى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَخَلَّصْتُ مِنْهَا رِسَالَةً سَمَّيْتُهَا بِتَقْدِيْسِ اٰبَآءِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهِ."

"اس آیت مذکورہ سے آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے والدین کے مشرک ہونے پر استدلال جائز نہیں، ہمارے بزرگ عالم امام جلال الدین سیوطی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے والدین بلکہ حضرت آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ تک تمام آباء اور امہات کے ایمان پر متعدد رسائل تحریر کئے ہیں، میں نے بھی ان ہی سے ایک رسالہ تیار کیا ہے جس کا نام "تَقْدِيْسُ اٰبَآءِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ" ہے اسکا مطالعہ مفید رہے گا۔" ("المظہری": ۴=۳۰۸)

اسی طرح "وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ" کے تحت مخالف دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"فَلَيْسَ بِمَرْضِيٍّ عِنْدِيْ وَلَيْسَ بِقَوِيٍّ وَلَوْصَحَّ فَلا دَلِيْلَ فِيْهِ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ بِاَصْحَابِ الْجَحِيْمِ اَبَوَاهُ صَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَعَلٰى تَقْدِيْرِ التَّسْلِيْمِ فَتِلْكَ الْاٰيَةُ لَا تَدُلُّ عَلٰى كُفْرِهِمَا فَاِنَّ الْمُؤْمِنَ قَدْ يَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ الْجَحِيْمِ لِاِكْتِسَابِ بَعْضِ الْمَعَاصِيْ حَتّٰى تُدْرِكَهُ الْمَغْفِرَةُ بِشَفَاعَةِ شَافِعٍ اَوْ دُوْنَ ذٰلِكَ اَوْيَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ وَقَدْ صَحَّ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ عَلَيْهِ وآلہ وسلّم اَنَّهٗ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ."

"مجھے یہ پسند نہیں اور نہ ہی یہ قوی ہیں، اگر یہ صحیح بھی ہوں تو اس میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ اصحاب جحیم سے مراد آپ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علَیْهِ وآلہ وسلّم کے والدین ہیں، اگر تسلیم بھی کرلیں تو یہ آیت انکے کفر پر دال نہیں، کیونکہ بعض مومن بھی تو گناہوں کی وجہ سے اصحاب جحیم ہو سکتے ہیں اور پھر وہ کسی شافع کی شفاعت یا کسی اور سبب یا عذاب مکمل ہونے پر جنت میں جائیں گے، اور حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علَیْهِ وآلہ وسلّم سے صحت کیساتھ ثابت ہے فرمایا! میں ہر دور میں اولادِ آدم علَیْهِ السّلام کے بہتر خاندان میں رہا ہوں۔"

آگے اس پر متعدد روایات صحیحہ پیش کرنے کے بعد فرمایا:

"وَقَدْ صَنَّفَ الشَّيْخُ الْاَجَلُّ جَلَالُ الدِّيْنِ السُّيُوْطِيُّ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فِيْ اِثْبَاتِ اِسْلَامِ آبَاءِ النَّبِيِّ رَسَائِلَ وَاَخَذْتُ مِنْ تِلْكَ الرَّسَائِلِ رِسَالَةً فَذَكَرْتُ فِيْهَا مَا يُثْبِتُ اِسْلَامَهُمْ وَيُفِيْدُ اَجْوِبَةً شَافِيَةً لِمَا يَدُلُّ عَلٰى خِلَافِهٖ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ."

"شیخ کامل امام جلال الدین سیوطی رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ نے حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علَیْهِ وآلہ وسلّم کے آباء واجداد کے ثبوت اسلام پر متعدد رسائل تصنیف فرمائے ہیں، میں نے بھی ان سے استفادہ کرتے ہوئے رسالہ تصنیف کیا ہے جس میں انکا اسلام ثابت کیا اور مخالف دلائل کا شافی جواب دیا ہے، تمام حمد اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے۔" ("المظہری": ۱=۱۲۰/۱۲۱)

سورۂ شعراء کی آیت "وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ" کے تحت اسکی مختلف تفاسیر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"بَلِ الْاَوْلٰى اَنْ يُّقَالَ الْمُرَادُ مِنْهُ تَقَلُّبُكَ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ السَّاجِدِيْنَ لِلّٰهِ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ السَّاجِدَاتِ وَمِنْ اَرْحَامِ السَّاجِدَاتِ اِلٰى اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اَيِ الْمُوَحِّدِيْنَ وَالْمُوَحِّدَاتِ حَتّٰى يَدُلَّ عَلٰى اَنَّ اٰبَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كُلَّهُمْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ كَذَا قَالَ السُّيُوْطِيُّ وَمِمَّا يُؤَيِّدُ هٰذَا التَّاوِيْلَ مَارَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الصَّحِيْحِ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى بُعِثْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ وَرَوٰى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ...... وَقَدْ صَنَّفَ السُّيُوْطِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ اِثْبَاتِ اِيْمَانِ اٰبَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِجْمَالًا وَتَفْصِيْلًا كِتَابًا وَذَكَرَ فِيْهِ مَالَهٗ وَمَا عَلَيْهِ وَخَلَّصْتُ مِنْهُ رِسَالَةً فَلْيُرْجِعْ اِلَيْهَا."

"بلکہ یہ کہنا سب سے بہتر ہے کہ یہاں آپ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علَیْهِ وآلِهٖ وسلّم پاک اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنیوالوں کی پشتوں سے پاک سجدہ کرنیوالی خواتین کے ارحام کی طرف اور موحد سجدہ کرنیوالی خواتین کے ارحام سے موحد وپاک پشتوں کی طرف منتقل ہونا مراد ہے۔ حتی کہ یہ آیت واضح کر رہی ہے کہ حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علَیْهِ وآلِهٖ وسلّم کے تمام آباء واجداد مومن ہیں، امام سیوطی رَحْمَةُ اللّٰهِ تعالیٰ علَیْهِ نے بھی یہی بات کہی ہے......

آیت کے اس معنی پر روایات واحادیث شاہد ہیں، بخاری میں ہے آپ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علَیْهِ وآلِهٖ وسلّم نے فرمایا میں ہر دور میں اولادِ آدم علَیْهِ السّلام کے بہتر خاندان میں رہا ہوں، حتی کہ اس خاندان میں بھی جس میں مَیں ہوں۔ مسلم میں حضرت واثلہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ

السلام میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چنا اور اولادِ حضرت اسماعیل علیہ السلام میں سے کنانہ کو، بنوکنانہ سے قریش کو، قریش سے بنو ہاشم کو، اور بنو ہاشم سے مجھے چنا۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کے ایمان پر چھوٹے بڑے متعدد رسائل لکھے ہیں جن میں خوب تحقیق ہے، بندہ نے بھی ان سے استفادہ کرتے ہوئے ایک رسالہ اس موضوع پر تحریر کیا ہے۔ لہٰذا اسکا بھی مطالعہ کرلیا جائے۔"

("المظہری": ۸۶/۷)

۱۴: مولانا بحر العلوم عبد العلی محمد نظام الدین فرنگی محلی المتوفی ۱۲۲۵ھ اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں:

"اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ مَعْصُوْمُوْنَ عَنْ حَقِیْقَةِ الْکُفْرِ وَعَنْ حُکْمِہٖ بِتَبْعِیَّةِ اٰبَآئِھِمْ وَعَلٰی ھٰذَا فَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ تَوَلُّدُ الْاَنْبِیَآءِ بَیْنَ اَبَوَیْنِ مُسْلِمَیْنِ، اَوْ یَکُوْنُ مَوْتُھُمَا قَبْلَ تَوَلُّدِھِمْ لٰکِنَّ الشِّقَّ الثَّانِیْ قَلَّمَا یُوْجَدُ فِی الْاٰبَآءِ لَا یُمْکِنُ فِی الْاُمَّھَاتِ، وَمِنْ ھٰھُنَا بَطَلَ مَا نَسَبَ بَعْضُھُمْ مِنَ الْکُفْرِ اِلٰی اُمِّ سَیِّدِ الْعَالَمِ مَفْخَرِ بَنِیْ اٰدَمَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ وَذٰلِکَ لِاَنَّہٗ حِیْنَئِذٍ یَلْزَمُ نِسْبَةُ الْکُفْرِ بِالتَّبَعِ وَھُوَخِلَافُ الْاِجْمَاعِ بَلِ الْحَقُّ الرَّاجِعُ ھُوَ الْاَوَّلُ، وَاَمَّاالْاَحَادِیْثُ الْوَارِدَةُ فِیْ اَبَوَیْ سَیِّدِالْعَالَمِ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ فَمُتَعَارِضَةٌ مَرْوِیَّةٌ اٰحَادًا فَلَا تَعْوِیْلَ عَلَیْھِمَا فِی الْاِعْتِقَادِیَاتِ وَاَمَّا اٰزَرَ فَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ اَبَا اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بَلْ اَبُوْہُ تَارِحُ کَذَا صُحِّحَ فِیْ بَعْضِ التَّوَارِیْخِ، وَاِنَّمَا کَانَ اٰزَرُ عَمَّ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَرَبَّاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ حُجْرِہٖ وَالْعَرَبُ تُسَمِّی الْعَمَّ الَّذِیْ وَلِیَ تَرْبِیَةَ ابْنِ اَخِیْہِ اَبًا لَہٗ وَعَلٰی ھٰذَا التَّاوِیْلِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ لِاَبِیْہِ اٰزَرَ." ("الانعام": ۷۴)

وَھُوَالْمُرَادُ مِمَّارُوِیَ فِیْ بَعْضِ الصِّحَاحِ اَنَّہٗ نَزَلَ فِیْ اَبِ سَیِّدِ الْعَالَمِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ)، ("التوبہ": ۱۱۳) فَاِنَّ الْمُرَادَ بِالْاَبِ الْعَمِّ کَیْفَ لَا وَقَدْ وَقَعَ صَرِیْحًا فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ اَنَّہٗ نُزِلَ فِیْ اَبِیْ طَالِبٍ ھٰذَا: وَیَنْبَغِیْ اَنْ یُّعْتَقَدَ اَنَّ اَبَا سَیِّدِ الْعَالَمِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ لَّدُنْ اَبِیْہِ اِلٰی اٰدَمَ کُلُّھُمْ مُؤْمِنُوْنَ فَقَدْ بَیَّنَہُ السُّیُوْطِیُّ بِوَجْہٍ اَتَمَّ."

"حضرات انبیاء علیہ السلام کی طرف ایک لمحہ کیلئے بھی کفر کی نسبت نہیں کی جاسکتی نہ حقیقتاً اور نہ والدین کے تابع کر کے حکماً لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کا تولد مسلمان والدین کے ہاں ہو یا ان دونوں کی موت نبی کے تولد سے پہلے ہو، دوسری صورت اباء میں کم ہے اور ماؤں میں تو ممکن ہی نہیں کہ وہ تولد سے پہلے فوت ہو جائیں یہی وجہ ہے کہ سید عالم فخر بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ کی طرف کفر کی نسبت کرنا باطل وحرام ہے ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بالتبع کفر کی نسبت لازم آئیگی اور یہ خلاف اجماع ہے، بلکہ حق وراجح قول پہلا ہی ہے کہ نبی کے والدین مسلمان ہوتے ہیں، رہا معاملہ ان روایات کا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کے بارے میں مروی ہیں وہ متعارض اور احاد ہیں ان کو اعتقادیات میں حجت نہیں بنایا جاسکتا، رہا مسئلہ آزر کا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں بلکہ ان کے والد تارح ہیں، جیسا کہ بعض تواریخ میں صحت کیساتھ ثابت ہے ہاں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے انکو پالا، اور عرب پرورش کرنیوالے چچا کو بھی اب کہتے ہیں، لہٰذا اس معنی کے مطابق سورۃ الانعام کی آیت: ۷۴ میں اب سے مراد چچا ہی ہے، بلکہ سورۂ توبہ آیت: ۱۱۳ کے بارے میں جو منقول ہے کہ وہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اب کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو یہاں اب سے مراد چچا ہی ہے اور یہ کیسے مراد نہ ہو؟ صحیح البخاری میں صراحۃ ہے کہ یہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے لہٰذا عقیدہ یہ رکھنا چاہئے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آپ صلی اللہ

تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کے تمام آباء صاحبِ ایمان ہیں، امام سیوطی نے اس مسئلہ کو نہایت ہی کامل انداز میں بیان کیا ہے۔"

("فواتح الرحموت": ۲=۱۲۲)

۱۵: امام احمد بن محمد صاوی مالکی المتوفی ۱۲۴۱ھ اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان کے تحت لکھتے ہیں:

"وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ."

"(اللہ) تمہارا سجدہ کرنیوالوں میں منتقل ہونا بھی دیکھتا ہے۔"

("الشعراء": ۲۱۹)

"وَالْمُرَادُ بِالسَّاجِدِیْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمَعْنٰی یَرَاکَ مُتَقَلِّبًا فِیْ اَصْلَابِ وَاَرْحَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ آدَمَ اِلٰی عَبْدِاللّٰہِ فَاُصُوْلُہٗ جَمِیْعًا مُؤْمِنُوْنَ."

"ساجدین سے مراد اہل ایمان ہیں اب معنی یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ آپکے اہل ایمان کی پشتوں اور ارحام میں منتقل ہونے کو بھی دیکھتا ہے تو حضرت آدم علیہ السّلامُ سے لیکر حضرت عبداللہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہُ تک آپکے تمام آباء واصول اہل ایمان ٹھہرے۔"

("حاشیہ صاوی": ۴=۲۵۷)

۱۶: امام ابن عابدین شامی المتوفی ۱۲۵۲ھ آپ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کریمین کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اَلاتَرٰی اَنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمُ قَدْ اَکْرَمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِحَیَاۃِ اَبَوَیْہِ لَہٗ حَتّٰی اٰمَنَا بِہٖ کَمَا فِی الْحَدِیْثِ صَحَّحَہُ الْقُرْطَبِیُّ وَابْنُ نَاصِرِالدِّیْنِ الدمشُقِیُّ بِالْاِیْمَانِ بَعْدَعَلٰی خِلَافِ الْقَاعِدَۃِ اِکْرَامًا لِنَبِیِّھِمْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمُ."

"تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کے اکرام کی وجہ سے آپ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لائے جیسا کہ حدیث میں ہے: جسے امام قرطبی اور حافظ ابن ناصر الدین دمشقی نے صحیح قرار دیا، اور یہ تمام بطورِ معجزہ حضور صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کی وجہ سے ہوا۔"

("فتاوی شامی": ۱=۲۹۸)

۱۷: علامہ سید محمود آلوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ مذکورہ آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہُ کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وَاسْتُدِلَّ بِالْاٰیَۃِ عَلٰی اِیْمَانِ اَبَوَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کَمَا ذَھَبَ اِلَیْہِ کَثِیْرٌ مِّنْ اَجِلَّۃِ اَھْلِ السُّنَّۃِ، وَاَنَا اَخْشَی الْکُفْرَ عَلٰی مَنْ یَّقُوْلُ فِیْھِمَا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ عَلِیِّ الْقَارِیْ وَاَضْرَابِہٖ بِضِدِّ ذٰلِکَ اِلاَّ اَنِّیْ لا اَقُوْلُ بِحُجِّیَّۃِ الْاٰیَۃِ عَلٰی ھٰذَا الْمَطْلَبِ."

"کثیر اہل سنت آئمہ نے اس مبارک آیت سے آپ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے، میں ملا علی قاری اور انکے حواریوں کی مخالفت کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ انکے بارے میں ایسے کلمات کہنے سے مجھے کفر کا خوف ہے، ہاں میرے نزدیک اس آیت مبارکہ کو مذکورہ مسئلہ پر حجت بنانا مناسب نہیں۔"

("روح المعانی": ۱۹/۱۳۷)

یعنی اسکے علاوہ اس مسئلہ پر کثیر دلائل موجود ہیں۔

ملا علی قاری کے رسالہ کی اشاعت پر افسوس

ملا علی قاری نے اس مسئلہ میں جمہور امت کی مخالفت کرتے ہوئے ایک رسالہ "اَدِلَّۃُ مُعْتَقِدِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الْاَعْظَمِ فِیْ اَبَوَیِ الرَّسُوْلِ" (والدین مصطفیٰ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میں امام اعظم کے موقف پر دلائل) لکھا جو بڑی آب و تاب کیساتھ شیخ مشہور بن حسن کی تحقیق کیساتھ ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ ہمیں درج ذیل وجوہ کی بناء پر اسکی اشاعت پر افسوس اور دُکھ ہے۔

ملا علی قاری کی بنیاد ہی دُرست نہیں

ملا علی قاری نے جس بنیاد پر یہ مسئلہ اُٹھایا تھا وہ فقہ اکبر کی عبارت تھی۔ کیونکہ انہوں نے ایک مقام پر اس موضوع پر لکھنے کی یہ وجہ لکھی ہے:

"قَدِ الْتَمَسَ مِنِّیْ بَعْضُ الْخَلَانِ مِنْ اَعْیَانِ الْاَخْوَانِ

اَنْ اَكْتُبَ رِسَالَةً لِمَسْئَالَةٍ ذَكَرَ بِهَاالْاِمَامُ اَعْظَمُ الْمُعْتَبَرُ فِیْ آخِرِ کِتَابِهِ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ الَّذِیْ عَلَیْهِ مَدَارُالْاِعْتِقَادِ لِلْاَكْثَرِ...... فَصِرْتُ مُتَرَدِّدًا بَیْنَ الْقُبُوْلِ وَالنُّكُوْلِ فَاُقَدِّمُ رِجْلًا وَاُؤْخِرُ اُخْرٰی خَوْفًا مِنْ قِیَامِ فِتْنَةٍ اُخْرٰی وَحُصُوْلِ بَلِیَّةٍ كُبْرٰی."

"مجھ سے میرے بعض اہم دوستوں نے کہا کہ میں اس مسئلہ پر رسالہ لکھوں جس کا ذکر امام اعظم نے اپنی کتاب فقہ اکبر کے آخر میں کیا ہے۔ اور اس کتاب پر اکثر اعتقاد کا مدار ہے، تو میں اس بات کے قبول وانکار میں متردد ہوا، کبھی لکھنے اور کبھی نہ لکھنے کا سوچتا کیونکہ مجھے فتنے اور بڑی مصیبت کے کھڑے ہونیکا ڈر تھا۔" ("البضاعة المزجاة من یطالع المرقاة": ۳۹)

اہم نوٹ

یہاں یہ بات بھی سامنے رہنی چاہئے کہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں بار بار کفر پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

"وَاَمَّا الْاِجْمَاعُ فَقَدِ اتَّفَقَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ وَالْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ وَسَآئِرِالْمُجْتَهِدِیْنَ عَلٰی ذٰلِکَ."

"رہا معاملہ اجماع کا تو اس پر تمام سلف وخلف متفق ہیں خواہ صحابہ ہوں یا تابعین آئمہ اربعہ ہوں یا دیگر مجتہدین۔"

("ادلة معتقدابی حنیفه": ۱)

اگر اس مسئلہ پر اجماع تھا تو پھر فتنہ اور مصیبت کبریٰ کا خوف کیوں؟ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان پر اجماع تھا جس کی وجہ سے یہ خوف لاحق ہوا۔ پھر رسالہ کا خود نام بھی بتا رہا ہے کہ انکی بنیاد فقہ اکبر کی عبارت ہی بنی تھی۔ لیکن تحقیق کے بعد یہ باتیں سامنے آچکی ہیں۔

یہ امام اعظم علیہ الرَّحمۃ کی کتاب ہی نہیں

فقہ اکبر کے بارے میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ امام اعظم علیہ الرَّحمۃ کی کتاب ہی نہیں۔ خود مشہور بن حسن (جس نے رسالہ شائع کیا ہے) لکھتے ہیں:

"فِیْ صِحَّةِ نِسْبَةِ الْكِتَابِ لِلْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقْفَةٌ لِاَنَّهٗ مَتَضَمِّنٌ مَسَآئِلَ لَمْ یَكُنِ الْخَوْضُ فِیْهَا مَعْرُوْفًا فِیْ عَصْرٍ وَّلَا الْعَصْرِ الَّذِیْ سَبَقَهٗ."

"اس کتاب کی امام اعظم علیہ الرَّحمۃ کی طرف نسبت کرنے میں توقف ہے کیونکہ اس میں ایسے مسائل کا ذکر ہے جو انکے دور میں معروف تھے، اور نہ ان سے پہلے دور میں۔"

آگے امام ذہبی علیہ الرَّحمہ کے حوالے سے لکھا:

"بَلَغَنَا عَنْ اَبِیْ مُطِیْعِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَلْخِیِّ صَاحِبِ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ."

"ہمیں یہ بات ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخی سے پہنچی ہے جو فقہ اکبر کے مصنف ہیں۔"

پھر اس پر شیخ ناصر الدین البانی کا یہ نوٹ لکھا:

"فِیْ قَوْلِ الْمُؤَلِّفِ صَاحِبِ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ اِشَارَةٌ قَوِیَّةٌ اِلٰی اَنَّ کِتَابَ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ لَیْسَ لِلْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ علیه الرَّحمة خِلَا فًالِمَا هُوَ مَشْهُوْرٌ عِنْدَالْحَنِیْفِیَّةِ."

"ذہبی کے قول صاحب فقہ اکبر سے قوی اشارہ مل رہا ہے کہ فقہ اکبر امام ابو حنیفہ علیہ الرَّحمہ کی کتاب نہیں بخلاف اس بات کے جو احناف کے ہاں مشہور ہے۔"

("کتب حذر منها العلماء": ۲=۲۹۲)

یہی بات شیخ ابن تیمیہ نے کہی ہے۔ ملاحظہ ہو:

("مجموعة الفتاویٰ: ۵=۴۶)

اس نسخہ میں غلطی تھی

اگر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ کتاب امام اعظم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہٗ کی ہی ہے جیسا کہ مشہور ہے تو پھر اہل علم اس پر متفق نظر آتے ہیں کہ جو نسخہ ملا علی قاری علیہ الرَّحمہ کے سامنے تھا اس میں غلطی تھی۔

۱: امام طحاوی حنفی اسی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَمَا فِی الْفِقْهِ مِنْ اَنَّ وَالِدَیْهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ

وسلَّم مَاتَا عَلَى الْكُفرِ فَمدُ سُوسٌ عَلَى الْإِمَامِ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ اَنَّ النُّسَخَ الْمُعْتَمَدَةَ لَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ ."

"فقہ اکبر میں جو عبارت آئی ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے والدین کفر پر فوت ہوئے، یہ امام اعظم عَلَیْہِ الرَّحْمَہ پر تہمت ہے۔ اور فقہ اکبر کے متعدد نسخے شاہد ہیں، ان میں ایسی عبارت موجود نہیں۔"

۲: شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ تحقیق فرماتے ہیں:

"وَمَا نُقِلَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهٗ قَالَ فِی الْفِقْهِ الْاَکْبَرِ اَنَّهُمَا مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ مَرْدُوْدٌبِاَنَّ النُّسَخَ الْمُعْتَمَدَةَ مِنَ الْفِقْهِ الْاَکْبَرِ لَیْسَ فِیْهَا شَیْءٌ مِنْ ذَالِکَ."

"امام ابو حنیفہ عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے حوالے سے منقول ہے کہ "فقہ اکبر" میں انہوں نے فرمایا والدین نبی کفر پر فوت ہوئے مردود وغلط ہے۔ کیونکہ فقہ اکبر کے معتمد نسخوں میں ایسی کوئی بات موجود نہیں۔" ("الفتاویٰ الفقیۃ")

۳: شیخ ابراہیم بیجوری رقمطراز ہیں:

"وَاَمَّا مَا نُقِلَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فِی الْفِقْهِ الْاَکْبَرِ مِنْ اَنَّ وَالِدَیِ الْمُصْطَفٰی مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ فَمَدْسُوْسٌ عَلَیْهِ وَحَاشَاهُ اَنْ یَّقُوْلَ ذٰلِکَ وَغَلَطُ مُلَّا عَلِیْ قَارِیْ غَفَرَاللّٰهُ لَهٗ فِیْ کَلِمَةٍ شَنِیْعَةٍ قَالَهَا."

"فقہ اکبر میں امام اعظم کے حوالے سے جو نقل کیا گیا کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے والدین کفر پر فوت ہوئے جو سراسر تحریف و تہمت ہے۔ اللہ کی قسم: وہ ہرگز ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ ملا علی قاری نے جو اس بارے میں کلمات بد کہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس پر معافی عطا فرمادے۔"

("شرح جوہرۃ التوحید": ۴۵)

۳: صاحب قاموس شارح احیاء علوم الدین امام مرتضیٰ زبیدی کے اُستاذ امام احمد بن مصطفیٰ حلبی اس عبارت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"اَنَّ النَّاسِخَ لَمَّا رَاٰی تَکَرُّرَ مَا فِیْ (مَامَاتَا) ظَنَّ اَنَّ اِحْدَاهُمَا زَائِدَةٌ فَحَذَفَهَا فَذَاعَتْ نُسْخَتُهُ الْخَاطِئَةُ."

"کاتب نے جب "ماماتا" میں ما کا تکرار دیکھا تو اس نے ایک کو زائد سمجھتے ہوئے حذف کر دیا اس وجہ سے غلط نسخہ شائع ہوگیا۔"

نہایت ہی اہم دلیل

اس پر انہوں نے یہ اہم دلیل بھی قائم کی کہ مذکورہ فقہ اکبر کی عبارت ہے۔ "وَوَالَدَارسول الله ماتا علی الکفر وابو طالب مات کافرا" اگر واقعۃً آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے والدین کفر پر تھے تو انہیں الگ اور حضرت ابو طالب کو الگ بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ انکے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

"وَمِنَ الدَّلِیْلِ عَلٰی ذٰلِکَ سِیَاقُ الْخَبَرِ لِاَنَّ اَبَا طَالِبٍ وَّالْاَبَوَیْنِ لَوْکَانُوْاجَمِیْعًاعَلٰی مِلَّةٍ وَّاحِدَةٍ جَمَعَ الثَّلَاثَةَ فِی الْحُکْمِ بِجُمْلَةٍ وَّاحِدَةٍ لَّا بِجُمْلَتَیْنِ مَعَ عَدَمِ التَّخَالُفِ بَیْنَهُمْ فِی الْحُکْمِ."

"اور اس پر سیاق کلام کی شہادت بھی موجود ہے۔ اسلئے کہ اگر ابو طالب اور والدین کی ایک ہی حالت ہوتی تو مصنف ان تمام کا حکم ایک ہی جملہ میں ذکر کر دیتے دو الگ الگ جملے ذکر نہ کرتے کیونکہ پھر انکے درمیان حکم میں اختلاف ہی نہ تھا۔"

یعنی جب مصنف نے الگ الگ دونوں کو بیان کیا ہے تو ماننا پڑیگا دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔ اور یہ اس صورت میں ثابت ہو گا جب "مَامَاتَا عَلَی الْکُفْرِ" ہو۔

ملا علی قاری کی تشکیک

خود ملا علی قاری بھی فقہ اکبر کے مذکورہ نسخہ کے بارے میں متردد ہیں کیونکہ اس میں یہ عبارت بھی ہے:

"وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَاتَ عَلَی الْاِیْمَانِ."

"رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا وصال ایمان پر ہوا۔"

اسکے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

"وَفِیْ نُسْخَةِ زِیْدَ قَوْلُهٗ وَرَسُوْلُ اللهِ ...... وَلَیْسَ هٰذَا فِیْ اَصْلِ شَارِحٍ تُصَوَّرُ لِهٰذَا الْمَیْدَانِ لِکَوْنِهٖ ظَاهِرًا فِیْ مَعْرِضِ الْبَیَانِ وَلَا یُحْتَاجُ اِلٰی ذِکْرِهٖ لِعُلُوِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَاالشَّانِ وَلَعَلَّ مَرَامُ الْاِمَامِ عَلٰی تَقْدِیْرِ صِحَّةِ وَرُوْدِ هٰذَا الْکَلَامِ."

"فقہ اکبر کے نسخہ میں (جو ملا علی قاری کے سامنے تھا) امام صاحب کا یہ قول بھی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ...... لیکن یہاں اسے بطورِ اصل لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ معاملہ تو اس قدر واضح تھا کہ اسے بیان کی حاجت ہی نہیں کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ اقدس کا مقام کہیں بلند ہے۔ اگر اس جملہ کی صحت کو مان لیا جائے تو شاید امام کا مقصود یہ ہو۔"

("شرح فقه اکبر": ۱۰۸، مطبوعه مصر)

یاد رہے صحیح نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ وہ نسخہ قابل اعتماد نہ تھا۔

صحیح نسخوں کا مشاہدہ

اہل تحقیق نے محض ظن سے کام ہی نہیں لیا بلکہ مذکورہ باتوں کو ثابت کرنے کیلئے فقہ اکبر کے اصلی نسخے تلاش کئے جس کے بعد واضح ہوگیا کہ وہ نسخہ واقعتہً قابل اعتماد نہیں۔

۱: امام زاہد الکوثری عَلَیْهِ الرَّحْمَة نے اس مسئلہ پر تحقیق کی اور لکھا۔

"وَاِنِّیْ بِحَمْدِاللّٰهِ رَأَیْتُ لَفْظَ(مَامَاتَا)فِیْ نُسْخَتَیْنِ بِدَارِ الْکُتُبِ الْمَصْرِیَّةِ قَدِیْمَیْنِ کَمَارَاٰی بَعْضُ اَصْدِقَائِیْ لَفْظَیْ (مَامَاتَا) وَعَلَی الْفِطْرَةِ فِیْ نُسْخَتَیْنِ قَدِیْمَیْنِ بِمَکْتَبَةِ شَیْخِ الْاِسْلَامِ وَعَلِیٌّ الْقَارِیْ بَنٰی شَرْحَهٗ عَلَی النُّسْخَةِ الْخَاطِئَةِ وَاَسَآءَ الْاَدَبَ سَامَحَهُ اللّٰهُ."

"میں نے اللہ کی توفیق سے مصری لائبریریوں میں فقہ اکبر کے دو قدیم نسخے دیکھے، جن میں "ماماتا" کے الفاظ موجود ہیں، جیسا کہ میرے بعض دوستوں نے مکتبہ شیخ الاسلام (مدینہ منورہ) میں ایسے نسخے دیکھے جن میں "ماماتا" اور علی الفطرۃ کے الفاظ موجود تھے، ملا علی قاری عَلَیْهِ الرَّحْمَة نے غلط نسخہ پر بنیاد رکھی اور بے ادبی کے مرتکب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے۔"

(مقدمة العالم والمتعلم ،۷)

۲: علامہ شیخ مصطفیٰ حمامی مصری رقمطراز ہیں کہ امام صاحب کی کتاب کی عبارت یوں ہے "وَوَالِدَارَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْفِطْرَةِ وَاَبُوْ طَالِبٍ مَاتَ کَافِرًا."

اسکے بعد لکھتے ہیں۔

هٰذَاالَّذِیْ رَاَیْتُهٗ اَنَا بِعَیْنِیْ فِی الْفِقْهِ الْاَکْبَرِ لِلْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ بِنُسْخَةٍبِمَکْتَبَةِ شَیْخِ الْاِسْلَامِ بِالْمَدِیْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ تَرْجِعُ کِتَابَةُ هٰذَالنُّسْخَةِ اِلٰی عَهْدٍ بَعِیْدٍ حَتّٰی قَالَ لِیْ بَعْضُ الْعَارِفِیْنَ هُنَاکَ اَنَّهَا کُتِبَتْ فِیْ عَهْدِ الْعَبَّاسِیِّیْنَ."

"یہ الفاظ میں نے اپنی آنکھوں سے مدینہ منورہ کی شیخ الاسلام لائبریری میں امام صاحب کی کتاب فقہ اکبر کے نسخہ میں دیکھے۔ جس کی کتابت بہت پرانی تھی، حتی کہ بعض ماہرین نے بتایا کہ یہ نسخہ عہد عباسی میں تیار ہوا تھا۔"

("الامام علی القاری واثره": ۱۱۰)

۳: مکۃ المکرّمہ کے عظیم محدث ڈاکٹر محمد علوی مالکی نے بھی اپنی آنکھوں سے وہ نسخہ دیکھا اور اسکا بڑا تفصیل کیساتھ ذکر کیا۔ ("الذخائر المحمديه")

ایک خوبصورت بات

امام زائد کوثری کہتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہ الفاظ ہیں:

"وَاَبَوَا النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْفِطْرَةِ وَلَفْظُ الْفِطْرَةِ سَهْلَةُ التَّحْرِیْفُ اِلَی (الْکُفْرِ) فِی الْخَطِّ الْکُوْفِیِّ وَفِیْ اَکْثَرِهَا (مَامَاتَا عَلَی الْکُفْرِ) کَانَ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ یُرِیْدُ بِهِ الرَّدَّ عَلٰی مَنْ یَّرْوِیْ حَدِیْثَ(اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ وَیَرْوِیْ کَوْنَهُمَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ لِاَنَّ اِنْزَالَ الْمَرْءِ فِی النَّارِ

لَایَکُوْنَ اِلَّا بِدَلِیْلٍ یَقِیْنِیٍّ."

"حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے والدین فطرت پر فوت ہوئے اور لفظ فطرۃ کا الکفر کیساتھ تبدیل ہونا خصوصاً خط کوفی میں بہت آسان ہے، اکثر نسخوں میں "ماماتا علی الکفر" ہی ہے جس سے امام اعظم کا مقصد ان لوگوں کا رد تھا جو یہ حدیث بیان کرتے ہیں "اِنَّ اَبِیْ ......" اور انہیں دوزخی کہتے ہیں کیونکہ کسی کو بھی دوزخی قرار دینے کیلئے دلیل یقینی کی ضرورت ہوتی ہے۔"

("مقدمة العالم والمتعلم": ۷، مطبوعه کراچی)

اگر الفاظ یہی ہوں

اگر یہ بھی تسلیم کرلیں کہ نسخہ صحیح ہے اور اسکے الفاظ بھی یہی ہیں تو متعدد اہل علم نے اسکی جو خوبصورت توجیہہ کی ہے اسے تسلیم کرلینا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ انکا وصال زمانہ کفر میں ہوا، یہ نہیں کہ وہ حالت کفر میں فوت ہوئے۔ (نعوذبالله منه)

۱: امام ابن حجر مکی فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ اگر ان الفاظ کو تسلیم کرلیا جائے تو:

"فَمَعْنَاہُ اَنَّھُمَا مَاتَا فِیْ زَمَنِ الْکُفْرِ وَھٰذَا لَایَقْتَضِیْ اِتِّصَافَھُمَا بِہٖ."

"تو معنی یہ ہوگا کہ وہ دونوں زمانہ کفر میں فوت ہوئے اور اس سے انکا کافر ہونا کہاں لازم آتا ہے؟"

("الفتاویٰ لابن حجر")

۲: امام سید محمد بن رسول برزنجی مدنی المتوفی ۱۱۰۳ھ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"فَلَیْسَ فِیْ ھٰذَاالْقَوْلِ تَصْرِیْحٌ بِذٰلِکَ لِاَنَّ قَوْلَہٗ "مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ" اَلْمُرَادَ بِالْکُفْرِ الْفَتْرَۃُ فَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ الْکُفْرَ یُطْلَقُ عَلَی الْفَتْرَۃِ مَجَازًا فَھُوَ عَلٰی وَزَنِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی عَلٰی فَتْرَۃٍ مِنَ الرُّسُلِ اَیْ مَاتَا عَلَی الْفَتْرَۃِ وَھٰذَا قَوْلٌ صَحِیْحٌ."

"اس قول میں انکے کفر پر تصریح نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد فترت پر فوت ہے، تو پیچھے (کتاب کے مقدمہ میں) تفصیلاً گزر چکا ہے کہ مجازی طور پر کفر کا اطلاق فترت پر ہوتا ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے "عَلٰی فَتْرَۃٍ مِنَ الرُّسُلِ" تو اب معنی ہوگا کہ وہ دونوں زمانہ فترت میں فوت ہوئے اور یہ قول صحیح ہے۔"

اس پر مزید عبارت سے تائید لاتے ہوئے کہتے ہیں:

"اَلَا تَرٰی کَیْفَ غَیَّرَ الْعِبَارَۃَ فِیْ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ فِیْ حَقِّہٖ مَاتَ کَافِرًا فَاَطْلَقَ عَلَیْہِ الْکَافِرَ حَیْثُ اَنَّہٗ بَلَغَہُ الدَّعْوَۃُ فَکَانَ کُفْرُہٗ حَقِیْقَتًا نَظْرًالظَّاھِرِ الشَّرْعِ وَلَمْ یُطْلَقْ ذٰلِکَ عَلَیْھِمَا فَلَمْ یَقُلْ مَاتَا کَافِرَیْنِ."

"کیا تم نے دیکھا نہیں، امام صاحب نے ابو طالب کے حوالے سے کہا وہ حالت کفر میں فوت ہوئے ان پر کافر ہونے کا اطلاق کیا، کیونکہ انہیں اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی اور ان کا کفر حقیقی تھا۔ لیکن والدین کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ حالت کفر میں فوت ہوئے۔" ("سدادالدین": ۱۰۹/۱۱۰)

۳: مولانا نجم الغنی رام پوری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ لکھتے ہیں اگر امام کے قول میں ہوتا "ماتا کافرین" تو گنجائش تعجب تھی حالانکہ "ماتا الکفر" واقع ہوا ہے اور اس میں بڑا فرق ہے۔

("تعلیم الایمان شرح فقه اکبر": ۴۵۸)

۴: مجدد اُمت حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ بھی اس عبارت کی یہی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"باعتبار اس مسلک (کہ وہ فترت پر فوت ہوئے) کے فقہ اکبر کی عبارت بھی صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں "مَاتَاعَلَی الْکُفْرِ" موجود ہے۔ انکی تعذیب کے بارے میں کچھ مذکور نہیں۔ اب صاف ظاہر ہوگیا کہ وہ ناجی ہوں گے۔ اگر دوسرا مسلک لیا جائے کہ وہ زندہ ہوکر ایمان لائے تو پھر یہ عبارت اسکے منافی نہیں، اگر تیسرا مسلک لیا جائے کہ وہ ملت ابراہیمی (ایمان اجمالی) پر تھے تو فقہ اکبر کی عبارت اسکے بھی منافی نہیں کیونکہ فقہ اکبر میں امام اعظم عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے عدم

ایمان تفصیلی کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔"

("تلخیص از فتاویٰ عزیزی": ۱=۲۹۵)

ملا علی قاری کی توبہ ورجوع

ان تمام جوابات کے علاوہ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی کہ ملا علی قاری علیہ الرّحمہ نے اس موقف سے توبہ کرلی تھی۔ محشی نبراس علامہ برخوردار قمطراز ہیں:

"فَقَدْ اَخْطَاءَ وَزَلَّ لَا یَلِیْقُ ذٰلِکَ لَہٗ نُقِلَ تَوْبَتُہٗ مِنْ ذٰلِکَ فِی الْقَوْلِ الْمُسْتَحْسَنِ."

"ملا علی قاری علیہ الرّحمہ سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی اور وہ پھسل گئے لیکن "القول المستحسن" میں موجود ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کرلیا تھا یعنی توبہ کرلی تھی۔"

("حاشیہ النبراس": ۵۲۲)

شرح شفاء سے تائید

اس بات کی تائید خود انکی کتاب "شرح الشفاء" کے بعض نسخوں سے بھی ہوتی ہے۔ اسکے دونوں مقامات ملاحظہ کرلیجئے:

الشیخ مصطفیٰ الحمامی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں کہ شرح شفاء میں ملا علی قاری نے جو گفتگو کی ہے اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کرلیا تھا۔ شرح شفاء کے وہ دو مقامات یہ ہیں۔

۱: ایک مقام پر قاضی عیاض علیہ الرّحمہ نے بیان کیا کہ "ذی المجاز" کے مقام پر سواری کی حالت میں ابو طالب نے حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کیا کہ مجھے سخت پیاس محسوس ہورہی ہے مگر پانی نہیں۔ اس پر نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے سواری سے اُتر کر زمین پر پاؤں مارا وہاں سے پانی نکل آیا۔ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا چچا! یہ پانی پی لو۔ اسکی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

"وَاَبُوْطَالِبِ لَمْ یَصِحَّ اِسْلَامُہٗ وَاَبَوَیْہِ فَفِیْہِ اَقْوَالٌ وَالْاَصَحُّ اِسْلَامُھُمَا عَلٰی مَااتَّفَقَ عَلَیْہِ الْاَجِلَّۃُ مِنَ الْاُمَّۃِ،

"ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں مگر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کے بارے میں مختلف اقوال میں مختار یہی ہے کہ وہ مسلمان تھے امت کے اکابر کا اس پر اتفاق ہے۔"

("شرح الشفاء": ۱=۲۰۱)

۲: دوسرے مقام پر ملا علی قاری اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اَمَّامَا ذَکَرُوْامِنْ اِحْیَآئِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَبَوَیْہِ فَالْاَصَحُّ وَقَعَ عَلٰی مَا عَلَیْہِ الْجَمْھُوْرُ الثِّقَاتُ کَمَا قَالَ السُّیُوْطِیُّ فِیْ رِسَآئِلِہٖ."

"علماء نے حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کریمین کا زندہ ہوکر اسلام قبول کرنا بیان کیا ہے۔ یہی مختار ہے۔ جمہور علماء اُمت کی یہی رائے ہے۔ امام سیوطی علیہ الرّحمہ نے اس موضوع پر متعدد رسائل تصنیف کئے ہیں۔"

("شرح الشفاء": ۱=۲۴۸)

یاد رہے کہ "شرح شفاء" ملا علی قاری کی آخری تصانیف میں سے ہے۔ یہ نسخہ "شرح الشفاء" استنبول ۱۳۱۶ھ کا مطبوعہ فقیر کے پاس موجود ہے۔

اھم نوٹ!

معزز قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ہمارا ایڈریس تبدیل ہوگیا ہے۔ لہٰذا آئندہ خط و کتاب اور ترسیل زر کیلئے درج ذیل پتہ نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

دفتر ماہنامہ "اہلسنت" الجامعۃ الاشرفیۃ، محلّہ علی مسجد مرکزی، گجرات۔ فون نمبر: 0333.8403147/053.3512935

ہیچ اُس کے آگے رفعتِ ہفت آسمان ہے
مخدومہ ومعظمۂ ہر جہان ہے

اُس کا وُجود نازشِ کون ومکان ہے
ہر پرچم عظمت سے بلند اس کا علم ہے

اظہار کرے مرتبت ومنزلت اسکی
ہر اوج ہر اجلال سے بیش اس کا حشم ہے

خاتم ہے رسل کا جو، ہے نورِ نظراس کا
اس سے بشریت کو ملی عزت وتوقیر

بیٹا ہے جو اس کا وہ شہنشاہ اُمم ہے
یہ بزم گل وآب تھی ظلمات سراسر

انسان کو حق فہم وخود آگاہ بنایا
انسان کرے اس کی صفت جو بھی وہ کم ہے

وہ اُمِ مصطفیٰ ہے بڑی اُس کی شان ہے
ماں ہے حبیبِ حق کی بڑی اُس کی شان ہے

وہ مادرِ نبی ہے بڑی اُس کی شان ہے
دہلیز پہ اس کی سرِ ہر سروری خم ہے

یارائے تکلم ہے نہ توفیقِ قلم ہے
وہ مادر سلطان حرم ہے

قائد ہے جو نبیوں کا، ہے لختِ جگر اس کا
کرتی ہے ادا شکریہ نوعِ بشر اس کا

وہ مادر سلطان حرم ہے
فرزند نے اس کے کیا روشن اسے آکر

کیا اور ہو احسان اس احسان سے بڑھکر
وہ مادر سلطان حرم ہے

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

مزارات و مقابر کے بارے میں عُلمائے دیوبند کا اپنے مسلک سے انحراف

از: اہلسنت ادیبِ شہیر حضرت پیر سید محمد فاروق القادری عالمی تحقیقی سلسلہ

فقہی بحثوں سے قطع نظر یہ ایک تاریخی اور ارتقائی حقیقت ہے کہ مسلم اُمت نے مقابر و مزارات کو ابتداء سے مناسب اہمیت دی ہے جہاں اس نے عام مسلمانوں کی قبروں کی دیکھ بھال اور اسلامی سال کے پہلے مہینے محرم الحرام میں انکی مرمت کا تسلسل جاری رکھا ہے، وہاں اس نے اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے مزارات کو عقیدت اور احترام کی نگاہوں سے دیکھا ہے شاہ ہوں کہ گدا انہوں نے اللہ والوں کے مزارات کی شایانِ شان تعمیر، انکی تزئین و آرائش میں دلچسپی اور مزارات سے متصل مساجد و مدارس اور زائرین کیلئے مکانات کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔

ہماری پندرہ سو سالہ تاریخ کا کوئی عرصہ ایسا نہیں ملتا جسمیں مسلمانانِ عالم کے اس تعامل میں وقفہ آیا ہو یہ سلسلہ کسی علاقے یا خطے تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ مسلمانوں کا یہ عمل وقت اور علاقے کی قید کے بغیر ہمیشہ جاری و ساری رہا ہے اگر بقول علمائے دیوبند یہ کوئی جرم ہے تو پھر چند مولویوں کو چھوڑ کر ملّت اسلامیہ اسے برابر متواتر اور مسلسل کر رہی ہے۔ اب کسی میں اتنی ہمت ہو تو وہ ساری امت کی اکثریت کو بدعتی اور خطا کار ہونے کا فتویٰ داغ دے مگر ایسے فتوے کے نتائج و عواقب پر سوچ لیا جائے۔

بعض مقامات پر مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے مسلمہ بزرگوں نے اپنے روضے خود تعمیر کرائے ہیں اس سلسلے میں شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا ملتانی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ ایسی قد آور شخصیت کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

راقم السطور تاریخ و ادب کا ایک ادنیٰ طالب علم ہے پورے وثوق سے کہتا ہے کہ مزارات و مقامات کے بارے میں منفی رویہ اور انہیں توڑ پھوڑ نے اور گرانے کی حد تک جانا شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کے بعد شروع ہوا ہے بالخصوص جب اس تحریک نے اپنے نظریات پر مبنی بادشاہت قائم کر لی اور حرمین پر قبضے کے بعد اس نے انتہائی بے دردی سے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے مزارات کو زمین بوس کر دیا، اس سے پہلے اس بارے میں کسی بحث و تمحیص کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

حیرت ان سادہ لوح "اہلیان مسجد" پر ہے جو اللہ کی زمین پر اسکی حکمرانی کی بجائے انسانوں کی موروثی بادشاہت اور حکومت پر تو خوشی کے شادیانے بجاتے رہے ہیں قیصر و کسریٰ کی سنت کو تازہ کرنیوالے صاحبان کی تو قصیدہ خوانیاں کرتے آئے ہیں۔ یہاں نہ توحید میں خلل آیا ہے نہ مالک حقیقی کی بادشاہی میں انسان شریک ہوئے ہیں نہ انہیں انسانوں پر انسانوں کی حکومت میں نقص نظر آیا ہے۔ البتہ صحابہ کرام اور اہلبیت کے مزارات کو مٹانے سے انکے نزدیک توحید کا علم بلند ہو گیا شرک کا استیصال ہو گیا ہے۔

سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم بجا طور پر اسوۂ کامل بن کر آئے تھے۔ آپکا مزارِ اقدس حجرۂ منورہ میں بنایا گیا تو خلیفہ راشد سیدنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہر سال اسے لیپا پوتی کرنے میں کبھی دریغ نہیں فرمایا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ راشد مزارِ اقدس پر موجود عمارت کو شکست و ریخت سے محفوظ کر کے اسکی عمر بڑھانا چاہ رہے تھے۔ آپ ہی کے مبارک دور میں عراق فتح ہوا تو کچھ انبیاء کرام کے مزارات پر عمارتیں بنی ہوئی تھیں جنہیں بدستور باقی رکھا گیا۔

دوسری صدی ہجری سے عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں اولیاء اللہ اور مشائخ کے مزارات پر عمارتوں کے آثار مل جاتے ہیں علمائے دیوبند عموماً سلسلۂ چشتیہ یا سلسلۂ قادریہ

سے اپنا رُوحانی تعلق قائم کرتے ہیں دونوں سلاسل کے کونسے قابل ذکر مشائخ ہیں جن کے مزارات پر روضے نہیں ہیں ان میں سے بعض عمارتوں کو بنے ہوئے ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔

یہاں اس وضاحت کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارے جلیل القدر ائمہ علماء، محدّثین، مفسرین صوفیاء، بزرگانِ دین کے مزارات انہی گنبدوں، مقبروں اور عمارات میں حاضری دیتے آئے ہیں نجد سے اُٹھنے والی تحریک سے پہلے کسی اعتراض وانکار کی بڑی روایت نہیں ملتی۔ کیوں فرض کرلیا جاتا ہے کہ جن صاحبانِ محبت و نسبت لوگوں نے کروڑوں روپے خرچ کرکے بزرگانِ دین کے مزارات تعمیر کروائے جن مسلمانوں نے مصر، عراق، اُردن، شام، برصغیر، افغانستان میں اولیاءاللہ کے مزارات پر خوبصورت عمارتیں بنوائیں وہ سارے بدعتی، غلط کار اور اسلام سے ناواقف تھے؟ یہ اسلام کا کون سا ایڈیشن ہے جس نے بارہ سو سال تک سارے مسلمانوں کے سامنے اپنے رُخ سے پردہ نہیں ہٹایا۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجی ست

سخت خیال اور نرم مزاج لوگ ابتداء ہی سے چلے آئے ہیں مگر یہ روح فرسا اور جگر پاش تحریک محمد بن عبدالوہاب نجدی ہی نے اُٹھائی جس نے ہماری تاریخ کے ایک سنہری دور کو جانوروں کی طرح پامال کیا۔

یہ عجیب طرفہ تماشاہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک اُٹھی تو تمام علمائے دیوبند اس کے شدید ترین ناقدین میں سے تھے۔ مولانا سید حسین احمد مدنی نے الشہاب الثاقب میں شیخ نجدی کیلئے خبیث اور شیطان کے الفاظ استعمال کئے تمام علمائے دیوبند نے حرمین کے علماء کو اپنی صفائی میں جو کتاب اپنے دستخطوں سے مزین کرکے پیش کی اسی "المھند علی المفند" میں وہ شیخ نجدی کے بارے میں کہتے ہیں۔

پوچھا گیا کہ:

محمد بن عبدالوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو کو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا اسکے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

جواب میں دیوبند فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک انکا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے (خوارج کے بارے میں) فرمایا ہے اور علامہ ابن عابدین شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے۔

"جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین پر متغلب ہوئے اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں۔ اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بناء پر انہوں نے اہلسنت اور علمائے اہلسنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔" ("المھند علی المفند": ۱۸، ۱۹)

اسی طرح علمائے حرمین نے علمائے دیوبند سے ایک سوال میں پوچھا کہ کیا صوفیاء کے اشغال میں مشغول اور ان سے بیعت ہونا تمہارے نزدیک جائز اور اکابر کے سینہ اور قبر کے باطنی فیضان کے تم قائل ہو یا نہیں اور مشائخ کی روحانیت سے اہل سلوک کو نفع پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب میں علمائے دیوبند فرماتے ہیں:

ہم اور ہمارے مشائخ بیعت میں داخل اور ان کے اشغال کے مشاغل ہیں مشائخ کی روحانیت سے استفادہ ان کے سینوں اور قبروں کے باطنی فیض کا پہنچنا بے شک صحیح ہے۔

("المھند": ۱۸)

قبریں ہوں گی تو ان سے فیضان بھی ہوگا قبروں کو نیست ونابود کرنے کی تحریک پر علمائے دیوبند نے محض سعودی حکومت کی خوشنودی کیلئے چپ سادھ لی ہے تو وہ اپنے اکابرین کے عقائد ونظریات سے دستبرداری کا صاف اعلان کریں۔

المھند علی المفند میں چھٹا سوال بہت مزیدار ہے خیال رہے کہ المھند پر تصدیق کرنیوالے علماء میں شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا عزیز الرحمن، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبدالرحیم، مولانا حکیم محمد حسن، مولانا حبیب الرحمن، مولانا محمد احمد، مفتی کفایت اللہ، مولانا عاشق الٰہی، مولانا مسعود احمد بن مولانا رشید احمد گنگوہی ایسے بیسیوں اکابر علمائے دیوبند ہیں۔

پوچھا گیا:

کیا جائز ہے مسجد نبوی میں دُعا کرنے والے کہ قبر

شریف کیطرف منہ کرکے کھڑا ہو اور حضرت کا واسطہ دے کر حق تعالیٰ سے دُعا مانگے۔

متفقہ جواب میں انہوں نے فرمایا:

امام ابو حنیفہ نے حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت کی ہے کہ سنت ہے کہ تم جب قبر شریف پر حاضر ہو تو قبر مطہر کیطرف منہ کرکے اس طرح کہو "آپ پر سلام نازل ہو اے نبی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ! اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکات نازل ہوں۔"

ایک دوسری روایت میں امام ابو حنیفہ کو اس طرح فرماتے سنا کہ جب ابو ایوب سختیانی مدینہ منورہ میں آئے تو میں وہیں تھا میں نے کہا صرف میں دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتے ہیں سو انہوں نے قبلہ کی طرف پشت کی اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کے چہرہ مبارک کی طرف اپنا منہ کیا اور بلا تصنع روائے۔ اسے نقل کرکے علامہ قاری فرماتے ہیں:

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہی صورت امام صاحب کی پسند کردہ ہے۔

اولیٰ یہی ہے کہ زیارت کے وقت چہرہ مبارک کی طرف منہ کرکے کھڑا ہونا چاہئے۔ اور یہی ہمارے نزدیک معتبر ہے۔ اور اسی پر ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عمل ہے اور یہی حکم دُعا مانگنے کا ہے جیسا کہ امام مالک سے مروی ہے۔

("المہند": ۱۴،۱۵)

کیا علمائے دیوبند کا پچاس سال سے یہ دلخراش اور جگر سوز منظر نہیں دیکھ رہے کہ ہر وقت دو انتہائی بد شکل مولوی نما بھینسے انتہائی گستاخانہ انداز میں سرورِ عالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کے رُخ انور کی طرف انتہائی بے حیائی کیساتھ پیٹھ کئے ہوئے لوگوں کو جالی مبارک سے پرے ہٹانے کیلئے عاشقانِ نبوی کے سینوں پر مونگ دَل رہے ہوتے ہیں۔

اگر عاشقانِ نبوی کو اس در ودیوار سے دُور رکھنا ضروری بھی ہے تو اس کیلئے کوئی مہذب طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا؟ اگر علمائے دیوبند حیات النبی کے قائل ہیں تو وہ ایک لمحے کیلئے تصور بھی کرسکتے ہیں کہ کوئی مسلمان یوں حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کے رُخ انور کو پیٹھ دے کر برابر ڈھٹائی کیساتھ کھڑا رہے۔ یہاں پر کہاں جاتی ہیں حضرات دیوبند کی وہ کہانیاں جو سادہ لوح لوگوں کو عقیدتیں حاصل کرنے کیلئے بیان کی جاتی ہیں۔

(حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں)

یوں تو "المهند علی المفند" ایک ایسی کتاب ہے جس پر اگر صدق دل سے عمل کرلیا جائے تو بہت حد تک دینی اختلافات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ تاہم اسکا ایک حوالہ دیئے بغیر میں آگے بڑھ نہیں پارہا، اور وہ یہ سوال ہے جو دیگر سوالات کی طرح علمائے حجاز نے علمائے دیوبند سے پوچھا کہ:

کیا وفات کے بعد جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کا توسّل لینا دُعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء اور اولیاء اللہ کا توسّل بھی جائز ہے یا ناجائز؟

علمائے دیوبند بیک زبان اسکا جواب یوں پیش کرتے ہیں:

"ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دُعاؤں میں انبیاء، صلحاء، شہداء، اور صدیقین کا توسّل جائز ہے انکی حیات میں یا بعد وفات بایں طور کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دُعا کی قبولیت اور حاجت بر آری چاہتا ہوں۔"

("المہند": ۱۳)

شیخ العرب والعجم شاہ امداد اللہ مہاجر مکی کا منظوم شجرہ چشت جس میں ہر بزرگ کا واسطہ دیکر اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ہے۔ مولانا تھانوی کی مناجات مقبول میں ضروری نصائح کے ضمن یہ نصیحت کہ اولیاء کے مزارات سے مستفید ہورہے ہیں۔ (مناجات مقبول، ادارہ اسلامیات، لاہور،۱۴۸)

آمدم بر سر مطلب

اس ساری تمہید سے میرا مقصد یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے زیر اثر جو تحریک اُٹھی اور جس نے اپنے عقائد و نظریات کی اشاعت کیلئے ایک بادشاہت قائم کی، اسکے ہاں نہ صرف تصوف شجر ممنوعہ ہے بلکہ اس کے عمائدین تو اپنے علاوہ کسی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ وہ کھلے عام قبروں کو ملیامیٹ کرنے کی بات کرتے ہیں۔ بلکہ خاکم بدھن وہ تو سبز گنبد علی صاحبھا التحیہ والتسلیم کو میلی نظروں سے دیکھتے ہیں وہ سلاسل تصوف کو شرک قرار دیتے ہیں بیعت وارشاد کو حرام

سمجھتے ہیں۔ حال ہی میں "القول البليغ فی الرد علی جماعت التبلیغ" کے نام سے مکہ مکرمہ سے جو ضخیم کتاب عربی زبان میں چھپ کر آئی ہے اس میں اکابرین دیوبند کو نام لے لے کر شرک و کفر کا مبلغ قرار دیا گیا ہے۔ مولانا سید حسین احمد مدنی کے حق میں خبیث اور شیطان جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اکابرین دیوبند کو بدعتی، مشرک اور نہ جانے کیا کیا کچھ سطر سطر میں کہا گیا ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جو الزامات علمائے دیوبند، علمائے اہلسنت پر عائد کرتے ہیں علمائے نجد نے بعینہ وہی الزام علمائے دیوبند پر دہرائے ہیں۔

سچ ہے چاہ کن راہ چاہ درپیش

اس پر علمائے دیوبند نے حیرت انگیز طور پر خاموشی اختیار کرلی ہے، فاضل بریلوی نے کچھ عبارات پر گرفت کی تھی تو صدی گزرنے کو آئی ہے مگر انہیں ابھی تک نہیں بخشا گیا، مگر فاضل بریلوی سے دہ چند زیادہ الزامات اور سنگین الفاظ استعمال کرنے والے حضرات کے خلاف گھمبیر خاموشی ہے۔

علمائے دیوبند نے وقتی فوائد کی خاطر بڑا نقصان برداشت کیا ہے؟ جو اسکی مالی اعانت اور سرپرستی کی صورت میں ایک حکومت کر رہی ہے۔ یا ان کے موقف میں تبدیلی آئی ہے؟ جہاں تک راقم السطور کے ناقص مطالعے اور مشاہدے کا تعلق ہے وہ لگی لپٹی کے بغیر عرض کرتا ہے کہ اکابر علمائے دیوبند کی اکثریت معروف اصطلاح کے مطابق مزاجاً اور عملاً بریلوی ہی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی کے ہاں ان کے مقابلے میں شریعت وسنت کی حاکمیت اور اس پر عمل کا زیادہ طنطنہ موجود ہے، علمائے دیوبند اپنے آپکو سلسلۂ چشتیہ اور سلسلۂ قادریہ سے منسوب کرتے ہیں، فریقین کے نزدیک سلسلۂ چشتیہ اور سلسلۂ قادریہ کے مسلمہ بزرگوں کے مزارات پر عالیشان گنبد بنے ہوئے ہیں۔ یہ کہنا اپنے آپکو دھوکا دینے والی بات ہے کہ یہ گنبد بعد والوں نے بنائے ہیں۔ یہ بعد والے کون تھے؟ کیا وہ ہمارے سلاسل کے رہنما نہ تھے؟ بیشتر مزارات کے گنبد ایک ہزار سال، آٹھ سو سال، پانچ سو سال قبل بنے تھے۔ تو کیا وہ سارے بریلوی تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ علمائے دیوبند کی نئی نسل نے علمائے سلف کے مطابق روکھی سوکھی پر گزارہ کرنے کی بجائے پُر تعیش زندگیوں، یونیورسٹی انداز کے قلعہ نما مدارس قیمتی گاڑیوں اور دیگر سہولتوں کی بڑھتی ہوئی ضروریات کیلئے ایک ایسے مکتب فکر سے سمجھوتہ کرلیا ہے جو انکے بزرگوں کے بالکل برعکس نظریات کا حامل اور عامل ہے۔ البتہ اس مکتب فکر کو یہ ترجیح حاصل ہے کہ وہ تمام مذکورہ ضروریات کو پورا کرنے کی اہلیت اور صلاحیت سے بہرہ ور ہے۔ اسلئے کہ اس کے پیچھے تیل کی بے پناہ دولت ہے اور وہ اپنے نظریات کو ہر ذریعے سے دُنیائے اسلام میں پھیلانے کا شدید خواہش مند ہے، ممکن ہے کہ اس طرح انہیں کچھ مادی فوائد حاصل ہو جائیں مگر فردائے آخرت میں انہیں اپنے بزرگوں کے سامنے شرمندگی اُٹھانا پڑیگی۔

مزارات پر جانے اور اُن سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کا عمل مسلمانوں کا تقریباً اجماعی طرز عمل ہے اس سے نہ استحقاق عبادت میں غیر اللہ کی شرکت ہے۔ اور نہ واجب الوجود میں کسی قسم کی شرکت۔ حیرت در حیرت ہے کہ اسے شرک کس طرح کہہ دیا جاتا ہے؟

سرورِ عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کی والدۂ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا کے مزار مقدس کو یوں بے دردی سے بلڈوزر کرنا ایک ایسا دلخراش واقعہ ہے جسے ایک سچا مسلمان کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اگر مسلمانانِ عالم زیارت کی خاطر وہاں جارہے تھے تو اس سے توحید کو کیا خطرہ لاحق ہو گیا تھا؟

جن لوگوں نے اپنے خیال میں یہ معرکہ سرانجام دیا ہے وہ اس سے پہلے صحابہ کرام اور اہلبیت عظام کے مقدس مزارات ومقابر کو اپنا نشانہ بنا چکے تھے۔ قدرت کی ڈھیل ختم ہونے والی ہے ایسے لوگوں کے حساب کتاب کی گھنٹی بج رہی ہے۔

صرف دردمندانہ التماس ہے کہ علمائے دیوبند اپنے رویے کا جائزہ لے لیں۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتومے گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال

☆ ☆ ☆

قاسمِ رشد وہدیٰ ہیں والدین مصطفیٰ — پیکرِ صدق وصفا ہیں والدین مصطفیٰ

باپ ہیں اللہ کے بندے، ماں امانتدار ہیں — متقین وحق نما ہیں والدینِ مصطفیٰ

پشت بھی پاکیزہ تھی اور رحم بھی پاکیزہ تر — حاملِ نورِ خدا ہیں والدین مصطفیٰ

اُن کے ایماں پر کرے جو شک وہ خود مومن نہیں — مومنین وپارسا ہیں والدین مصطفیٰ

کوئی مانے یا نہ مانے پر مرا ایمان ہے — اہلِ زہد واتقا ہیں والدین مصطفیٰ

کم نہیں ختم الرسل کی والدینی کا شرف — فخر کرنے میں بجا ہیں والدین مصطفیٰ

دہر میں یوں تو کروڑوں اور بھی ماں باپ ہیں — والدینِ مصطفیٰ ہیں والدین مصطفیٰ

میرے اسلاف اور مری آئندہ نسلوں کیلئے — ہر قدم پہ رہنما ہیں والدین مصطفیٰ

اُن کا رُتبہ اُن کے بیٹے مصطفیٰ سے پوچھئے — کب ہمیں معلوم، کیا ہیں والدین مصطفیٰ

میں نے لکھی ہے بہ اُمید شفاعت منقبت — مجھ گدا کا حوصلہ ہیں والدین مصطفیٰ

اُن کے ہاں فیضان کھولی مصطفیٰ نے چشم نور — راستی کا سلسلہ ہیں والدین مصطفیٰ

فیض رسول فیضان

انسانوں کی رشد وہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین کا ایک نورانی قافلہ دُنیا میں بھیجا جو اپنے اپنے دَور میں زمانہ کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا آفاقی پیغام بندوں تک پہنچاتے رہے۔ اور انہیں مذہب حق کی تعلیم دے کر شرک وبدعت اور فسق وفجور سے نجات دلاتے رہے۔ انبیاء ومرسلین کا یہ زریں سلسلہ ختم ہونے کے بعد اسکی ذمہ داری ان کے وارثین علماء وصلحاء پر آن پڑی ان حضرات نے بلا کم وکاست اسی پیغمبرانہ اُصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انسانوں کی راہنمائی اور ہدایت کا فریضہ انجام دیا اور گم گشتگان راہ ہدایت کو صراط مستقیم سے ہمکنار کرنے کی ہر ممکن جدوجہد فرمائی۔ عالم اسلام میں ایسے بندگانِ خدا جنہوں نے حق وصداقت کا پرچم بلند کیا انکی ایک طویل فہرست ہے لیکن ہندوستان میں جن مشائخ اور بزرگانِ دین نے اشاعت دین حق کا اہم فریضہ انجام دیا، ان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (م ۶۳۳ھ)، حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی ناگوری (م ۶۰۳ھ) حضرت قطب الدین بختیار کاکی (م ۶۳۳ھ)، حضرت سیدنا سالار مسعود غازی (م ۴۲۵ھ)، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی (م ۷۲۵ھ)، حضرت علاؤالدین صابر کلیری (م ۶۹۰ھ)، حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری (م ۷۵۶ھ)، اور حضرت سیدنا شیخ نصیر الدین چراغ دہلی (م ۷۵۷ھ) عَلَیْهِمُ الرَّحْمَة وَالرِّضْوَان کے اسمائے گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے جس طرح شبانہ روز جدوجہد اور مخلصانہ عمل سے مذہب حق کی نشر واشاعت فرمائی اور بندگانِ خدا کے دلوں کو آلائشوں سے پاک کرکے ایمان کی روشنی سے منور کیا وہ خود ایک تفصیلی بحث کا متقاضی ہے۔ اس بحث کو میں کسی اور موقع کیلئے اُٹھا رکھتا ہوں۔ ذیل میں انکی دینی وتبلیغی سرگرمیوں کا ذکر اس حیثیت سے کیا جارہا ہے کہ آج سرزمین ہند پر جو اسلام کی تابانی نظر آرہی ہے وہ انہی حضرات کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے اسلئے بندگانِ خدا کی ایک بھاری جمعیت انکی زندگی ہی میں ان حضرات کی معتقد ہوئی اور حلقہ ارادت میں شامل ہوکر فیوض وبرکات سے اپنے آپکو مالا مال کیا فیوض وبرکات کا وہ چشمہ ان مقربین بارگاہِ الٰہی کے آستانہ سے آج بھی جاری ہے اسلئے باشندگانِ ہند بلا تفریق مسلک وملت ان نفوس قدسیہ کی بارگاہ میں حاضری دیکر انکے توسل سے بارگاہِ قاضی الحاجات میں اپنا استغاثہ پیش کرکے رحمتِ الٰہی کے طلبگار ہوتے ہیں۔ چونکہ ان بزرگانِ دین کے واسطے سے دعائیں جلد مقبول ہوتی ہیں اسلئے عقیدتمندوں اور پریشان حال بندگانِ خدا کی بھیڑ ان بزرگوں کی بارگاہ میں ہمیشہ جمع رہتی ہے۔ لیکن دیکھا یہ گیا کہ معتقدین ان اولیاء اللہ کی بارگاہ میں مخلصانہ انداز میں حاضری دیتے ہیں اور فرط عقیدت میں بہت سے ایسے امور کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں جن کی شریعت مطہرہ قطعاً اجازت نہیں دیتی لہٰذا ضروری ہے کہ مزارات پر حاضری کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھ کر ان بزرگانِ

دین کی بارگاہ میں حاضری دی جائے تا کہ انکے فیوض وبرکات اور نگاہ لطف کے ہم زیادہ سے زیادہ حقدار ہو سکیں۔

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ بزرگانِ دین کی قبروں کی زیارت سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور مرنے گلنے کو یاد دلاتی ہے اسلئے بعض ارباب دین ودانش نے مزارات کی حاضری کو مستحب اور بعد نے واجب لکھا ہے۔ ابتدائے اسلام میں سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے زیارت قبور کو دووجہوں سے منع فرمایا تھا۔

ا: بتوں کی عبادت سے مشابہت کا خوف۔

۲: اسکا اندیشہ کہ لوگ زمانۂ جاہلیت جیسے قول وفعل کے کہیں مرتکب نہ ہوں۔ پھر جب اسلام کے قوائد وضوابط منضبط ہو گئے تو پیغمبر اسلام نے یہ حکم منسوخ فرمادیا سنن ابی داؤد میں حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا:

''تم کو میں نے قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم انکی زیارت کرو۔''

(''سنن ابی داؤد'': کتاب الجنائز ،جلد: دوم، صفحہ: ۴۶۱)

یہ حدیث شریف مسلم شریف میں حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، مسند احمد میں حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهُ الْکَرِیْم اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے مگر مؤخر الذکر روایت کے الفاظ کچھ زائد ہیں جس کا مطلب یہ ہے:

''اللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ فرماتے ہیں۔ میں نے تمہیں زیارت قبور سے روکا تھا اب اجازت دیتا ہوں کیونکہ اس سے دل میں زہد پیدا ہوتا ہے اور آخرت یاد آتی ہے۔'' (''سنن ابی ماجہ'': کتاب الجنائز ، حدیث: ۱۵۷۱، جلد: اول، صفحہ : ۵۰۱)

انہی احادیث کریمہ کی روشنی میں علمائے کرام اور اساطین دین وملت نے مزارات کی زیارت اور اس سے اکتساب فیض کو امر مباح اور کارِ ثواب لکھا ہے۔ صدر الصدور دہلی حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزردہ (م ۱۲۸۵ھ) نے اپنی کتاب ''منتهى المقال في شرح حديث لا تشد الرحال'' جو حدیث'' شد رحال '' کی شرح ہے اور ''روضۂ رسول پر حاضری'' کے عنوان سے حضرت مولانا شاہ حسین گردیزی کے ترجمہ کیساتھ شائع ہو چکی ہے اسکے مصنف نے بھی عقلی ونقلی دلائل کے ذریعے اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کو امر مستحسن اور ان سے استمداد واستعانت کو جائز اور امر مباح لکھا ہے۔ مصنف کتاب امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جب زائر قبر کے قریب ہوتا ہے تو اسکے نفس کو قبر کیساتھ ایک خاص تعلق ہوتا ہے، اور اسی طرح صاحب قبر کو زائر سے تعلق ہوتا ہے۔ اس طرح دونوں نفوس میں دو قسم کے تعلق ہوتے ہیں۔ ا: مقابلہ معنوی، ۲: علاقہ خاص۔ اور اگر صاحب قبر کا نفس زیادہ قوی ہو تو زائر کا نفس استفادہ اور استفاضہ کرتا ہے۔'' (''منتهى المقال في شرح حديث لا تشد الرحال'': ص: ۳۵)

اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری اور ان سے اکتساب فیض وبرکت کو عالم اسلام کا بڑا طبقہ جائز و مستحسن ہی صرف نہیں سمجھتا ہے بلکہ عملی طور پر اسے انجام بھی دیتا ہے اور انکی حاضری کا مقصد تقریباً یہی ہوتا ہے کہ صاحبان مزار کی ارواح طیبات سے استعانت کرکے اپنی پریشانیاں اور مشکلات دور کرے۔ علماء اسلام نے صاحب قبر سے استمداد واستعانت کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ استعانت کی دو قسمیں ہیں:

ا: استعانت حقیقی، ۲: استعانت غیر حقیقی

ا: استعانت حقیقی یہ ہے کہ جس سے مدد چاہیں اسے قادر بالذات ومالک ومستقل وغنی وبے نیاز جانیں کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ اس معنی کا غیر خدا کیساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے۔

۲: استعانت غیر حقیقی یہ ہے کہ جس سے مدد کا خواہاں ہو اسے وصول فیض کا ذریعہ اور قضائے حاجت کا ذریعہ ووسیلہ

جانے اور یہ قطعاً حق ہے۔ خود ربُّ العزت نے قرآن میں حکم فرمایا:

"وَابْتَغُوا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَة."

اس وجہ سے اہل اسلام انبیاء واولیاء کرام سے استعانت کرتے ہیں۔"

("عقائد اسلام": (العقیدۃ الحسنۃ)، ص: ۲۱۹)

امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری (م ۱۳۴۰ھ) نے بھی اولیاء اللہ کو واسطۂ وصول فیض ووسیلہ قضائے حاجات جانا ہے وہ فرماتے ہیں:

"وَابْتَغُوا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَة" اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو بایں معنی استعانت بالغیر ہرگز اس حصر "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن" کے منافی نہیں۔" ("برکات الامداد لاہل الاستمداد": ص: ۲)

استعانت کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی وجہ یہی ہے تا کہ ہر طرح کی استعانت کو شرک نہ قرار دیا جاسکے اور اگر یہ تقسیم نہ کی جائے تو حدیث قرآن میں جہاں غیر اللہ سے استعانت کا حکم آیا ہے وہاں کیا توضیح کی جائے گی جیسے:

"اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ."

"نماز اور صبر سے مدد طلب کرو۔" (البقرہ: ۴۵)

"وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى."

"آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔"

(المائدہ: ۲)

اگر استعانت صرف خدا تعالیٰ سے ہی جائز ہے تو اس آیت میں کیا صبر اور نماز خدا ہیں؟ جن سے مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر غیر خدا سے استعانت مطلقاً حرام و ناجائز ہے تو اس فرمان الٰہی کا کیا حاصل؟

احادیث کریمہ میں بھی مختلف چیزوں سے مدد طلب کرنے کیلئے کہا گیا ہے۔ احایث نبوی میں جہاں جہاں غیر خدا سے استعانت کا حکم دیا گیا اسکی ایک طویل فہرست " برکات الامداد لاھل الاستمداد" نامی کتاب میں امام اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری عَلَیْهِ الرَّحْمَۃ وَرِضْوَان نے دی ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے اللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ فرماتے ہیں:

"استعینوا بالغدوۃ والروحۃ وشیء من الدجلۃ."

"صبح وشام اور رات کے آخری حصے سے مدد طلب کرو۔" ("الجامع الصحیح للبخاری": جلد: اول، صفحہ: ۱۰)

"استعینوا بطعام السحر علی الصیام النہار."

"دن میں روزہ رکھنے کیلئے طعام سحر سے مدد طلب کرو۔" ("ابن ماجہ": جلد: اول، باب: ۲۲، حدیث: ۱۶۹۳)

"استعینوا علی الرزق بالصدقۃ."

"رزق پر صدقہ سے مدد چاہو۔"

("برکات الامداد": ص: ۸)

اس طرح متعدد احادیث میں استعانت اور اسکے متعلقات استعمال ہوئے جس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ کریمہ میں جہاں بھی یہ الفاظ آئے ہیں اگر اسکا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے تو اس استعانت سے "استعانت حقیقی" اور جہاں استعانت کا تعلق غیر اللہ سے ہے وہاں استعانت سے مراد "استعانت غیر حقیقی" ہے۔

مزارات اولیاء سے استمداد واستعانت کیسے کی جائے اسکا طریقہ کیا ہوگا اس سلسلے میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی عَلَیْهِ الرَّحْمَۃ ایک سائل کو مزارات اولیاء سے استمداد کا طریقہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بزرگوں سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ اس بزرگ کی قبر کے سرہانے کی جانب قبر پر انگلی رکھے اور شروع سورۃ بقر سے "مفلحون" تک پڑھے پھر قبر کی پائنتی کی طرف جاوے اور "آمن الرسول" آخر سورہ تک پڑھے اور زبان سے کہے کہ اے میرے حضرت فلاں کام کیلئے درگاہِ الٰہی میں دُعا والتجا کرتا ہوں آپ بھی دعا کریں پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی حاجت کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا والتجا کرے۔"

("مجموعۂ کمالات عزیزی": ص: ۲۹)

حضرت امام شافعی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ (م ۲۰۴ھ) کا یہ معمول رہا ہے کہ جب وہ بغداد تشریف لے جاتے تو حضرت امام ابو حنیفہ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ وَرِضْوَان (م ۱۵۰ھ) کے مزارِ اقدس پر ضرور تشریف لے جاتے اور ان سے استمداد واستعانت کرتے۔ حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی (م ۹۷۳ھ) اپنی کتاب "الخیرات الحسان" میں لکھتے ہیں:

''ہمیشہ سے علماء اور اہل حاجت کا داب (طریقہ) رہا کہ وہ آپکی قبر مبارک کی زیارت کرتے اور اسکے وسیلے سے قضائے حاجت چاہتے اور اس ذریعہ سے کامیابی کا اعتقاد رکھتے اور منہ مانگی مراد پاتے تھے۔ از انجملہ رکن اسلام حضرت امام شافعی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ ہیں کہ جب بغداد میں فروکش تھے۔ فرمایا کہ میں امام ابو حنیفہ سے برکت لیتا ہوں انکی قبر مبارک کی زیارت کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھ کر انکی قبر کے پاس جاتا ہوں خداوندِ عالم سے وہاں دُعا کرتا ہوں تو فوراً حاجت روائی ہوتی ہے۔''

("جواہر البیان": ترجمہ الخیرات الحسان، ص: ۱۲۲)

محقق علی الاطلاق سیدنا شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ (م ۱۰۵۲ھ) کا ہندوستانی مسلمانوں پر زبردست احسان ہے کہ انکی ذات مستودہ صفات سے یہاں اشاعت حدیث کی گرم بازاری ہوئی۔ انہوں نے بھی مزارات اولیاء پر حاضری کو مستحسن مانا ہے۔ اور اصحاب قبور سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اصحاب قبور سے استمداد واستعانت کا عقیدہ رکھنے کیساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے تھے کہ مردے قبر میں زندہ ہوتے ہیں ادراک وسماعت کی قوت انہیں حاصل رہتی ہے۔ جذب القلوب میں تمام اہلسنت جماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تمام اہلسنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسماع مر سائر اموات را۔''

("جذب القلوب": ص: ۲۰۲)

''تمام اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام مردے (اپنی قبر) میں دیکھتے سنتے اور ادراک کرتے ہیں۔''

ولی اللہ فکر کو اربابِ علم ودانش میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ (م ۱۱۷۶ھ) ہندوستان کے ان علماء اور دانشوروں میں سے ایک ہیں جن کی تحریریں بطورِ سند پیش کی جاتی ہیں۔ انہوں نے بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری کو صرف جائز ہی نہیں قرار دیا ہے بلکہ دنیوی امور میں اگر کوئی پریشانی لاحق ہو تو اصحاب قبور سے مدد طلب کرنے کا مشورہ اور حکم بھی دیا ہے۔ "انفاس العارفین" میں وہ فرماتے ہیں:

"اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور."

''جب تم دنیوی اُمور میں حیران وپریشان ہو جاؤ تو اصحاب قبور سے مدد طلب کرو۔''

("انفاس العارفین": ص: ۱۰۷)

بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری اور اصحاب قبور سے استمداد واستعانت کا سلسلہ ایک مدت سے مسلم معاشرہ میں جاری ہے اسکے جواز کے سلسلے میں علمائے سلف اور اکابر مشائخ کرام کے انتہائی وقیع اور مستند اقوال ملتے ہیں جن کی تفصیل اولیائے کرام سے متعلق سیرت وسوانح کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ قرآن وحدیث کے بعد اس مختصر مقالے میں انہی شخصیات کے اقوال اور کردار و عمل کو پیش کیا ہے۔ جن کی عظمت اور جلالت قدر کے علمائے بریلی اور علمائے دیوبند دونوں یکساں معترف ہیں۔ جب یہ بات طے ہو چکی کہ مزارات اولیاء پر حاضری جائز ہی نہیں بلکہ امر مستحسن ہے اور وہاں حاضری دینے والوں کو دینی ودنیاوی منافع حاصل ہوتے ہیں تو اسکی بھی وضاحت ضروری ہے کہ کون ساوہ مبارک دن ہے جس دن کی حاضری سے زائرین پر صاحب مزار کی خصوصی توجہ ہوتی ہے۔ مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ (م ۱۲۸۵ھ) نے اپنی شاہکار تصنیف "نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن" میں مستند کتابوں کے حوالے سے علماء سلف کے اقوال نقل کئے ہیں اور لکھا ہے زیارت قبور کیلئے سب سے افضل دن جمعہ، شنبہ،

دوشنبہ اور جمعرات کے ایام ہیں۔ مگر انہوں نے "مجمع البرکات" کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ مردوں کو جمعہ کے دن معلوم کرنے کی قوت نسبتاً دوسرے دنوں سے زیادہ ہوتی ہے اسلئے مردے اپنے زائرین کو اس دن دوسرے دنوں سے زیادہ پہچانتے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں ہی صرف نہیں بلکہ برصغیر میں بزرگانِ دین کے مزارات پر جمعہ اور جمعرات کے دن نسبتاً اور دنوں سے زیادہ بھیڑ ہوتی ہے۔ جمعرات کے علاوہ شب برات، عشرہ ذوالحجہ، عیدالاضحیٰ، عیدالفطر، یوم عاشورہ میں مزارات پر حاضری کو افضل اور ان سے حصول فیوض کو مستحب قرار دیا ہے۔

مزارات اولیاء کی زیارت کے وقت اتنا ضرور خیال رکھے کہ اول گھر میں دو رکعت نماز ادا کرے جیسا کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے فرمایا ہے:

''جب کوئی زیارت قبور کیلئے جانا چاہے تو اول گھر میں دو رکعت نماز ادا کرے اس طور پر کہ ہر رکعت میں سورہ "فاتحہ" ایک بار "آیۃ الکرسی" ایک بار "قل ھو اللہ" یعنی سورہ "اخلاص" تین بار پڑھے پھر سلام کے بعد اگر کسی قبر معین کیلئے جانا چاہے تو کہے اس دو رکعت نماز کا ثواب فلاں کی رُوح کو بخشا اور اگر عام مردوں کی زیارت کا ارادہ ہو تو یوں کہے کہ اس دوگانہ کا ثواب جملہ مردوں کی روح کو بخشا۔''

(''معدن المعانی'': ص: ۵۲۴)

پھر زائر اپنے گھر سے نکلے اور جس مزار شریف کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہے جائے مگر اثنائے راہ میں کسی سے بے مقصد گفتگو نہ کرے اور جب قبرستان پہنچ جائے تو اس طرح سلام پیش کرے جس طرح اکابر علماء کا معمول رہا ہے یعنی "السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون واسل اللہ لی ولکم العافیۃ." کہے۔

(''نورالایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن'': ص: ۴۳)

لیکن اگر زائر زیارت کی غرض سے ایسی جگہ جارہا ہے جہاں مسلم وغیر مسلم دونوں کی قبریں ہیں اور باہم ملی جلی ہیں تو سلام اس طرح کرے "اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی."

(''درالمختار'': جلد: اول، ص: ۲۲۲)

جب قبرستان میں داخل ہو جائے تو سورہ "یٰسین"، سورہ "فاتحہ"، سورہ "بقرہ مفلحون" تک "آیت الکرسی"، "آمن الرسول، تبارک الملک، سورہ التکاثر" اور سورہ "اخلاص" کی تلاوت کرے اور آخر میں کہے "اوصل ثواب ما قرآناہ الی فلاں." (جو کچھ پڑھا ہے میں اسکا ثواب فلاں (کی روح) کو پہنچاتا ہوں) پھر اگر زائر کسی مخصوص قبر سے فیض حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسکا طریقہ یہ ہوگا کہ آنیوالا صاحب قبر کی پائتی سے آئے اسکے سرہانے سے آنا ٹھیک نہیں سرہانے کی آنے کی صورت میں میت کی نظر کو مشقت ہوگی اور پائتی کی طرف سے آنے کی صورت میں مشقت نہیں کیونکہ ایسی صورت میں زائر صاحب قبر کے سامنے ہوتا ہے۔ حضرت ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

"یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لامن قبل راسہ لانہ القب لبصر المیت بخلاف الاول. لانہ یکون مقابل بصرہ."

''زائر جب تک اصحاب قبور کے پاس رہے تمام آداب قبور ملحوظ خاطر رکھے کوئی ایسی گستاخی یا کوئی ایسا عمل وہاں سرزد نہ ہونے پائے جو امور بدعت سے ہو اور وہی عمل بزرگانِ دین اور اصحابِ قبور کی شان میں تنقیص عظمت کا سبب بن جائے۔'' (''درالمختار'': جلد: اول، ص: ۲۲۲)

آداب قبر کے تعلق سے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے ایک روایت منقول ہے وہ فرماتی ہیں:

''جب تک میرے حجرے میں رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ اور میرے والد ماجد حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قبریں تھیں میں اس حجرے میں بے پردہ آتی جاتی تھی اور دل میں سوچتی تھی کہ ایک میرے شوہر ہیں اور ایک میرے باپ ہیں نہ شوہر سے پردہ ہے نہ باپ سے پردہ

ہے لیکن جب اس حجرے میں حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دفن ہوئے تو اسکے بعد جب میں حجرے میں داخل ہوتی تھی تو اپنے آپکو کپڑوں میں ڈھانپ لیتی تھی کیونکہ حضرت عمر سے میرا پردہ تھا مجھے حیا آتی تھی کہ حضرت عمر کے سامنے میں بے پردہ جاؤں۔'' ("مشکوٰۃ شریف": جلد: اول، ص: ۱۵۴)

مزارات اولیاء وصلحاء کی زیارت کی غرض سے جانے والے بندگانِ خدا فرط عقیدت میں چاہیں تو قبر اَقدس کا بوسہ لے سکتے ہیں اکابر علمائے کرام کا اس پر عمل رہا ہے۔ حضرت سیدنا شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کی مجلس میں ایک بار قبر کے بوسہ دینے کا تذکرہ آ گیا تو آپ نے فرمایا:

''قبر کو بوسہ دینا اور سر اور ہاتھ رکھنا نہیں آیا ہے مگر ماں باپ اور اُستاذ کی قبر کو اگر برکت کیلئے چومے تو جائز ہے۔ اور بزرگانِ دین میں سے کسی بزرگ کی قبر کو بھی بوسہ دے کیونکہ معناوہ بھی اُستاذ کے درجہ میں آتے ہیں۔''

("معدن المعانی": ص: ۵۲۸)

پھر اسی مجلس میں کسی نے دادی کی قبر کو بوسہ دینے سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

''دادی کی قبر کو بوسہ دینا بہت کم دیکھا گیا ہے ہاں دادی بھی ماں کے معنی میں آتی ہے۔ اسلئے اسکی قبر پر ہاتھ رکھنا اور اسکو بوسہ دینا دُرست ہے۔''

اسکے بعد فرمایا ماں باپ کی قبر کو بوسہ دینا اس روایت کی بناء پر جائز ہے کہ عہد رسالت پناہی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ میں ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر یہ کام ہو جائے تو بہشت کے درکو اور حور عین کو بوسہ دوں گا، اسکے بعد حضور رسول مقبول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ سے لوگوں نے پوچھا کہ نذر اُتارنے والا کس طرح اپنی نذر اُتارے گا؟ تو رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا!

کہ وہ اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دے گویا اس نے بہشت کے در کو بوسہ دیا اور باپ کی پیشانی کو چومے گویا اس نے حور عین کو بوسہ دیا۔

اسکے بعد پوچھا! یا رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ اگر اسکے ماں باپ مر چکے ہوں تو کیا کرے تو پیغمبر اسلام صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا ماں باپ کی قبر کو بوسہ دے اور اسی روایت کی بناء پر ماں باپ کی قبر کو چومنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

اسکے بعد پھر پوچھا کہ! یا رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ اگر ماں باپ کی قبر کا پتہ نہ ہو تو وہ کیا کرے ارشاد ہوا ایک دوسری قبر ماں باپ کی نیت سے بنائے اور اسے بوسہ دے۔'' ("معدن المعانی": ص: ۵۲۹)

حضرت سیدنا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کی شخصیت مجمع البحرین تھی، علمائے بریلی اور علمائے دیوبند دونوں انکے حلقۂ درس میں شامل تھے۔ آج بھی ان دونوں حلقوں میں آپکی تحریروں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مزارات اولیاء و بزرگانِ دین کی قبروں کو چومنے سے متعلق انکا عقیدہ بالکل واضح تھا اس سلسلے میں وہ صرف جواز ہی کے قائل نہ تھے بلکہ سختی سے اس پر عمل پیرا تھے۔ ملفوظات شاہ عبد العزیز میں ہے:

''ایک دن اپنے بھائی مولوی عبد القادر کے عرس کی تقریب میں آپ اپنے آباء و اجداد کے مزار پر بُعدِ مسافت کے باوجود پیدل تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے قبر انور کو بوسہ دیا اور فاتحہ پڑھی۔'' ("ملفوظات شاہ عبدالعزیز": ص: ۴۱)

والدین اور بزرگانِ دین کی قبر کا بوسہ لینا جائز ہے جیسا کہ سطورِ بالا میں اکابر علمائے سلف کے کردار و عمل سے واضح ہوا لیکن قبر پر سجدہ ہرگز جائز نہیں۔ یہ امور بدعت سے ہے مجاورین قبر کی لاپرواہی سے بندگانِ خدا فرط عقیدت میں اس بدعت کے مرتکب ہو جاتے ہیں علماء اور سجادگانِ مزارات اولیاء اللّٰہ کی ذمہ داری ہے کہ مزارات مقدسہ پر ہونے والی بدعت سے عقیدت مندوں کو باز رکھیں۔ اور اس قسم کے امور کی ہرگز اجازت نہ دیں۔ حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ جن کے معتقدین ملت اسلامیہ میں ''بریلوی'' کہے جاتے ہیں۔

انہوں نے قبر پرستی کے علاوہ مزارات مقدسہ پر ہونے والے تمام امور بدعت کی سختی سے تردید کی ہے انہوں نے اپنی کتاب "الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية" (حرمت سجدہ تعظیم) میں واضح طور پر لکھا ہے:

مزارات کو سجدہ یا اسکے سامنے چومنا حرام اور حد رکوع تک جھکنا ممنوع ہے۔ مزار کو سجدہ درکنار کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو بھی سجدہ جائز نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف ہو۔

"مزارانور کو سجدہ تو قطعی حرام ہے زائر جاہلوں کے فعل سے دھوکا نہ کھایئے بلکہ علمائے باعمل کی پیروی کیجئے۔"

("الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية": ص: ٥١،٥٢)

امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا قادری عَلَيْهِ الرَّحْمَة نے حرمت سجدہ تعظیمی کے تعلق سے اپنے مؤقف کو چالیس احادیث اور ایک سو دس نصوص فقہیہ سے مزین کیا ہے۔ مزار کا طواف اور اسکی چوکھٹ کا بوسہ اور مزار شریف سے اُلٹے پاؤں پھرنے کے تعلق سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا شاہ احمد رضا قادری عَلَيْهِ الرَّحْمَة فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں فرماتے ہیں:

مزار کا طواف محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے۔ کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے مزار کو بوسہ نہ دینا چاہئے کہ علماء اس میں مختلف ہیں۔ اور بہتر بچنا اور ادب اسی میں زیادہ ہے آستانہ بوسی میں حرج نہیں اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع شریف میں ممانعت نہ آئی اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہو سکتی "قال الله ان الحكم لله."

ہاتھ باندھے اُلٹے پاؤں آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں ہاں مگر اس میں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔" والله تعالىٰ اعلم.

("فتاویٰ رضویه": جلد: چهارم، ص: ٨)

مزارات پر عورتوں کی حاضری سے متعلق بھی مولانا احمد رضا قادری عَلَيْهِ الرَّحْمَة کا مؤقف بہت سخت تھا۔ مزارات پر عورتوں کی حاضری کو بھی انہوں نے امور بدعت سے لکھا ہے اس سلسلے میں انہوں نے ۱۳۳۹ھ میں باضابطہ ایک رسالہ "جمل النور فى نهى النساء عن زيارة القبور" میں لکھا ہے جو "مزارات پر عورتوں کی حاضری" کے نام سے شائع ہو چکا ہے اس رسالہ میں انہوں نے جنازہ میں خروج کی ممانعت سے متعلق ایک حدیث نقل کرنے کے بعد مزارات پر عورتوں کی حاضری کے تعلق سے اپنا دو ٹوک فیصلہ سناتے ہوئے لکھا ہے:

"اتباع جنازہ کہ فرض کفایہ ہے جب اس کیلئے ان کا خروج ناجائز ہوا تو زیارت قبور کہ صرف مستحب ہے اس کیلئے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔"

("مزارات پر عورتوں کی حاضری": ص: ٥١)

اب رہا سوال قبروں پر پھول اور چادر چڑھانے کا تو یہ عمل نہ تو امور بدعت سے ہے اور نہ ہی فرائض وواجبات سے ہے۔ اس عمل کا تعلق استحباب سے ہے جو شئ مستحب ہوتی ہے اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ جائز بھی ہو۔ قبروں پر پھول چڑھانے کے تعلق سے چہ جائیکہ از خود کوئی رائے قائم کی جائے علمائے بریلی اور علمائے دیوبند دونوں کے مرکز عقیدت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْه کا وہ جواب نقل کر دیا جائے جو انہوں نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا تھا ذیل میں سوال وجواب دونوں نقل کیا جارہا ہے:

"ایک شخص نے سوال کیا کہ والدین کی قبر پر بوسہ دینا اور انکے مزار مقدس پر پھول ڈالنا کیسا ہے؟

شاہ عبدالعزیز اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

زیارت قبور کے تعلق سے بہت سی بدعتیں راہ پا گئی ہیں فقہاء اسے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ راستے میں گزر رہے تھے وہاں دو قبریں تھیں جن پر عذاب ہو رہا تھا اس میں سے

ایک پیشاب سے اجتناب نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی اور بدگوئی کرتا تھا۔ آپ نے ایک لکڑی طلب کی کہتے ہیں قریب میں ایک بیلا کا درخت تھا اسکے آپ نے دو ٹکڑے کئے اور دونوں قبروں پر رکھدیئے اور یہ فرمایا کہ جب تک یہ سرسبز رہیں گے اس قبر پر عذاب نہ ہو گا۔"

("ملفوظات عزیزی": ص: ۲۳)

حضرت سیدنا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے قبروں پر پھول ڈالنے کے ثبوت میں جس حدیث رسول مقبول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کا ذکر کیا ہے علمائے اہلسنت اسی حدیث سے دلیل پکڑ کر قبروں پر پھول ڈالنے کو روا اور جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص قبروں پر پھول نہ ڈال کر اتنی رقم صدقہ کرنا چاہے تو یہ بھی بہتر ہے بلکہ بعض اکابر صوفیاء نے اسے افضل قرار دیا ہے۔ حضرت سیدنا شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے کسی سائل نے سوال کیا کہ حضور یہ بتایئے کہ قبر پر پھول رکھنا بہتر ہے یا صدقہ کرنا تو انہوں نے فرمایا:

"پھول ڈالنے سے فقیروں کو دینا اولیٰ ہے۔ امام ابو حفص سے کسی نے پوچھا کہ مردہ کے ثواب کیلئے نماز پڑھنا افضل ہے یا صدقہ کرنا؟ فرمایا صدقہ دینا افضل اگر اس پر دین (قرض) نہ ہو کیونکہ صدقہ اور خیرات کی منفعت راجع ہے اسکے ساتھ بھی اور اسکے بغیر بھی۔"

("معدن المعانی": ص: ۵۳)

قبروں پر چادر ڈالنا بھی اکابر علمائے اہلسنت کا معمول رہا ہے اور وہ اسلئے کہ جس طرح قرآن مقدس کو جزدان میں ہم اسلئے رکھتے ہیں تاکہ تمام کتابوں میں اسکی عظمت واضح رہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور مساجد میں مینار کا اہتمام اسلئے کرتے ہیں تاکہ بانگ دہل یہ مینار اعلان کریں کہ یہ خدا کا گھر ہے ٹھیک اسی طرح بزرگانِ دین کی قبروں پر چادر اسلئے چڑھائی جاتی ہے کہ تمام قبروں سے اسکا امتیاز ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقربین کی قبریں ہیں۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ شرع شریف میں چادر ڈالنے کی کوئی ممانعت نہیں آئی ہے اور جس چیز سے شریعت نے منع نہ کیا ہو" اصل الاشیاء الا باحۃ" کے تحت اسکے جواز میں شبہ نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا ہے چادر ڈالنے کی بجائے صدقہ وخیرات کو ترجیح دیتا ہے تو یہ بھی افضل ہے۔

مقربین بارگاہِ الٰہی کی قبروں پر جو شخص جاتا ہے اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کرتا ہے تو اصحاب قبور ارحم الراحمین کے فضل و کرم سے اسکی پریشانیوں کو دُور فرما دیا کرتے ہیں۔ بارگاہِ خداوندی سے انہیں اتنی قدرت حاصل رہتی ہے کہ وہ مرضی مولیٰ کے مطابق بندگانِ خدا کی دستگیری کر سکیں۔ بعض بزرگانِ دین کے بارے میں تو یہاں تک ملتا ہے کہ وہ جس طرح انہیں زندگی میں تصرف کا اختیار حاصل تھا اسی طرح وہ اپنی قبروں میں اب بھی تصرف فرما رہے ہیں۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ": جلد: اول، ص: ۷۱۵ میں اور مولانا عبدالرحمان جامی نے "نفحات الانس" میں ایسے چار بزرگوں کا ذکر کیا ہے جن کا تصرف حسب سابق آج بھی جاری ہے۔

ا: شیخ معروف کرخی، ۲: شیخ عبدالقادر جیلانی، ۳: شیخ عقیل منبجی، ۴: شیخ حیات حرانی (رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن)

("نفحات الانس": ص: ۴۸۱)

اَصحاب قبور کے تصرف و اختیار سے متعلق متعدد واقعات کتب سوانح وسیر میں موجود ہیں مگر پھر بھی علمائے وہابیہ ودیوبند یہ اسکا انکار کرتے ہیں۔ تفصیلی معلومات کیلئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہو گا۔ بربنائے ثبوت یہاں صرف ایک واقعہ مولوی محمد یعقوب نانوتوی صاحب کا ذیل میں دیا جا رہا ہے جو کسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کے مدرس تھے۔ انکے مرنے کے بعد انکی قبر کی مٹی خلق خدا کیلئے شفا کا کام کرتی تھی۔ علمائے دیوبند کی مستند کتاب "ارواح ثلثہ" میں ہے "ان کی قبر کی مٹی میں یہ تاثیر پیدا ہوگئی تھی جو بیمار اسے اپنے بازو پر باندھ لیتا تھا اچھا ہو جاتا انکے صاحبزادے مولوی معین الدین

اپنے باپ کی قبر پر ایک دن گئے اور شکایت کی اور کہا ''اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جو تا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا اور اسی دن سے مٹی کی وہ تاثیر ختم ہوگئی۔''

(''ارواح ثلثه'': ص: ۳۲۲)

اَصحابِ قبور سے امداد اور ان سے فیوض و برکات کا حصول ایک عرصہ سے خلق خدا کا معمول رہا اور ہے لیکن مقربین بارگاہ الٰہی اور اولیائے کرام سے جو چیزیں منسوب ہو جاتی ہیں اربابِ دین و دانش نے ان سے بھی مدد حاصل کی ہے مؤرخین لکھتے ہیں کہ محمود غزنوی کے جب کئی حملے ہندوستان پر ناکام ہو گئے اور اسے فتح و کامرانی حاصل نہ ہو سکی تو وہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی عَلَیْهِ الرَّحْمَةُ وَالرِّضْوَان کی بارگاہ میں حاضر ہوا شیخ نے تبرک کے طور پر سلطان کو اپنا خرقہ عنایت کیا اور جب ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو سلطان محمود غزنوی نے اس خرقہ مبارکہ کے وسیلے سے بارگاہِ خداوند میں دُعا کی اسکی یہ دُعا قبول ہوئی اور فتح و نصرت نے اسکے قدم چومے مراۃ الکونین کے مصنف لکھتے ہیں۔

''جنگ سومنات جب بہت سخت ہوئی اور خوف ہوا کہ شکست ہو تو محمود گھوڑے سے اُترے اور دست دُعا بدرگاہ الٰہی بلند کیا اور اس خرقہ کو ہاتھ پر رکھا اور منہ خاک پر اور الحام کی الٰہی بابروئے شیخ اس خرقہ کے مجھے کفار پر فتح دے۔ ناگاہ درمیان کفار کے ایک عذر ہوا اور تاریکی پیدا ہوئی آپس میں سب نے تیغ زنی شروع کی اور متفرق ہوئے لشکر اسلام نے فتح پائی۔''

(مراۃ الکونین ص ۲۴۴)

عظیم ہندوستان کی مستند تاریخ ''تاریخ فرشتہ'' کے مصنف محمد قاسم فرشتہ لکھتے ہیں۔ میں نے ایک معتبر تاریخ میں یہ روایت دیکھی ہے کہ جس روز سلطان محمود نے شیخ ابوالحسن خرقانی کے خرقے کو ہاتھ میں لیکر خداوند تعالیٰ سے دعا مانگ کر فتح حاصل کی۔ اسی رات کو محمود نے خواب میں شیخ ابوالحسن خرقانی کو دیکھا انہوں نے محمود سے فرمایا۔

''اے محمود تو نے میرے خرقے کی آبروریزی کی ہے اگر تو فتح کی دُعا کی جگہ تمام غیر مسلموں کے اسلام لے آنے کی دُعا کرتا تو وہ قبول ہو جاتی۔'' (''تاریخ فرشتہ'': (اردو)، (۱:۱۵۰)

اس واضح حقیقت کے باوجود بعض مدعیانِ دین و دانش مزارات اَولیاء اور اَصحابِ قبور سے استمداد و استعانت اور حصول فیض و برکت کو ناجائز حرام اور شرک لکھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مردے سن نہیں سکتے تو وہ دوسروں کو نفع و نقصان کس طرح پہنچا سکتے ہیں اور مردوں کے نہ سننے کے تعلق سے قرآن کی یہ آیت کریمہ ''وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ۔''

''اور تم نہیں سنانے والے انھیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔''

(''کیا مردے سنتے ہیں''؟: ص: ۹)

پیش کرتے ہیں۔ ابوالکلام آزاد اویکننگ سینٹر دہلی کے زیر اہتمام ''کیا مردے سنتے ہیں؟'' کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں مردوں کے نہ سننے کے تعلق سے کافی علمی صلاحیت صرف کر کے اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کتاب کی پیشانی پر یہی آیت مذکور درج ہے۔

(''کیا مردے سنتے ہیں؟'': ص: ۹)

آیت مذکور'' وما انت بمسمع من فی القبور'' میں اَصحابِ قبور کی عدم سماعت کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اَولیائے کرام اور دیگر مقربین بارگاہ الٰہی نہیں بلکہ کفار مراد ہیں۔ تمام مفسرین نے اس آیت میں اصحاب قبور سے مراد ''کفار'' ہی کو لیا ہے۔ یہ مختصر مقالہ ان تفصیلی مباحث کا متحمل نہیں اسلئے طوالت سے گریز کیا جارہا ہے۔ البتہ دعویٰ بغیر سند کے رہنے کا الزام اس راقم پر نہ آجائے اس لئے ثبوت میں ''مرکز ابوالکلام آزاد اویکننگ سینٹر، دہلی ہی کے زیر اہتمام شائع ہونیوالے ترجمہ قرآن کو پیش کیا جارہا ہے جہاں سے ''کیا مردے سنتے ہیں؟'' نامی کتاب کو اشاعت کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ اس قرآن مقدس میں حضرت شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۲۳۵ھ)، نواب وحید الزماں حیدر آبادی (۱۳۳۸ھ) کا ترجمہ اور حاشیہ پر شیخ الحدیث محمد عبدہ الفلاح کی

تفسیر ہے اسکی تفسیر میں شیخ الحدیث محمد عبدہ الفلاح فرماتے ہیں۔

"یعنی مردوں کو۔ مراد وہ کافر ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔" ("سورۃ الفاطر" آیت: ۲۲،حاشیہ ،ص: ۵۲۳)

ان تفصیلات کی روشنی میں بلا تبصرہ اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔

گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

تفسیر خزائن العرفان جو ترجمہ قرآن "کنزالایمان" کے حاشیہ پر چھپی ہے اسکے مصنف و مفسر صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی اس آیت " و ما انت بمسمع من فی القبور" (تم سنانیوالے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں) کے تحت لکھتے ہیں۔ "یعنی کفار کو۔"

اس آیت میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح مردے سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اُٹھا سکتے اور پند پزیر نہیں ہوتے بدانجام کفار کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہدایت و نصیحت سے منتفع نہیں ہوتے اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ مردے۔ اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر راہ یابی کا نفع مرتب ہو رہا ہو۔

("ترجمہ قرآن کنزالایمان الفاطر": آیت : ۲۲،حاشیہ: ۲۲)

یہ جان کر انتہائی افسوس ہوا کہ "کیا مردے سنتے ہیں ؟" نامی کتاب کے مصنف کے فکر و خیال کے حامی لوگوں نے نہ صرف خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے مقدس مزارات کو تہس نہس کیا اور صفحہ ہستی سے انکے نام و نشان مٹا کے بلکہ مستند روایات اور ثقہ بیانات کے مطابق محسن انسانیت احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی والدۂ ماجدہ جن کا مزار مقدس مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جانے والی شاہراہ پر الجحفہ سے ۲۳ میل دور "ابوا" نامی مقام پر واقع ہے بے حرمتی کا سنگین ارتکاب کیا ہے۔ بعض روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ اسطرح کی ایک ناپاک کوشش اس وقت بھی ہوئی تھی جب اہل مکہ نے ۳ھ میں مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تھی اور جس وقت وہ ابوا نامی مقام پر پہنچے تھے تو اس وقت بعض دشمنانِ رسول نے یہ تجویز رکھی تھی کہ آمنہ کی لاش کو کھود کر نکال لیا جائے مگر اپنے مقصد میں وہ اس وقت کامیاب نہ ہو سکے تھے صدیاں گزر جانے کے بعد دین کے نام نہاد ٹھیکیداروں نے پھر اسی طرح کی ایک ناپاک سازش رچی اور منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے جس گندی ذہنیت اور فکری بد عقیدگی کا ثبوت دیا وہ اسلام کے سراسر منافی ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ ماہنامہ "اھلسنت" انٹرنیشنل گجرات پاکستان کے ذمہ داران نے اس موضوع پہ نہ صرف برصغیر بلکہ عالم اسلام کے اہل علم کو ریسرچ و تحقیق اور کھلی فضا میں بحث و مباحثہ کی دعوت دی ہے۔ اہل علم حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے فکر کی طہارت، خیال کی پاکیزگی اور قلم کے تقدس کا سہارا لے کر دُشمنانِ رسول کی ان ناپاک سازشوں کا نہ صرف دندان شکن جواب دیں بلکہ اپنے خیالات کے ذریعہ عالم اسلام کے عاشقانِ رسول کو ایک مرتبہ پھر باور کروادیں۔

محمد سے محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہے اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

راقم السطور کی مصروفیات اگرچہ دوچند تھیں لیکن اس حساس موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے مرسلہ عنادین میں سے ایک عنوان پر چند سطور اسلئے لکھنے کی جسارت نہیں بلکہ سعادت حاصل کی ہے تاکہ بارگاہِ سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا میں یہ خراج عقیدت نہ صرف نجات کا ذریعہ بن جائے بلکہ مقربین بارگاہِ الٰہی اور اولیائے کرام کی بارگاہوں کے متوالوں کیلئے وہ رہنما خطوط بھی حاصل ہو جائیں جن کی روشنی میں مزارات اولیاء پر حاضری دیکر زیادہ سے زیادہ فیوض و برکات حاصل کئے جاسکیں۔

جو مانگنے کا سلیقہ ہو اسطرح مانگو
درِ کریم سے کیا نہیں ملتا

۞ ۞ ۞

آسماں را حق بود
گر خون ببارد بر زمیں

سانحۂ ابوا شریف

اوجِ بغاوت — قابلِ مذمت حرکتِ نجد ۱۹۹۸ء

سعودی حکمرانوں کے عمل سے
ہے بُغضِ مصطفیٰ پیہم نمایاں

مٹادی قبر اُمِ مصطفیٰ کی
ہوئے زخمی قلوبِ اہلِ ایماں

روا تھا، دل شکن اس سانحہ پر
بہاتا اشک خونیں چرخِ گرداں

دل سرکار پر کیا بیتی ہو گی
مرا دل اس تصور سے ہے لرزاں

غلامانِ نبی کی ہے مکرم
شہ کون ومکاں کی محترم ماں

نہ یاد آیا خبیث ان نجدیوں کو
محمد مصطفیٰ کا کوئی احساں

یہ گستاخانہ حرکت کی جنھوں نے
نہیں انسان، ہیں اولادِ شیطاں

سنیں یہ حرکتِ بد کرنے والے
مٹیں گے اُن کے بھی سب قصر وایواں

تیرے محبوب کے جو بے ادب ہیں
کر اُن کی جمعیت یاربّ پریشاں

اُنہیں اُن کے عمل کی تو سزا دے
نہ ہو دیر اے خدائے جنّ وانساں

کر ''ابتر'' ان لعینوں کو خدایا
خبیثوں کو بنا عبرت کا ساماں

ہے تاریخ اس المیہ کی، کہا جب
مکرّر ''وارداتِ حزبِ شیطاں''

۹ ۹ ۹
۹ ۹ ۹
۱۹۹۸ء

طارق سلطانپوری

حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے والدِ گرامی کا اسم مبارک سید نا عبد اللہ، کنیت ابو محمد اور لقب ذبیح ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ولادتِ پاک ۵۵۴ء مطابق ۲۲ جلوس نوشیروان کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ دوسرے نو بھائیوں میں حسن و جمال کے لحاظ سے لاثانی تھے۔ سید نا حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نذر کا واقعہ ایک مشہور تاریخی واقعہ ہے، جس سے حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا لقب ذبیح رکھا گیا۔ حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ متولی کعبہ نے منت مانی تھی کہ اگر میں اپنی زندگی میں دس بیٹوں کو جوان دیکھ لوں تو ایک کو راہ خدا میں قربان کر دونگا۔ چنانچہ جب یہ وقت آ گیا تو آپ نے دس لڑکوں سے اس منت کے مطابق قربانی دینے کیلئے کہا، تمام کو خوش دلی سے راضی پایا۔ قرعہ اندازی ہوئی، حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام نکلا مگر کوئی بھی اس حسین و جمیل لڑکے کو اسطرح ذبح کرنا نہ چاہتا تھا۔ انسانی جان کے بدلہ دس اُونٹ تھے، بیس اُونٹ پر قرعہ اندازی ہوئی، حضرت سید نا عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام نکلا، اسطرح دس اُونٹ بڑھاتے گئے، ۱۰۰ تعداد پر قرعہ اندازی ہوئی تو اُونٹوں کا نام نکلا، چنانچہ سید نا حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بدلے میں سو اُونٹ ذبح کئے گئے۔ آپکے وجود مسعود سے شرف انسانی بلند ہوا کہ دس اُونٹ کی بجائے سو اونٹ کا بدلہ مقرر ہو گیا۔ سبحان اللہ! سید نا حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَامْ کیطرح حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ذبیح کا لقب ملا۔

حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا حسن و جمال

حضرت سید نا عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حسن و جمال اور سیرت و صورت میں تمام لوگوں سے حسین تر تھے۔ آپکی پیشانی میں ''چمکتا نور'' لوگوں کو نظر آتا۔ اہل مکہ آپکو "مصباح الحرم" (حرم کا چاند) کہتے۔ قریش کی عورتیں آپکو دل و جان سے چاہتی تھیں اور بارہا کئی ایک نے آپکو وصال کی دعوت دی مگر آپ پاک دامن رہے۔

اہل یہود، اہل حسود

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خواب دیکھا کہ یہودی آپکے قتل کے درپے ہیں اور بندروں کی شکل میں ہیں۔ انکے ہاتھ میں تلواریں ہیں، آپ ہوا میں بلندی پر چلے گئے، پھر ایک آگ کا اچانک نزول ہوا، آپ خوف زدہ ہوئے، وہ آگ یہودیوں پر گری اور انکو راکھ کا ڈھیر کر گئی۔ آپ نے یہ خواب حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بیان کیا اُنہوں نے فرمایا:

''اے میرے پیارے بیٹے! تمہیں خوف زدہ نہیں

ہونا چاہئے ،لوگ اس نور کے سبب تجھ سے حسد کرتے ہیں جو تمہاری پیشانی میں بطورِ امانت اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ خدا کی قسم! اگر تمام روئے زمین والے لوگ جمع ہوکر بھی اس نور کو ختم کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے کیونکہ یہ نور اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی طرف سے تیرے پاس بطور امانت رکھا ہے۔''

حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شرافت

زمانہ جاہلیت میں گناہوں سے پاک رہنا گویا حفاظت خداوندی کے مترادف تھا۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد ماجد حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کیساتھ جارہے تھے کہ قبیلہ بنو اسد کی ایک خوب صورت نوجوان عورت ملی، اس نے حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے چہرے کو دیکھا تو فوراً سوال کیا اے عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تم کہاں جارہے ہو۔؟

''آپ نے جواب دیا! میں اپنے باپ کیساتھ جارہاہوں''۔

اس عورت نے کہا: جتنے اُونٹ تمہاری طرف سے بطورِ فدیہ ذبح کئے گئے تھے، میں تجھے دیتی ہوں، میرے ساتھ شادی کرلو۔''

آپ نے جواب دیا! میں اپنے باپ کی مخالفت ،فراق اور نافرمانی پسند نہیں کرتا۔''

حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہب بن عبد مناف کے پاس آئے۔ وہب قبیلہ زہرہ کے سردار تھے، حسب نسب کے اعتبار سے معزز تھے، حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہب بن عبد مناف کی لختِ جگر سیدہ طاہرہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے نکاح کی بات حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کیلئے کی، بات طے پائی اور شادی ہوگئی۔ اس طرح نورِ محمدی کی مقدس امانت حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرف منتقل ہوگئی۔

حضرت سیدنا عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قانع، متقی، دُنیا ومافیھا سے پرہیز کرنیوالے مقبولِ بارگاہِ الٰہی تھے۔ آپ دُنیا کا مال کثیر تعداد میں جمع نہ کیا کرتے تھے، بایں سبب آپ نے ترکہ میں دوسرے لوگوں کی طرح بے پناہ مال نہ چھوڑا۔ جب آپکا وصال ہوا تو ایک کنیزہ (مسماۃ) اُمِ اَیمن، پانچ اُونٹ اور کچھ بکریاں بطور وراثت چھوڑیں اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان چیزوں کے وارث بنے۔

حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شادی خانہ آبادی

حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے، میرے بیٹے حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان نرالی ہے۔ اکثر مالدار حسین وجمیل عورتیں حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نکاح کی آرزو رکھتیں، یہاں تک کہ بعض سردارانِ قریش اپنی بیٹیوں کے نام لیکر آتے تو سیدنا حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نکاح کی بات سن کر خاموش ہوجاتے۔ ایک مرتبہ سردار حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہم صحبت لڑکوں کو بلایا کہ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دریافت کریں کہ وہ کس خاندان اور کس دوشیزہ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ان دوستوں کے استفسار پر بتایا کہ انکی شادی تو ہوچکی ہے، اب دوسری شادی کیسی؟ دوست حیران ہوگئے۔ کہ آپکی شادی کب ہوئی اور کس سے ہوئی۔ آپ نے فرمایا جدِ اَمجد سیدنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے خواب میں مجھے بتایا کہ میرا نکاح حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بنت وہب (قبیلہ زہرہ) سے ہوچکا ہے، مبارک ہو۔ اپنے والدین سے عرض کرو کہ وہ تیرا نکاح حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بنت وہب سے کردیں کیونکہ تم دونوں کی عادات بھی ایک جیسی ہیں۔ ادھر حضرت وہب بن عبد مناف حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کرامت دیکھ چکے تھے، چنانچہ رشتہ طے ہوگیا۔

حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پیشانی مبارک سے ایک ''چمکتا نور'' ظاہر تھا۔ آپ جب زمین پر بیٹھتے زمین سے آواز آتی، اے وہ ذات جس کی پشت میں حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کا نور مقدس ہے، آپ پر سلام ہو۔ جب آپ کسی خشک درخت کے نیچے بیٹھتے تو وہ درخت ہرا ابھرا، پھولدار اور پھلدار ہو جاتا۔ کبھی لات، منات، عزّیٰ اور دوسرے بتوں کے پاس سے گزرتے تو وہ چیخنا شروع کر دیتے اور کہتے ''اے حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ! آپکے اندر وہ ذات گرامی تشریف فرما ہے جس کے ہاتھوں ہماری اور دُنیا کے تمام بتوں کی ہلاکت ہوگی۔ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے یہ عجیب و غریب واقعات دُور دُور تک مشہور ہو گئے۔ جب یہودیوں کی ایک جماعت نے یہ خبر سُنی اور اپنی کتابوں سے تصدیق پائی تو انہوں نے بوجہ حسد عہد و پیمان کیا کہ حضور سید الانس والجان کے والد گرامی کو قتل کر کے ہی دم لیں گے۔ وہ مکہ مکرمہ گئے اور موقع کی تلاش میں رہے۔ ایک دن حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تن تنہا بغرض شکار جنگل میں گئے تو یہودی اپنی زہر آلود تلواروں کیساتھ ان پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مردانہ وار مقابلہ کیا، اچانک ایک فوج رنگ برنگ گھوڑوں پر سوار آسمانوں سے اُتری اور یہودیوں کو ختم کر دیا۔ اتفاقاً حضرت وہب اپنے بالا خانہ سے یہ منظر دیکھ رہے تھے، (یا یوں کہیے کہ ربّ کریم نے یہ منظر انکو دکھایا) انہوں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اپنی بیٹی حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شادی اس بہادر اور مقبول بارگاہِ خداوندی نوجوان حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی کرونگا۔

شادی کی تقریب

حضرتِ سیدہ آمنہ اور حضرت سیدنا عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی شادی اس انداز سے ہوئی کہ دونوں خاندانوں کے بزرگ دُولہا اور دُلہن کو زیب و زینت دیکر کعبۃ اللہ میں لائے، طوافِ کعبہ کے بعد مقام ابراہیم کے نزدیک بیٹھ کر دُولہا کی طرف سے حضرت سیدنا عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھڑے ہوئے، اپنا خاندانی حسب نسب حضرت سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامْ اور اپنے بزرگوں کے فضائل پر خطبہ پڑھا، پھر دُلہن کی طرف سے جناب وہب بن عبد مناف کھڑے ہوئے، اپنے حسب نسب اور بزرگوں کے مناقب بیان کئے، قدیم عرب کے رواج کے مطابق حضرت سیدنا عبد اللہ اور حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت سیدنا عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عمر مبارک ۱۹سال اور حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عمر مبارک ۱۶سال تھی۔

حضرت سیدنا عبد اللہ اور سیدنا آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا مذہب حضور سرورِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے تمام آباؤ اجداد مسلمان اور عقیدہ توحید پر تھے۔ حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ابرہہ آشرم کو جواب دیا تھا:

''میں اُونٹوں کا مالک ہوں، مجھے انکی فکر ہے، کعبہ کا مالک خدا ہے، وہ خود اسکی حفاظت فرمائے گا۔''

کس قدر پختہ توحید کا اظہار ہے۔ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے محبت بھرے انداز میں حضور آقائے نامدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ سے خطاب فرمایا:

''تَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ''

''(اور دیکھتا رہتا ہے جب) آپ چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنیوالوں کے گھروں کا۔'' ("سورۃ الشعراء": آیت: ۲۱۹)

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''آیت میں ''تَقَلُّبَکَ'' سے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی ذاتِ گرامی کا پشت انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَامْ میں گردش کرنا مراد ہے۔ یعنی ایک نبی کی پشت مبارک سے

دوسرے نبی کی پشت مبارک میں تشریف فرما ہونا۔ یہاں تک کہ آپ اس اُمت مرحومہ میں مبعوث ہوئے۔''

(تفسیر خازن، مدارج النبوۃ)

دوسری جگہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اسی آیت مبارکہ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

''بیشک آپ ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف آتے رہے اور وہ تمام پشتیں طاہر تھیں...... آپکا نور نبوت آپکے تمام آباؤاجداد میں ظاہر ہوتا رہا۔''

ابن جریر جناب قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں، ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ سے پوچھا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ارشاد فرمائیے! کہ جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامْ جنت میں تھے تو آپ اس وقت کہاں تھے؟ اس پر آپ خوب ہنسے، یہاں تک کہ آپکی داڑھیں مبارکہ نظر آنے لگیں، پھر آپ نے فرمایا:

''اس وقت میں انکی پشت میں تھا، پھر جب وہ زمین پر تشریف لائے تو اس وقت بھی انکی پشت میں تھا۔ میں اپنے باپ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَامْ کی پشت میں ہوتے ہوئے کشتی میں سوار ہوا۔ اپنے باپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامْ کی پشت میں ہوتے ہوئے آگ میں پھینکا گیا۔ میرے والدین کریمین کبھی بھی حرام کاری میں نہیں پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے طاہر پشتوں سے طاہر رحموں میں منتقل فرمایا اور وہ تمام مرد وزن صاحبانِ صفا اور مہذب تھے۔ جب کسی سے دو شاخیں بنتیں تو مجھے ان میں سے بہترین شاخ اور قبیلہ ملتا رہا۔''

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ تفسیر مظہری میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اس سے مراد ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ پاکیزہ اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنیوالے مردوں کی پشت سے ان عورتوں کے رحم کی طرف منتقل ہوئے جو طاہر اور سجدہ کرنیوالی تھیں اور پھر ان طاہرات وساجدات کے رحم سے ایسے پاکیزہ افراد کی طرف منتقل ہوئے جو سبھی اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم تھے۔''

یہ آیت اس اَمر پر دلالت کرتی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے تمام آباؤاجداد، صاحبانِ ایمان وتوحید تھے۔ رسولِ مقبول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا:

''میں بنی آدم میں ہر دور کے بہترین قرن (خاندان) میں مبعوث ہوا، یہاں تک کہ میں اس قرن وطبقہ میں آیا جس میں تم مجھے پاتے ہو۔'' ("صحیح بخاری شریف")

امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی حدیث صحیح ہے:

''روئے زمین پر ہر زمانہ میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے، ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔''

سیدنا حضرت عبد اللہ ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے:

''حضرت سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَامْ کے بعد زمین کبھی بھی سات بندگانِ خدا سے خالی نہ رہی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین پر عذاب رفع فرماتا ہے۔''

حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کا ارشاد پاک ہے:

''اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل فرماتا رہا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

"اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ."

''بیشک کافر ناپاک ہیں۔'' ("التوبہ": آیت: ۲۸)

حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے آباء نجس نہیں ہوسکتے، پس ثابت ہوا کہ حضور نبی پاک صاحب لولاک صَلَّی اللہ

تعالی علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤاجداد حضرت سیدنا آدم علیہ السلامُ سے لیکر حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہُ تک اور سیدہ حضرت حوا علیہ السلامُ سے لیکر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا تک کے تمام شریف خاندان والے، اعلیٰ نسب والے، حسین چہروں والے، پاکیزہ خصائل والے مسلمان، ایماندار اور عقیدۂ توحید رکھنے والے، حلیم الطبع، ملنسار اور مہمان نواز تھے جو لوگ مختلف مسلک یا نظریات رکھتے ہیں انہیں احتیاط لازم ہے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کا وصال پاک

حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک چھ سال کا ہوا، تو حضرت سیدہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا اُمِ اَیمن اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلمٌ کو اپنے قرابت داروں (بنو نجار) سے ملانے اور اپنے شوہر نامدار حضرت عبداللہ کی قبر مبارک کی زیارت کیلئے مدینہ منورہ گئیں (سیرت ابن ہشام) آپ مدینہ منورہ میں اپنی والدہ ماجدہ کیساتھ ایک ماہ تک رہے۔ آپ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ایک دن ایک یہودی نے جو مجھے بار بار دیکھ رہا تھا کہا:

''مجھ سے کہا! اے لڑکے تیرا نام کیا ہے؟''

''میں نے کہا! احمد''

پھر اس نے میری پشت پر (مہر نبوت) کو دیکھا تو میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اس اُمت کا نبی ہے۔ پھر اس نے میرے بھائیوں (بنو نجار) کو خبر دی اور انہوں نے میری والدہ ماجدہ کو بتایا تو وہ میرے معاملہ میں یہودیوں کی عداوت اور حسد سے خوف زدہ ہوئیں، اور ہم مدینہ سے نکلے۔''

اسکے بعد حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا آپ کو لیکر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئیں، مقام ابواء پر پہنچیں تو سخت بیمار ہوگئیں، آخر وقتِ رحلت آپہنچا، اُمِ اَیمن کی گود میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کا سر مبارک ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اپنی شفیق و مہربان اُمی جان کے سرہانے تشریف فرما ہیں، حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا نے چند شعر فی البدیہہ کہے، خلاصہ ہے:

''تو سارے جہان کی طرف پیغمبر بنایا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو سر زمین حرام میں (مکہ معظمہ) اور حلال (کل روح زمین) میں پیغمبر ہو گا۔ حق و باطل کو ظاہر کرنیوالا اور دین اسلام کو پھیلانے والا پیغمبر ہو گا اور ہر نئی چیز پرانی ہوگی اور ہر بڑے سے بڑا فنا ہو گا۔ میں مر جاؤں گی مگر میرا ذکر باقی رہے گا کیونکہ میں نے طیب و طاہر کو جنا۔''

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کے کلام پاک سے ثابت ہے کہ آپ مومنہ تھیں، آخرت اور توحید پر پختہ یقین تھا۔

مزارِ انور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا

قدیم شاہراہ جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتی ہے، پر ایک گاؤں مستور ہے، وہاں ہوٹل اور قہوہ خانے ہیں، آنے جانے والی بسیں اور کاریں یہاں رُکتی ہیں، اس مقام سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے دائیں ہاتھ چند میل کے فاصلہ پر ابواء شریف نام کی ایک بستی ہے، بستی کے باہر ایک اُونچا ٹیلہ ہے، اِردگرد جھاڑیاں اور کیکر کے درخت ہیں، اس ٹیلہ پر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر مبارک ہے۔ مزار شریف کی کیفیت یہ ہے کہ کالے پتھر توڑ کر ایک ڈھیر سا لگا دیا گیا ہے، اسکے اِردگرد چار دیواری ہے جو کالے پتھروں کو جوڑ کر بنادی گئی ہے۔

ہوں درود تجھ پر بھی آمنہ
تیرے چاند پر بھی سلام ہو
تیری گود کتنی عظیم ہے
ملا جس کو ماہِ تمام ہے

چودہ سو برس بعد حضرت عبداللہ بن حضرت

عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا جسد مبارک قبر سے صحیح حالت میں بر آمد ہوا۔ سات صحابہ کرام کے جسد مبارک بھی اصلی حالت میں تھے۔("روزنامہ نوائے وقت": ہفتہ : ۱۱، صفر المظفر، ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۷۸ء)

۲: یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ (منورہ) میں مسجد کی توسیع کے سلسلے میں کی جانیوالی کھدائی کے دوران آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا جسدِ مبارک جس کو دفن کئے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، بالکل صحیح اور سالم حالت میں بر آمد ہوا۔ علاوہ ازیں صحابی رسول حضرت مالک بن سونائی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے جسدِ مبارک بھی اصل حالت میں پائے گئے۔ جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت واحترام کیساتھ دفنا دیا گیا۔ جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے جسم نہایت تر و تازہ اور اصلی حالت میں تھے۔ (ان خوش نصیب اشخاص سے بعض اب بھی کراچی میں بقید حیات ہیں)۔(جنگ کراچی، ۲۱ جنوری ۱۹۷۸ء)

حضور سرورِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین کریمین کا سلسلۂ نسب

حضور سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی والدہ ماجدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا سلسلہ نسب چوتھی کڑی پر جا کر سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والد ماجد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے جاملتا ہے۔

والدِ گرامی: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔

والدہ ماجدہ: محمد بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔

محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سیدنا عبداللہ	حضرت سیدہ آمنہ
حضرت عبدالمطلب	حضرت وہب
حضرت ہاشم	حضرت عبدمناف
حضرت عبدمناف	حضرت زہرہ
حضرت قصی	

حضرت کلاب

دونوں سلاسل کلاب پر جاملتے ہیں، کلاب کا سلسلۂ نسب سیدنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ تک پہنچتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والد سیدنا عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سلسلۂ نسب میں عبد مناف اور والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے سلسلۂ نسب کے عبد مناف دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

ٹکڑے تیری خیرات کے جو پائے ہوئے ہیں
غیروں کے خزانوں کو وہ ٹھکرائے ہوئے ہیں
شاہانِ زمانہ جنہیں کہتا ہے زمانہ
دامن تیری دہلیز پہ ہی پھیلائے ہوئے ہیں
کل بھی میرے آقا کی حکومت تھی دلوں پر
وہ آج کے اذہان پہ بھی چھائے ہوئے ہیں

توہینِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی سزا، قتل ہے واجب
جو اس میں میں کرے شک وہ مسلمان نہیں ہے
جس میں نہ ہو سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پہ مرمٹنے کا جذبہ
اُس شخص کا کامل ابھی ایمان نہیں ہے

سید محمد عارف محمود مہجور رضوی

انہدامِ آرامگاہِ سرمدی

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

مرقدِ اُمِ نبی ﷺ کو کردیا جس نے شہید
وُہ سدا غارِ جہنم میں رہے گا ناسعید

انہدامِ قبرِ اُمّ المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے اے لئیم!
اَبّ وَجد کی اپنے تُونے کی ہے یوں مٹّی پلید!

محوِ خوابِ سَرمدی کے سَر پہ تیرا وار آہ
دِل مُسلمانوں کے زخمی، کیسی ہے ضربِ شدید

خون کے آنسو رُلاتے ہو ہمیں کیوں نجدیو!
جانتے تھے تم نہ کیا، اللہ کا قولِ سَدید؟

کروفر گستاخ کا مِٹ جائے گا اِک دن ضرور
عادلِ اکبر کبھی تو بھیجے گا ابنِ ولید رضی اللہ تعالی عنہ!

محو تُونے کر دیئے صُلَحا کے تابندہ نشاں
کام کس آئے گی تیرے ظلمتِ طرزِ جدید

یہ شقاوت قابلِ عَفو وکرم ہرگز نہیں
اے عدوئے ملک وملّت، دین ومذہب کے عَنید!

نجدیٔ باطل پرست آ تجھ کو بتلاتا چلوں
کیا ہے فرمانِ الٰہ از رُوئے فرقانِ حمید

آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لال ﷺ کی خاطر بنی یہ کائنات
صاحبِ لولاک ﷺ وہ اللہ کا فرد ﷺ وحید

جن کے دل میں ہے جنابِ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کا احترام
حق تعالٰی سے عطا ہے اُن کو جنت کی کلید

آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کا لال ﷺ ہی قرآنِ ناطق ہے فدا
منکرانِ حق کو دی توحید کی جس نے نوید

حضرت ابوالطاہر فدا حسین فدا علیہ الرحمۃ

مدح رسول صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم اور نعت گوئی عہد نبوی میں شروع ہوئی، کئی ایک عرب شعراء نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی مدح کی، ان میں عرب کا ایک عظیم شاعر جو فحول شعراء (بڑے اور پختہ شعراء) میں سے تھا اور بعثت نبوی کے وقت زندہ تھا، جس کا نام قیس اور لقب الاعشیٰ الکبیر ہے اور ضخیم دیوان کا مالک ہے، اس نے دالیہ قصیدہ حضور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی مدح میں کہا تھا جو شاعر کے دیوان میں موجود ہے۔ اعشیٰ کبیر کے علاوہ بھی بہت سے شعراء نے مدح مصطفیٰ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم میں حصہ لیا۔ خصوصاً انصار کے تین شعراء حضرت حسان، کعب بن مالک اور عبد اللہ بن رواحہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ نے کفار مکہ کے شعراء کے ''شعری حملوں'' کا خوب جواب دیا۔ اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی مدح میں بھی قصائد کہے، ان شعراء کے کلام میں حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اور آپ کے قبیلہ بنو زہرہ کی فضیلت کو بھی موضوع سخن بنایا گیا ہے، حضرت حسان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کہتے ہیں:

اَوْ مِنْ بَنِی زُهْرَةِ الْاَخْیَارِ قَدْ عُلِمُوْا
اَوْ مِنْ بَنِیْ جُمَحِ الْبِیْضِ الْمَنَاجِدِ!

''کاش میں بنو زہرہ میں سے ہوتا جو لوگوں میں سے چنے ہوئے نیک لوگ مشہور ہیں، یا میں بنو جمح کے شریف بہادروں میں ہوتا۔''

حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کی فضیلت اور عزت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حسان فرماتے ہیں:

تَاللّٰهِ مَا حَمَلَتْ اُنْثٰی وَلَا وَضَعَتْ
مِثْلَ الرَّسُوْلِ نَبِیِّ الْاُمَّةِ الْهَادِیْ

''اللہ کی قسم! نہ کسی عورت کے پیٹ میں بچے نے پرورش پائی نہ کسی نے ایسے بچے کو جنم دیا جیسے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم ہیں جو اس اُمت کے نبی اور ہادی ہیں۔''

اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم ہی اپنے والدین کریمین رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کے اکلوتے فرزند تھے اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی پیدائش کے وقت حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے جسم پاک سے ایک نور الگ ہوا، جس نے خلقِ خدا کیلئے حق کی روشنی عام کردی اور اس نور کو سب نے دیکھا:

یَا بِکْرُ آمِنَةُ الْمُبَارَکُ بِکْرُهَا
وَلَدَتْهُ مُصْنَةً بِسَعْدِ الْاَسْعَدِ
نُوْرًا اَضَآءَ عَلَی الْبَرِیَّةِ کُلِّهَا
مَنْ یَّهْدِ لِلنُّوْرِ الْمُبَارَکِ یَهْتَدِیْ

۱: ''اے حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے پلوٹھی کے فرزند! اور انکا یہ پلوٹھی کا فرزند بہت بابرکت ہے آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کو انہوں نے خوش بخت ترین گھڑی میں جنم دیا ایسی حالت میں کہ وہ پاکباز و پاکدامن تھیں۔

۲: ''حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا نے ایک ایسے نور کو جنم دیا جو تمام مخلوق کیلئے روشن ہوا تھا۔ اب جو اس نور سے مستفید ہونے کیلئے رستہ پالے گا وہ اس بابرکت نور حق کے طفیل ہدایت یافتہ ہو گا۔

نضر بن حارث قریش کے ان مفسدوں میں تھا جو

پیغمبر اسلام صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اور مسلمانوں کو ستانے اور تمسخر اُڑانے میں پیش پیش تھے جنگ بدر کے موقع پر وہ حضرت علی کرم اللہ وجھہٗ کے ہاتھوں قتل ہوگیا تھا، اسکی بیٹی قتیلہ بنت نضر بن حارث نے اس موقع پر کچھ شعر کہے اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو بھجوائے ان میں یہ شعر بھی تھا جس سے سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دونوں کی مدح ظاہر ہوتی ہے:

اَمُحَمَّدُ، وَلَاَنْتَ ضَنُٔ نَجِیْبَةٍ
فِیْ قَوْمِھَا وَالْفَحْلُ فَحْلُ مُعْرِقٍ

''اے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم! آپ ایک شریف و نجیب عورت کے فرزند ہیں جو اپنے قبیلے میں بڑی معزز و محترم تھی اور اسکا شوہر بھی ایک شریف ورعنا بہادر تھا۔''

مشہور قصیدہ بردہ شریف کے شاعر امام محمد بن سعید البوصیری نے مدح رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم میں متعدد قصائد لکھے ہیں ان میں سے ایک ان کا ہمزیہ قصیدہ بھی ہے جو قصیدہ بردہ کی طرح بہت طویل ہے اور سیرت طیبہ کے بہت سے پہلوؤں پر مشتمل ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت باسعادت کے حوالے سے اس قصیدے کے چار شعر ہیں:

فَھَنِیْئًا لِاٰمِنَةَ الْفَضْلُ
الَّذِیْ شَرُفَتْ بِیْ حَوَاءُ
مَنْ لِحَوَّآءَ اَنَّھَا حَمَلَتْ
اَحْمَدَ اَوْ اَنَّھَا بِیْ نَفْسَاءُ
یَوْمَ نَالَتْ بِوَضْعِہٖ ابْنَةُ وَھْبٍ
مِنْ فَخَارٍ مَالَمْ تَنَلْہُ النِّسَاءُ
وَاَتَتْ قَوْمَھَا بِاَفْضَلَ مِمَّا
حَمَلَتْ قَبْلُ مَرْیَمُ الْعَذْرَآءُ

۱: ''تو خوشگوار اور مبارک ہو آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کیلئے وہ فضیلت کہ جس کا شرف حضرت حوا کو بھی حاصل ہوا۔

۲: کون ہے جو حواء کو مبارک دے کہ وہ اپنے شکم احمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وسلّم کو اٹھائے ہوئے ہے یا اسکو جنم دینے کا شرف پا چکی ہے۔

۳: اس دن جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کو جنم دیکر وہب کی بیٹی نے ایسا فخر حاصل کیا جو دوسری عورتوں کو نصیب نہیں ہوا۔

۴: حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اپنی قوم کے پاس ایک افضل ترین ہستی کو لیکر آئیں جو اس ہستی سے بھی افضل ہے جو کنواری مریم اپنے لوگوں کے پاس اُٹھالائی تھی۔

امام بوصیری کے نعتیہ قصائد میں سے ایک دالیہ قصیدہ بھی ہے، یہ بھی ہمزیہ اور میمیہ (قصیدہ بردہ) کی طرح خاصہ طویل ہے، اس کے دو شعر ہیں:

اِلٰی سَیِّدٍ لَّمْ تَاْتِ اُنْثٰی بِمِثْلِہٖ
وَلَا ضَمَّ حَجَرُ مِّثْلَہٗ لَا وَلَا مَھْدُ
وَلَمْ یَمْشِ فِیْ نَعْلٍ وَلَا وَطِئَ الثَّرٰی
شَبِیْہٌ لَّہٗ فِی الْعَالَمِیْنَ وَلَائِدُ

عربی زبان میں نعت گوئی اور مدح رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی امامت تو بلاشبہ حضرت حسان بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شاعر دربار نبوت کے حصے میں آتی ہے تاہم عربی نعت گوئی کو بام عروج پر پہنچانے کا شرف امام بوصیری اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی کو حاصل ہے، امام بوصیری کے نعتیہ قصائد سے یوں لگتا ہے جیسے وہ فنافی مدح رسول ہیں۔ تاہم علامہ نبہانی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے زمانے تک کے تمام قصائد جو نعت یا مدح رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم میں کہے گئے انہیں یکجا کر دیا ہے اور تین ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب کو" المجموعة النبهانية " کا نام دیا ہے۔ یوسف نبہانی بھی محبت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم میں ڈوب کر نعت کہتے ہیں، اس مجموعہ میں انکے اپنے بھی بیشمار قصائد جمع ہیں امام بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کی تقلید کرتے ہوئے علامہ نبہانی نے بھی ایک ہمزیہ قصیدہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی نذر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

مَاتَتْ اُمُّ النَّبِیِّ وَھُوَابْنُ سِتٍّ
وَاَبُوْہُ، وَبَیْتُہٗ الْاَحْشَآءُ
ثُمَّ اَحْیَا ھُمَا الْقَدِیْرُ فَحَازَا

شَرَفَ الدِّيْنِ، حَبَّذَا الْاَحْيَاءُ
وَهُمَا نَاجِيَانِ مِنْ غَيْرِ شَكٍّ
فَتْرَةً أَوْحَيَاةً، اَوْ حُنَفَاءَ
لَيْسَ يَرْتَابُ فِيْ نَجَاتِهِمَا
اِلَّا رَقِيْعٌ فِيْ الدِّيْنِ، اَوْرُقَعَآءُ
كَيْفَ تُرْجٰى النَّجَاةُ لِلنَّاسِ مِمَّنْ
مَا أَتٰى وَالِدَيْنُ مِنْهُ النَّجَاءُ
أَ يَرَوْنَ الدُّعَا مَا كَانَ مِنْهُ
لَمَّا، اَوْدَعَا، وَخَابَ الدُّعَاءُ

ا: ''نبی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی والدہ ماجدہ فوت ہوئیں تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی عمر چھ برس تھی، اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم ابھی ماں کے پیٹ میں ہی تھے جب آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کے والد ماجد اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۲: پھر اللہ قادر مطلق نے ان دونوں کو زندہ کر دیا، اس طرح انہوں نے مسلمان ہونے کا شرف پالیا، کیا کہنا اس زندہ کئے جانے کا۔

۳: اور وہ دونوں والدین کریمین رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا بلا شبہ بخشے ہوئے ہیں یا تو ''فترت'' میں پیدا ہونے کے باعث، یا زندہ کیا جانے کے طفیل، یا اسلئے کہ وہ حنیف تھے یعنی توحید پرست تھے اور بت پرستی سے بیزار تھے۔

۴: اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوا اور ان سے جو ہم میں سے نیک ہیں، اور جو کمینے ہیں وہ ناراض ہوتے رہیں۔

۵: ان دونوں کی بخشش میں وہی شک کرتا ہے جو مرد عقیدے میں بیکار ہوتا ہے یا جو عورت بیکار ہوتی ہے۔

۶: وہ لوگ بخشش کی کیا اُمید رکھتے ہیں جو دین کے سرچشمے سے بے خبر ہیں۔

۷: کیا ان لوگوں کو یہ پتہ نہیں تھا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے ان کیلئے دُعا فرمائی تھی تو یہ ممکن ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم دُعا فرمائیں اور اللہ جل شانہ اس دعا کو قبول نہ فرمائیں۔

عرب شاعر شہاب الدین محمود ولادت نبوی کا تذکرہ کرتے ہیں اور سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے ان ارشادات کو یاد کرتے ہیں جو انہوں نے ولادت نبوی سے قبل اور ولادت کے بعد بکثرت بیان فرمائے تھے، وہ کہتے ہیں:

وَآمِنَةُ لَمْ تَلْقَ فِيْ حَمْلِكَ الْاَذٰى
وَقَدْ أُمِنَتْ مِنْ كُلِّ ضَيْمٍ وَشِدَّةٍ
وَقِيْلَ لَهَا فِي السِّرِّ آمِنَةُ اَبْشِرِيْ
بِحَمْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ خَيْرِ الْخَلِيْقَةِ
وَقَدْ أَبْصَرَتْ نُوْرًا أَضَاءَ لَهَا بِهٖ
مَعَاهِدُ بُصْرٰى كُلُّهَا وَتَجَلَّتْ

ا: اور اے رسول برحق! جب آپ شکم آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا میں تھے تو انھیں اس سے کوئی بوجھ یا تکلیف نہیں محسوس ہوئی بلکہ وہ ہر زیادتی اور سختی سے بھی مامون و محفوظ ہو گئی تھیں۔

۲: انہیں رازداری سے بتا دیا گیا تھا کہ حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا! آپکو خوشخبری ہو آپ اللہ تعالیٰ کے رسول کی ماں بننے والی ہیں جو تمام مخلوق سے افضل و برتر ہیں۔

۳: اور انہوں نے ولادت کے وقت ایک روشنی دیکھی تھی جس کے سبب انہیں شہر بصریٰ کے تمام مکانات و محلات واضح طور پر دکھائی دیئے تھے۔

جدید عربی شاعری میں مصر کے قومی شاعر احمد شوقی کو بہت بلند اور نمایاں مقام حاصل ہے، شوقی نے کئی ایک انبیائے کرام کی شان میں شعر کہنے کے علاوہ دو طویل قصیدے سو سے زائد شعروں پر مشتمل کہے ہیں جو رسول اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کی مدح میں ہیں اور یہ دونوں قصیدے امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیری کی یاد دلاتے ہیں ان میں سے ایک قصیدہ میمیہ ہے جو ''نهج البردة'' یعنی قصیدہ بردہ کی طرز پر ہے، وہ قصیدہ ہمزیہ ہے، یہ بھی امام بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کی طرز پر ہے مگر اس قصیدے میں نہ صرف شوقی اپنی شاعری کی بلندیوں پر نظر آتا ہے بلکہ اس نے مدح رسول میں بھی نعت گوئی کی چوٹی سر کرلی ہے، شوقی کا ہمزیہ ولادت کے حوالے

سے شروع ہوتا مگر اس میں شاعر نے جو نئے معانی و افکار پیدا کئے ہیں اور حسین وجاذب نظر الفاظ وتراکیب میں جو جدت پیدا کی ہے وہ عرب نعت گوئی کو ایک نیا رنگ عطا کرتی ہے اور ایک نئے رخ پر ڈالتی ہے، شوقی کے یہ معانی وافکار اور یہ اسلوب بیان شاعری کی بھی ایک نئی دنیا کی تخلیق کرتا ہے، احمد شوقی کے قصیدہ ہمزیہ کا مطلع ہے:

وُلِدَ الْهُدٰی فَلَکَائِنَاتِ ضِيَاءٌ
وَفُمُ الزَّمَانِ تَبَسُّمٌ وَثَنَاءٌ

''ہدایت کی ولادت ہوئی تو کائنات روشنی بن گئی۔ زمانے کا منہ تبسم اور ثنا بن گیا۔''

شاعر نے اپنے اس مطلع القصیدہ میں عربی زبان کے چار مصدر استعمال کئے ہیں، مشتق کے برعکس مصدر زیادہ فصیح وبلیغ اور زیادہ پر معنی ہے، اسی طرح مشتق کے مقابلے میں یہ کثرت اور دوام پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح فعل کے مقابلے میں بھی اسم مصدر زیادہ پر معنی و فصیح ہے کہ فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے، ظاہر ہے حادث ہونا ایک عارضی چیز ہے جبکہ مصدر دوام وثبات کا متقاضی ہے، اس شعر میں فعل صرف ایک "ولد" ہے یعنی پیدا ہوا، کائنات اسم ہے، فم الزمان دو اسموں کا مرکب اضافی ہے، "فم الزمان تبسم وثنا" خوبصورت استعارہ ہے اور مبالغہ کے معنی پر بھی دلالت کرتا ہے، ''زمانے کا منہ تبسم وثنا'' ہے یعنی سراپا مسکراہٹ اور ستائش ہے، زمانہ کا منہ مسکرایا نہیں اور نہ فاعل مسکرانے والا ہے بلکہ سراپا مسکرانا اور سراپا ستائش کرنا ہے، زمانہ تھوڑا مسکراتا یا ستائش کرتا ہے یہ تو اہل زمانہ ہیں جو مسکراتے یا ستائش کرتے ہیں۔ اسی طرح ہدایت دینے والا ہادی اور روشن کرنے والا یعنی "مضیء" بھی نہیں استعمال کیا اور نہ یہ کہا کہ ہدایت دی یا روشن کیا بلکہ مجسم ہدایت کہا ہے، یہ نہیں کہا کہ ہدایت دینے والے محمد صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم پیدا ہوئے بلکہ یہ کہا کہ سراپا ہدایت کی ولادت ہوئی۔

پھر کہتے ہیں:

وَالرُّوْحُ وَالْمَلَأُ الْمَلَائِکُ حَوْلَهٗ
لِلدِّيْنِ وَالدُّنْيَا بِهٖ بُشَرَاءُ
وَالْوَحْيُ يَقْطُرُ سَلْسَلًا مِنْ سَلْسَلٍ
وَاللَّوْحُ وَالْقَلَمُ الْبَدِيْعُ رَوَاءُ
نُظِمَتْ أَسَامِيْ الرُّسُلِ وَهِيَ صَحِيْفَةٌ
وَاسْمُ مُحَمَّدٍ فِيْهَا طُغْرَاءُ

ا: روح الامین جبریل اور انکے ساتھ فرشتوں کی تمام محفل اس سراپا ہدایت کے سبب تمام دین ودنیا کیلئے خوشخبری دینے والے بن گئے۔

۲: وحی ربانی کا سلسلہ مسلسل جاری وساری ہے، لوح محفوظ اور انوکھا قلم بھی تروتازہ ہیں۔

۳: رسولوں کے نام ترتیب سے لکھے گئے ہیں جو ایک صحیفہ میں ہیں اور ''محمد'' صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کا اسم پاک صحیفہ رسل کا سرعنوان ہے۔

اگلے تین شعروں میں ولادت کے حوالے کیساتھ ساتھ سیدہ آمنہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے متعلق بھی ارشاد ہے حضرت جو حضرت حواء کی نمائندگی کرتی ہیں اور اس کیساتھ ہی بنوہاشم کے توحید پرست حنفاء کا تذکرہ بھی ہے:

يَا خَيْرُ مَنْ جَآءَ الْوُجُوْدَ تَحِيَّةً
مِنْ مُرْسَلِيْنَ اِلَى الْهُدٰى بِکَ جَآءُوْا
بَيْتُ النَّبِيِّيْنَ الَّذِیْ لَا يَلْتَقِیْ
اِلَّا الْحَنَائِفَ فِيْهِ وَالْحُنَفَآءَ
خَيْرُ الْاُبُوَّةِ حَازَهُمْ لَکَ آدَمُ
دُوْنَ الْاَنَامِ وَاَحْرَزَتْ حَوَّآءُ

ا: اے وہ ہستی جو ان منتخب انبیاء میں افضل ترین ہے جو دنیا میں اسلام کا پیغام بن کر آئے وہ سب آپکے سبب آئے اور میثاق ازل کے بعد آئے۔

۲: آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کا تعلق ایسے گھرانے سے ہے جو نبیوں کا گھرانہ ہے اور جس میں صرف توحید پرست حنفاء مرد عورتیں ہی باہم ازدواج میں منسلک کئے جاتے رہے (یعنی آپ کے آباء وامہات سب صالح وتوحید پرست تھے)۔

۳: آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کیلئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ان آباء واجداد کو اپنی پشت میں رکھا جو سب کے سب بھلے لوگ تھے۔ دوسروں کو یہ امتیاز حاصل نہ تھا۔ اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی جن اُمہات کو حضرت حواء نے اپنے پاک رحم میں رکھا وہ بہترین مائیں تھیں۔

''حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا شعرا کی نظر میں'' اگر ڈاکٹریٹ کے مقالے کا عنوان ہو تو شاید موضوع کے ساتھ انصاف کیا جاسکے، اس مختصر کتاب کی ایک چھوٹی سی فصل میں تو ''مشتے نمونہ از خروارے'' ہی ممکن ہے، شعراء نے مدح رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ضمن میں سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو جو خراج تحسین پیش کیا ہے وہ بھی بہت وسیع ہے اسی طرح اُردو اور دیگر پاکستانی زبانوں میں بھی سیرت ومدح رسول کا جو لامحدود لٹریچر وجود میں آیا ہے اس میں حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو بھی خراج عقیدت واحترام پیش کیا گیا ہے اس لئے اسکے احاطہ کی کوشش بھی روا نہیں البتہ دو باتیں کہنے میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔

ایک تو یہ ہے کہ اردو شعراء نے ''آمنہ کالال'' کی ترکیب بکثرت استعمال کی ہے مثلاً حفیظ جالندھری کہتے ہیں:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات، فخر نوع انسانی

یا عظیم قریشی اس بات کو ذرا مختلف انداز میں کہتے ہیں:

سلام'' علی گوہر آمنہ سلام'' علی محور فاطمہ

عارف رحمانی بھی تقریباً یہی بات کہتے ہیں:

اے جگر گوشۂ آمنہ السلام
حاصل مقصد دوسرا السلام

اگر میرا انداز غلط نہیں تو ''آمنہ کالال'' کی ترکیب کو اُردو زبان میں متعارف کرانے کا سہرا مصور غم علامہ راشد الخیری دہلوی کے حصے میں آتا ہے جنہوں نے ولادت نبوی کے حوالے سے ایک خوبصورت کتاب لکھی اور اسکا یہی نام رکھا تھا۔ لیکن اُردو شعراء نے سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو خراج عقیدت پیش کرتے وقت ایک وسیع کینوس کو بھی سامنے رکھا ہے اور سیرت پاک کے اس پہلو کو اپنے اپنے مختلف رنگوں میں بھی پیش کیا ہے اور شاعرانہ فکر و معنی کی بھی ایک وسیع دنیا تخلیق کرکے اُردو ادب کو چار چاند لگائے ہیں جیسے مثلاً صاحب مسدس فرماتے ہیں:

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل ونوید مسیحا

اس فصل کے حسن معنی کو مکمل کرنے اور ذوق لطیف کی تسکین کیلئے حضرت صائم کی یہ مکمل نظم پیش کرنے میں کوئی قباحت نہ ہوگی:

واہ رُتبہ ترا سیدہ آمنہ
نور ہے آپ کا سیدہ آمنہ
کب کسی کے مقدر میں ہے وہ ہوا
آپ کو جو ملا سیدہ آمنہ
ساری توحید ہے تیری آغوش میں
مومنہ مسلمہ سیدہ آمنہ
کس کو ایمان ہے ان سے بڑھ کر ملا
گھر ہیں ایمان کا سیدہ آمنہ
آپ مالک ہیں کوثر کی، فردوس کی
نورِ حق کی ضیا سیدہ آمنہ
سارے نبیوں کا سلطان و سردار ہے
آپ کا لاڈلا سیدہ آمنہ
آپ ملکہ ہیں جنت کی فردوس کی
آپ پر ہم فدا سیدہ آمنہ
سب فرشتوں کی جھکتی جبیں ہے جہاں
وہ ہے حجرہ ترا سیدہ آمنہ
از ازل تا ابد پاک ہی پاک ہے
سب گھرانہ ترا سیدہ آمنہ
اپنے محتاج صائم پہ بہر خدا
ہو نگاہ عطا سیدہ آمنہ
(رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا) (محمد صائم چشتی)

سانحہ ابواشریف

سیّد عارف محمود مہجور رضوی گجرات

''اس سانحہ سے گنبدِ خضریٰ ہے پُر ملال''
وہ ماں کہ دوجہاں میں ہیں سب سے عظیم ماں
کس سے بیاں ہوں عظمتیں اُمِ رسول ﷺ کی
وہ یادگارِ اُمِ نبی ﷺ آہ کیا ہوئی
تربت وہ جس کو دستِ نبی ﷺ سے شرف ملا
جس پہ بہے تھے اشکِ نبی ﷺ وقتِ فاتحہ
بلڈوز وہ کیا قبر ہوئی دل دھل گیا
ہر آنکھ اشک بار ہے ہر دل ہے پُرحزیں
نجدی، یزید کے ہیں حقیقت میں جانشیں
ظلم و زیادتی کی روایات کے سبب
جائز ہے ان کے دیں میں محلات کا وُجود
کیا کیا نہیں ان میں خلافِ شرع عمل
بدبختیوں نے ان کی بصیرت سمیٹ لی
دعوت یہ دے رہے ہیں خدا کے عذاب کو
جس جس نے بھی دیا ہے شقاوت کا یہ ثبوت
کیسے یہ منہ دکھائیں گے خیرُ الانام ﷺ کو
انگریز کی غلامی کب تک ہے وجہِ فخر
یاربّ ملوکیّت کا تُو سورج غروب کر
لاکھوں سلام والدۂ آنحضور ﷺ پر
دُنیا کو جن کی کوکھ سے ایماں ہوا نصیب
مہجورؔ والدینِ کریمینِ مصطفیٰ ﷺ

اُمِ نبی ﷺ کی قبر مبارک ہے پائمال
جن کے طفیل ہم کو ملا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کالال ﷺ
اللہ نے اپنے نور کا بخشا جنہیں جمال
لازم تھا جس کا مومنو رکھنا ہمیں خیال
بدبختوں نے چلائی اسی پر ہے آہ کدال
نابود اس کو کرگئے موجودہ بُوجہال
اس بے بسی کی موت پہ جینا ہوا محال
دیکھا نہ جائے مرقدِ اُمِ نبی ﷺ کا حال
آلِ نبی ﷺ کے بغض سے ہے ان کا اتصال
ثابت ہوا کہ ان کی حکومت ہے بدخصال
''لیکن حرام شے ہے مقابر کی دیکھ بھال''
یہ بات جانتے ہیں سبھی واقفانِ حال
بدنظریات سے ہوا ارزاں انہیں وبال
اپنے عمل سے مانگتے ہیں قہرِ ذُوالجلال
دونوں جہاں میں ہوگا نہ ہرگز کبھی نہال
کیسے کریں گے اپنے گناہوں کا اندمال
بُش کو کہاں تلک یہ بنائیں گے اپنی ڈھال
تاکہ قرونِ رفتہ کی عظمت ہو پھر بحال
بھیجیں گے تاقیامت خوش بخت وخوشحال
کرتے ہیں ان کے دین پر بدبخت ہی سوال
مومن ہیں ہر لحاظ سے بیشک و احتمال

سیّد عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

پیارے رسول ﷺ کی پیاری امّی جانؓ

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

کونسل آف جرائد اہلسنّت پاکستان کے صدر
ملک محبوب الرسول قادری مدظلہٗ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

ماں کتنا خوبصورت، پر خلوص، میٹھا اور حسین لفظ ہے؟ اور صرف ماں ہی نہیں، ہر وہ لفظ جو اس تقدس مآب ہستی کا تصور ذہن میں اُتارے اسکے ساتھ قلبی، رُوحانی وابستگی کی کیفیت ایک ہی ہوتی ہے۔ چاہے تو عربی زبان میں ''اُمّ'' کہا جائے، یا فارسی میں ''مادر''، پشتو میں ''مور'' کہا جائے، یا سندھی میں ''امّاں'' کا لفظ استعمال کیا جائے، پنجابی میں ''ما''، ''اماں''، ''امی''، ''مائے''، کہا جائے، یا ہند کو میں ''بے بے''۔ کوئی انگریزی میں ''ممی'' اور ''مدر'' کہے، یا ہمارا کوئی ڈار اشیدی بلوچ ''ماس'' اور ''مات'' کے لفظ سے اس شخصیت کو پکارے۔ پکارنے والے کو جو لطف، حظ اور چاشنی محسوس ہوتی ہے، اسے بس محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

نامور مفکر خلیل جبران نے بالکل صحیح کہا تھا کہ ''انسانیت کی زبانوں پر سب سے زیادہ خوبصورت اور پیارا لفظ ماں ہے اور سب سے زیادہ حسین پکار ''میری ماں'' ہے یہ ایک ایسا لفظ ہے جس سے اُمید و محبت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔''

سچ تو یہ ہے کہ مامتا کے جذبہ اور شفقتوں کا ادراک کوئی ماں ہی کر سکتی ہے۔ مامتا کے اس جذبے کو نہ تو الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہے اور نہ ہی اسے کوئی تصوراتی خاکہ دیا جا سکتا ہے۔ اور واقعی ماں بذاتِ خود ایک ایسا لفظ ہے جس میں مٹھاس ہی مٹھاس ہے اور یہ واحد رشتہ ہے جو زندگی کی آخری سانسوں تک ابتدائی جوش و خروش ہی کی طرح باقی رہتا ہے۔

ملک کے نامور قانون دان رفیق احمد باجوہ کی بات مجھے بار بار یاد آتی ہے اور ہر بار میں ایک نیا لطف محسوس کرتا ہوں کہ:

لوگو! نہ کوئی ماں کا نعم البدل ہے، نہ اللہ تعالیٰ کا۔ نہ ماؤں کیلئے شرک کرو، نہ اللہ کیلئے۔ جس روز انسانی ذہن سے ماں کی وحدانیت ختم ہو جائیگی، لوگ خدا کیلئے بھی شریک ڈھونڈ نکالیں گے۔''

تحریک حریت کے عظیم مجاہد سکالر اور صحافی مولانا محمد علی جوہر فرمایا کرتے تھے:

''دُنیا کی بہترین شے ماں اور صرف ماں ہے۔''

علامہ اقبال کا ارشاد ہے کہ:

''سخت دل کو ماں کی پرنم آنکھوں سے موم کیا جا سکتا ہے اور ماں کی مامتا کا ادراک سوائے ماں کے اور کسے ہو سکتا ہے؟ انسان تو انسان ہے ممتا کا حسین جذبہ تو حیوانوں میں بھی دیدنی ہوتا ہے۔ بھلا کسی پرندے، جانور اور تو اور کسی درندے کے بچے کو پکڑ کے دیکھو اور پھر اسکی ماں کی کیفیت کو ملاحظہ کرنا! درندے تو درندے ہوتے ہیں، سخت دل لیکن ممتا کا جذبہ انکے ہاں بھی مفقود نہیں۔''

اسی لئے تو میرے آقا و مولیٰ مرشد کائنات حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ:

''جنت ماں کے قدموں کے تلے ہے۔''

آپ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اس شخص کیلئے دُعا ضرور فرمائی جو ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کو اپنی زندگی میں پائے اور انکی خدمت کرکے اپنے خالق و مالک ربّ غفور کو راضی نہ کرلے اور اس پر وزیر مصطفیٰ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم حضرت جبریل امین نے آمین ثم آمین کہی۔ اور آپ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

''تجھ پر سب زیادہ حق تیری ماں کا ہے۔''

سب کچھ اسی لئے ہے کہ ربّ کریم توحقیقۃً بچے کو وجود عطا فرماتا ہے اور والدین اسکی پیدائش کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ایک پکے مسلمان کیلئے کتنی بڑی خوشخبری ہے کہ جنت تیری ماں کے قدموں میں ہے اور پھر حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ازواج مطہرات کو پوری مسلم برادری کی ماں قرار دیا گیا۔

سیّدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخاں قادری اُمہات المؤمنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہن سے یوں اپنی نیاز مندی اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں:

اہل اسلام کی مادران شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

پھر اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کے حضور عرض پرداز ہیں:

سیما پہلی ماں کہف امن واماں
حق گذار رفاقت پہ لاکھوں سلام

یہ عظمت وبزرگی، مقام ومرتبہ، عزت وشان اور اَدب واحترام تو ہے مؤمنین کی تقدس مآب ماؤں کا! اب آیئے! اس عظیم المرتبت ہستی کی طرف کہ جس کو سیّد المرسلین اور امام الانبیاء صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔ جس کے صدقے سے زمانے کو امن وسکون کی دولت لازوال ملی، جس کے طفیل اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی مخلوق کو اپنا محبوب عطا کردیا، جس کے ذریعے سے رحمت مجسم تاجدارِ ختم نبوت صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا ظہور ہوا، اور جس ہستی کا لختِ جگر اور نورِ نظر ساری کائنات میں آفتاب عالم تاب بن کر چمکا، نہ صرف خود چمکا بلکہ اس سراج منیر سے کائنات کا ذرّہ ذرّہ مستفید ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان محدّث بریلوی آفتاب رسالت صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے حضور یوں استغاثہ عرض کرتے ہیں:

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت
بدوں پر بھی برسادے برسانے والے

ہاں! وہ عظیم ہستی، محسنہ کائنات، حضرت سیّدہ طیبہ وطاہرہ سیدتنا آمنہ سلام اللہ علیہا ورضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی ہے۔ جس پر نسوانی تاریخ کے ہر عہد میں شک کیا جاتا رہا۔ حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے والد گرامی حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ اور آپکی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کی عظمت اور فضائل ومناقب پر مشتمل مسلم برادری کے مسلمہ بزرگ حضرت امام جلام الدین سیوطی علیہ الرّحمۃ نے چھ کتب لکھی ہیں، جن کا اُردو ترجمہ عہد حاضر کے مشہور عالم مولانا مفتی محمد خان قادری نے کیا ہے، جولاہور سے چھپ چکی ہیں۔ اسکے علاوہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان بریلوی نے عظمت والدین مصطفیٰ کے موضوع پر "**شمول الاسلام لآباء الرسول الکرام**" کے نام سے جامع علمی وتحقیقی کتاب لکھی۔ اور اب تولاہور میں فاضل نوجوان مولانا فاروق احمد علوی سے لیکر کرنل (ر) محمد انور مدنی (بندۂ رسول) تک اہل علم وقلم نے اس موضوع پر گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ مفسر قرآن حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرّحمۃ نے منظوم مناقب لکھے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات کے عظیم

ترین اور سب سے بڑے انسان کی ماں ہونے کا شرف جس خاتون کو حاصل ہوا، وہ عظیم ماں سیدتنا آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کون تھیں؟ حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا مکہ کے مشہور قبیلہ ''بنو زہرہ'' کے سردار حضرت وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی تھیں۔ گویا حضرت وہب بن مناف حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے نانا جان تھے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے سلسلۂ نسب میں چند واسطوں کے بعد ایک بزرگ حضرت کلاب بن مرہ تھے، جن کیساتھ حضرت وہب کا سلسلہ نسب بھی جاملتا تھا۔ یعنی چند پشتوں کے بعد حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا سلسلۂ نسب مل جاتا ہے۔ ایک شریف النفس اور اپنے زمانے کی ممتاز و مشہور شخصیت تھے۔ اور آپکی والدہ ماجدہ کا نام حضرت برہ بنت عبد العزیٰ تھا، جو شریف، پاکباز اور خاموش طبع عورت تھیں۔ عربی انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قریش میں اپنے حسب و نسب کے اعتبار سے افضل ترین خاتون تھیں۔''

(''دائرۃ المعارف الاسلامیہ'' ج: ۲، ص: ۲۳، مطبوعہ تہران)

اور شرح مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اپنے نسب کے اعتبار سے باپ کی طرف سے اور حسب کے اعتبار سے ماں کی طرف سے قریش کی تمام عورتوں سے ممتاز تھیں۔ ابن ہشام نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قریش کی عورتوں میں حسب و نسب اور فضیلت کے اعتبار سے سب میں ممتاز تھیں۔

(''السیرۃ النبویہ'' ص: ۱۵۲)

دانش گاہ پنجاب لاہور کی طرف سے شائع ہونے والے انسائیکلوپیڈیا میں محققین کی ایک جماعت نے بارگاہِ اُمِّ رسول اللہ تعالیٰ حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے حضور یوں عقیدت کے پھول نچھاور کئے ہیں جو محض عقیدت نہیں بلکہ تحقیقی شاہکار بھی ہیں کہ:

''حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا نیک اور پاکباز خاتون تھیں۔ طہارت نفس، شرافت نسب، عزت و جاہت، عفت و عصمت اور پاکبازی میں بیمثال تھیں اور اپنی قوم میں ''سیدۃ النساء'' کے لقب سے مشہور تھیں۔ وہ صبر و رضا اور ہمت و استقامت کا پیکر تھیں، راضی برضائے الٰہی ہوکر صبر و رضا کی مثال بن گئیں۔''

(دائرۃ المعارف الاسلامیہ (اردو) جلد: ۱۹، ص: ۱۰، ۱۱)

علامہ زرقانی کا کہنا ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے متعلق میری تحقیق یہ ہے کہ:

''حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا بہت عقیل و فہیم، نسب کے اعتبار سے اپنی قوم میں سب سے افضل اور نجیب تر تھیں اور اصل کے اعتبار سے ساری قوم میں پاکیزہ سیرت اور طیب تھیں۔''

بیس سال کی عمر میں حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی شادی حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے ہوئی۔ اس وقت کے عربوں کے دستور اور رواج کیمطابق شادی کے عروسی کے تین روز حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے سسرال میں حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے پاس گزارے اور پھر حضرت عبد المطلب کی طرف سے محلّہ ''زقاق المولد'' میں حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ملنے والے ایک مکان میں شفٹ ہو گئے۔

شادی کے بہت تھوڑے عرصہ بعد حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تجارت کی غرض سے سفر کیا۔ اسی سفر کے دوران علیل ہوئے اور اپنے ننہال کے گھر میں جو مدینہ منورہ میں تھا، آپ نے مختصر علالت کے بعد رحلت فرمائی۔ آپکا سن وفات 570ء ہے۔ ظاہر ہے ایک عظیم و جلیل، شکیل و حسین، خلیق و سخی، فیاض و کریم، زیرک و دانا رفیق حیات کا جتنا گہرا صدمہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو ہوا ہو گا، اسکا ادراک

انکے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ آپکی وفات کے سات ماہ بعد حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے ہاں 21 اپریل 571ء بمطابق 12 ربیع الاول بروز پیر حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت ہوئی۔ حمل میں حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو متعدد مرتبہ کائنات کے عظیم ترین فرزند اور اللہ کے محبوب کی بشارتیں دی گئیں۔ اس پہ سیرت کی تقریباً تمام کتب گواہ ہیں۔ ولادت مصطفیٰ کے وقت مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ اور ایسی ہی نیک وپاکباز متعدد خواتین حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی خدمت کیلئے حاضر ہوئیں۔ خود حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ انکے قد بہت لمبے تھے۔ اور نوری مخلوق پرندوں کی صورت میں آئی جس نے ہمارے گھر کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیا۔ پھر میں نے کعبۃ اللہ کی چھت، مشرق اور مغرب میں تین مختلف جھنڈے لہراتے دیکھے۔ میں نے گھوڑوں اور پرندوں کی آوازیں سنیں، میں نے نور دیکھا اور قیصر و کسریٰ کے محلات دیکھے۔ پھر میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کو ساری دُنیا کی سیر کراؤ۔ اسکے بعد کیا ہوا؟ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی بات امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں اور امام قسطلانی مواہب الدنیہ میں یوں نقل کرتے ہیں کہ میں نے سنا:

''فرشتے نے کہا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ کے اخلاق، حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَامُ کی معرفت، حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَامُ کی شجاعت، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کی رضا، حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَامُ کی فصاحت وبلاغت، حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَامُ کی حکمت، حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَامُ کی بشارت، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کی قوت، حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَامُ کا صبر، حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَامُ کی فرمانبرداری، حضرت یوشع بن نون کا جذبہ جہاد، حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَامُ کا لحن، حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَامُ کی محبت، حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَامُ کا وقار، حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کی عصمت اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کا زہد اس (نومولود محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ) میں جمع کر دو!''

اللہ اکبر! سبحان اللہ! حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشارت بھی دی گئی اور آپکا نام بھی ''محمد'' صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ تجویز کیا گیا، جس کا اعلان حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خانہ کعبہ میں جا کر فرمایا۔ پھر جب قبیلہ بنو سعد کی نہایت متقی، پاکباز، دلیر اور معزز خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ مکہ مکرمہ میں آپکو لینے کیلئے آئیں تو آپکو انکے ساتھ روانہ کرنے سے قبل حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے جو دُعا کی اسکا مطالعہ بہت سارے شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیتا ہے۔ مشہور سیرت نگار سید سلیمان منصور پوری، جنہیں فریق ثانی بہت پسند کرتا ہے، وہ اپنی کتاب ''رحمۃ اللعالمین'' میں رقمطراز ہیں کہ:

''حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے یوں دُعا دی کہ:

''میں اپنے بچے کو خدائے ذُوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں، اس شر سے جو پہاڑوں میں پلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے (یعنی فرزند ارجمند محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کو) اُونٹ پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور درماندہ لوگوں کیساتھ نیک سلوک اور احسان کرنیوالا ہے۔''

ان دُعائیہ جملوں کو بار بار پڑھئے اور خوب غور کیجئے! ان سے حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا ربّ کریم کی ذات پر کامل ایمان و یقین، اپنے فرزند سے انتہائی محبت، اسکے روشن اور تابناک مستقبل کو دیکھنے کی خواہش، درماندہ، مجبور و مقہور اور بے سہارا لوگوں کی فوز و فلاح اور حمایت وامداد کی اُمنگ اور خدمت خلق کا جذبہ واضح اور اُجاگر ہوتا ہے۔ اپنے گھر کی اتنی واضح اور صاف گواہی کے بعد بھی اگر کوئی انکے ایمان میں تشکیک کا اظہار کرے تو اسے بد قسمتی کے سوا کیا کہا جائیگا؟

بہر حال حضرت حلیمہ سعدیہ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کی دو سال تک خدمت کی اور پھر مکہ شریف لے آئیں۔ مگر ان دنوں مکہ شریف میں ایک وبا پھیلی ہوئی تھی ،اس خدشے کے پیش نظر حضرت سیدہ سعدیہ رضی اللہ تعالی عنہا آپکو دوبارہ لے گئیں اور مزید دو سال اپنے پاس رکھا۔ گویا چار سال کی خدمت کے بعد حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس لے آئیں۔ آپ اپنے فرزند عظیم کے ساتھ ننہال تھیں۔

آپ ہر سال اپنے شوہر نامدار حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مزار (قبر شریف) کی زیارت کیلئے مدینہ منورہ جاتی تھیں۔ جب حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کی عمر شریف سواچھ سال ہوگئی تو حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا آپکو لیکر ایک خادمہ حضرت اُمِ ایمن اور ایک رہبر کے ہمراہ مدینہ منورہ گئیں اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر کی زیارت کی۔ ایک مہینے تک یہیں قیام کیا۔ یہاں طبیعت خراب ہونے لگی اور مدینہ منورہ سے مکہ شریف واپسی ہوئی تو راستے میں ابواء شریف کے مقام پر آپ نے رحلت فرمائی۔ ''ابواء شریف'' مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی پرانی شاہراہِ مبارک پر سر راہ برلب سڑک (واقع) نہیں، بلکہ مدینہ منورہ سے **208** کلومیٹر کے فاصلے پر جانب مکہ مکرمہ ''مستورہ'' منزل ہے، یہاں سے ابواء کی طرف چار کلومیٹر (عربی میل) چلنا پڑتا ہے جو مشرق کی طرف ہے۔''

(الجوابات الرضویہ علامہ محمد حسن علی رضوی ،:ص:۱۸)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا نے **571**ء میں رحلت فرمائی ۔یہ جولائی کا مہینہ تھا، آپکی عمر شریف تقریباً پچیس چھبیس برس تھی ،یہیں آپکی قبر شریف بنائی گئی۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم سے یہ ثابت ہے کہ بعد میں آپ اپنی والدہ محترمہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر شریف کی زیارت کیلئے ابواء تشریف لے گئے۔ ساڑھے چودہ سو سال سے اہل محبت کا یہ معمول رہا کہ حج و عمرہ کی سعادت کے حصول کیلئے جب بھی حرمین شریفین حاضری دیتے تو اپنے عظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کی پیاری امی جان رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر کی زیارت کیلئے ابواء شریف بھی جاتے۔ مدینہ منورہ میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر شریف کی زیارت سے بھی فیضیاب ہوتے۔

کراچی کو تو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہاں وہ خوش قسمت انسان جناب عبد الواحد مدنی قیام فرما ہیں کہ جنہوں نے تقریباً بیس پچیس سال پہلے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر مبارک کھولنے کے موقع پر آپکے جسد اطہر کو ایک قبر مبارک سے دوسری قبر شریف میں منتقل کیا۔ الحمد للہ! وہ بقید حیات ہیں اور ان سے ملکر آنکھوں دیکھا حال ہی نہیں، اصل حقائق معلوم کیے جاسکتے ہیں اور اسکی گواہیاں اس دور کے اخبارات ورسائل کی فائلوں میں باتصویر موجود ہیں۔

بدقسمتی سے سعودی عرب میں نجدی قانون کے پیش نظر جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے علاوہ دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے مزارات کوشہید کیا گیا، قبے اور روضے گرادیئے گئے ،ان پر بلڈوزر چلا کر اپنے بغض وعداوت کی آگ کو مزید بھڑکایا گیا اور اب گذشتہ سالوں میں اُمِ رسول اللہ حضرت طیبہ وطاہرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا جو محسنۂ کائنات ہیں، کی قبر شریف کو بھی نہایت بے دردی سے شہید کردیا گیا۔ جس پر ہر مسلمان کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ اور وہ سراپا احتجاج ہے کہ خدا کے مقبول و محبوب بندوں کی قبروں کو گرا کر ناجانے کون سی توحید کو بچایا جارہا ہے؟

اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيْهِ رَاجِعُوْن.

عظمتِ اُمِ رسولؐ

مجھ کو بھی ہے اعترافِ عظمتِ اُمِ رسول
مجھ کو بھی بخشی خدا نے الفت اُم رسول

آنکھ کھولی ہے حبیبِ حق نے اُن کی گود میں
اس سے بڑھ کر اور کیا ہو حشمتِ اُمِ رسول

اُن کی ماں ہیں وہ جو ہیں سردار معصومین کے
اللہ اللہ شانِ معصومیّتِ اُمِ رسول

اُن کے بیٹے کا مقام اب تک کوئی سمجھا نہیں
کوئی کیا سمجھے گا قدرو وقعتِ اُمِ رسول

انقلاب وقت سے اس میں کمی آئی نہیں
ہے قلوب اہلِ حق میں عزّتِ اُمِ رسول

ظالموں نے کردیا معدوم ابوا کا نشاں
وہ فلک پایہ مقام رحلت اُمِ رسول

جو شفاعت خواہ ہیں شاہِ مدینہ کے، وہ ہیں
آرزومندِ نگاہِ رحمتِ اُمِ رسول

اب مٹا کر دیکھ لو اسکو بھی اے شاہانِ وقت
وقت کے لب پر ہے ذکرِ عظمتِ اُمِ رسول

اُن کا بھی اُن کے جگر پارہ کا بھی واصف ہوں میں
سُرخ رُو مجھکو کرے گی نسبتِ اُمِ رسول

اُن کے بیٹے کی شفاعت اب میرا طارق ہے حق
میں نے بھی تحریر کی ہے مدحتِ اُمِ رسول

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

مُبَسمِلا وحامِدًا ومُصَلِّيًا وَمُسَلِّمَا

نَبْكِيْ الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْاَمِيْنَةَ

ذَاتَ الْجَمَالِ الْعِفَّةَ الرَّزِيْنَةَ

زَوْجَةَ عَبْدِاللّٰهِ وَالْقَرِيْنَةَ

اَمَّ نَبِيِّ اللّٰه ذِيْ السَّكِيْنَةِ

وَصَاحِبُ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِيْنَةِ

صَارَتْ لَدَىٰ حُفْرَتِهَا رَهِيْنَةً

وہ ذاتِ گرامی جس کے جسدِ معظم نے خاکِ ابواء کو رشکِ قمر کر دیا، جس کی گود سرورِ کشورِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی جلوہ گاہ بنی، جس کی خدمت کو آسیہ و مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا آئیں، حوریں حق غلامی بجالائیں یعنی:

"سیدۃطاھرۃطیبۃ آمنۃبنت وھب الزھریۃرَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا" قریش کے قبیلہ بنوزُھرَ ۃ سے تھیں۔

زُھرہ جناب کلاب کے بیٹے تھے۔ اور جناب کلاب حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے تیسرے دادا ہیں۔ اور یہی وہ مقدس ہستی ہے جن میں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وَسَلَّمْ کے والدِ گرامی حضرت سیدنا عبد اللہ اور والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کا سلسلہ نسب جمع ہوتا ہے۔ (۱)

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھا کے والدگرامی کا نام وہب بن عبد مناف بن زہرہ تھا۔ جبکہ دادا جان عبد مناف بن زہرہ بن کلاب تھے۔ دادی جان کا نام قیلۃ تھا اور کہا جاتا ہے ہند بنت ابی قیلۃ اور ابوقیلۃ کا نام وجز بن غالب ابن الحارث تھا۔ (۲)

جبکہ امام عبد اللہ بن مسلم دینوری نے آپکی دادی جان کا نام عاتکہ بنت الاوقص بن مرۃ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن سلیم بیان کیا ہے۔ (۳)

والدہ ماجدہ کا اسم گرامی برۃ بنت عبد العزی بن عثمان، اور نانا جان عبد العزی بن عثمان بن عبد الدار تھے۔ (۴)

جبکہ نانی کا نام نامی اُمِ حبیب بنت اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرۃ تھا۔ (۵)

۱: "انسان العیون": (۲۵/۱)، واسد الغابۃ (۲۰/۱)۔

۲: "الطبقات الکبری": (۲۰/۱)، والمنتظم فی تاریخ الملوک والامم، (۲۳۸/۲۔۲۳۹)۔

۳: "المعارف للامام الدینوری": (ص: ۷۹)۔

۴: "الطبقات الکبریٰ": (۵۹/۱)، والمعارف (ص۷۹)، ودلائل النبوۃ للبیہقی (۱۸۳/۱)، والمنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۲۳۷/۲)۔

۵: "الطبقات الکبریٰ": (۵۹/۱)، والمعارف (ص۷۹)، والمنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۲۳۷/۲)۔

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا کا سلسلۂ نسب

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے:

"آمِنَةُ بِنْتُ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ." (۱)

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا کے بہن بھائی

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا جناب وہب بن عبد مناف اور برۃ بنت عبد العزی کی اکلوتی بیٹی تھیں آپکا کوئی بہن بھائی نہ تھا۔ (۲)

خاندانی شرافت

خاندانی شرافت کا اندازہ تو اس بات سے ہی ہو جاتا ہے کہ آپ عرب کے قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں اور فقط اسی قدر نہیں کہ والدگرامی قریشی تھے بلکہ والدہ ماجدہ برہ بنت عبد العزی اپنے والدعبد العزی بن عثمان اور والدہ اُمِ حبیب بنت اسد دونوں کیطرف سے قریشی تھیں۔ اورقریش کی مدح خود رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ اس انداز میں فرماتے ہیں:

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ بَنِىْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِىْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا."

"بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد سے حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو چنا۔ اور حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد سے بنو کنانۃ کو چن لیا۔ اور بنوکنانۃ میں سے قریش کو چن لیا اور فرماتے ہیں صَلَّی اللّٰہُ جَلَّ وَعَلَا عَلَیْہِ وَعَلٰی اَبَوَیْہِ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ." (۳)

"اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاخْتَارَ مِنَ الْخَلْقِ بَنِىْ آدَمَ وَاخْتَارَ مِنْ بَنِىْ آدَمَ الْعَرَبَ وَاخْتَارَ مِنَ الْعَرَبِ مُضَرَ وَاخْتَارَ مِنْ مُضَرَ قُرَيْشًا."

"بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس سے بنی آدم کو پسند فرمالیا۔ اور بنی آدم میں سے عرب کو پسند فرمایا۔ اور عرب سے مُضَر کو پسند فرمایا اور مُضَر سے قریش کو پسند فرمالیا۔" (۴)

اور سیّدنا حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ مصطفوی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اَبَوَیْہِ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں:

"اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِىْ فَطُفْتُ شَرْقَ الْاَرْضِ وَغَرْبَهَا وَسَهْلَهَا وَجَبَلَهَا فَلَمْ اَجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِّنْ مُّضَرَ ثُمَّ اَمَرَنِىْ فَطُفْتُ فِىْ مُضَرَ فَلَمْ اَجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِّنْ كِنَانَةَ ثُمَّ اَمَرَنِىْ فَطُفْتُ فِىْ كِنَانَةَ فَلَمْ اَجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِّنْ قُرَيْشٍ."

"بلاشبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے دیکھ بھال کیلئے بھیجا تو میں نے زمین کے مشرق و مغرب پہاڑ و میدان کا چکر لگایا تو مجھے کوئی قبیلہ مضر سے بہتر نہ ملا پھر مجھے حکم فرمایا تو میں نے مضر کا چکر لگایا تو مضر کا کوئی قبیلہ میں نے کنانۃ سے بہتر نہ پایا، پھر مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم فرمایا تو میں نے کنانۃ کا چکر لگایا تو کنانۃ کا کوئی قبیلہ میں نے قریش سے بہتر نہ پایا۔" (۵)

اور صرف اسی قدر ہی نہیں کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا قریش سے تھیں بلکہ آپ قریش کے قبیلہ بنوزہرۃ سے تھیں۔ اور بنوزہرہ اور بنوہاشم عرب کے وہ قبیلے ہیں کہ جنہیں عرب کے سب قبیلوں پر شرافت حاصل تھی، سب سے زیادہ معزز و مکرم سمجھے جاتے تھے، اور اسی لئے آقائے دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ ازراہ تحدیث نعمت فرماتے ہیں:

"خَرَجْتُ مِنْ اَفْضَلِ حَيَّيْنِ مِنَ الْعَرَبِ هَاشِمٍ وَزُهْرَةَ."

"میری جلوہ گری عرب کے سب سے زیادہ فضیلت

۱: "المعارف": (ص: ۷۸،۷۷)، والطبقات الکبریٰ (۱/۵۹)، ومروج الذھب (۲/۲۷۴)، ودلائل النبوۃ للبیہقی (۱/۱۸۳)، والمنتظم (۲/۲۳۷)، وتاریخ الاسلام للذھبی (السیرۃ النبویۃ، ص: ۲۲)، والسیرۃ النبویۃ لابن کثیر (۱/۱۰۳)، واسد الغابۃ(۱/۲۰)۔

۲: "المعارف": (ص: ۷۸)، وتاریخ الخمیس (۱/۱۸۴)۔

۳: "صحیح مسلم برقم": (۲۲۷۶)، وجامع الترمذی برقم(۳۶۰۶،۳۶۰۵)، وقال حسن صحیح ومسند احمد بن حنبل برقم(۱۶۱۱۲،۱۶۱۱۱)، ونحوہ فی التاریخ الکبیر للبخاری(۱/۴)، ودلائل النبوۃ للبیہقی (۱/۱۲۶،۱۲۵)، وکنز العمال (۱۱/۴۲۳)، وصفۃ الصفوۃ(۱/۴۷)، والوفاء باحوال المصطفی برقم(۲۵ ص ۴۷)، والسیرۃ النبویۃ لابن کثیر(۱/۱۰۳)۔

۴: "دلائل النبوۃ للبیہقی": (۱/۱۶۷)، ومجمع الزوائد(۸/۲۱۵)، والخصائص الکبریٰ (۱/۲۵)۔

۵: "نوادر الاصول للحکیم الترمذی برقم": (۹۲)، وسبل الھدی والرشاد(۱/۲۷۶)۔

والے دو قبیلوں بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے ہوئی۔" (۱)

قریش اور بنو زہرہ سے ہونے کے بعد آپکو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ آپ جناب وہب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور جناب وہب وہ معزز شخص تھے جن کو بنی زہرۃ کی سرداری حاصل تھی، سیادت بنی زہرہ آپ ہی کے ہاتھ تھی، اپنی قوم کے رئیس تھے، جیسا کہ علمائے سیرت نے لکھا ہے:

"وھو یومئذٍ سَیّدُ بنی زُھرۃَ سنًّا وشرفًا."

"یعنی جناب وہب بن عبد مناف عمر اور عزت وشرافت کے اعتبار سے اپنے دور میں تمام بنو زہرہ کے سردار تھے۔" (۲)

شخصی رفعت

نسبی شرافت کے بعد جب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شخصی عزت وکرامت کو دیکھا جائے، ذاتی رفعت ومنزلت پر نگاہ دوڑائی جائے تو حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شخصیت مزید نکھر کر سامنے آجاتی ہے، اس مقدس خاتون کا ذکر کرنے سے دل ودماغ سکون پاتے ہیں، اہل محبت کے ایمان میں ایک نئی تازگی آجاتی ہے۔

کونسی ایسی برائی تھی جو اہل عرب میں نہیں تھی؟ فقط مرد ہی نہیں عورتوں کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی، بے حیائی کا دور دورہ تھا، زنا اور فحاشی عام تھی، مؤرخین لکھتے ہیں کہ عرب کی عورتیں، مردوں کیساتھ زنا کرتی رہتی تھیں اور اگر بعد میں مرد چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا ورنہ چھوڑ دیتا۔ (۳)

لیکن قارئین!

اس طرح کے حالات پر نظر کرنے کے بعد حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت مطہرہ کو دیکھئے تو معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے، دل ودماغ حیرت میں ڈوب کر رہ جاتے ہیں، ادھر عرب کی عورتوں میں زنا عام اور اس سیدہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لختِ جگر، نورِ نظر آپکی پاکیزگی بدیں الفاظ بیان کرتا ہے:

"لَمْ یَلْتَقِ اَبَوایَ قَطُّ علٰی سِفَاحٍ." (۴)

"میرے ماں اور باپ کبھی بھی زنا پر اکٹھے نہ ہوئے۔"

اور آپ صلّی اللّٰہ جلّ وعلا علیہ وعلٰی ابویہ وبارک وسلّم فرمایا:

"لَمْ یَزَلِ اللّٰہُ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّیِّبَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ."

"ہمیشہ سے ہی اللہ عزوجل مجھے صاف پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا۔" (۵)

ایک طرف تو عرب کی عورتیں ہیں کہ کھلے عام مردوں میں پھرتی، مردوں کیساتھ اختلاط، میل جول معمولی بات خیال کرتی ہیں اور دوسری جانب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی، مردوں کیساتھ اُٹھنا بیٹھنا کجا کبھی غیر مرد کی آپ پر نظر نہ پڑی، کبھی بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں، علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

"صَحَّحَ الْحَافِظُ صَلَاحُ الدِّیْنِ الْعَلَائِیُّ، اَنَّھَا مُخَدَّرَۃٌ مَصُوْنَۃٌ مَحْجُوْبَۃٌ فِی الْبَیْتِ لَا تَجْتَمِعُ بِالرِّجَالِ."

"یعنی حافظ صلاح الدین علائی فرماتے ہیں کہ یہ بات صحت سے ثابت ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کمال درجہ کی باپردہ خاتون تھیں۔ گھر سے باہر نہ نکلتی تھیں اور نہ ہی مردوں سے میل جول رکھتی تھیں۔" (۶)

حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کردار کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اشراف قریش کی طرف سے آپکے نکاح کے پیغام آیا کرتے اور آپکے والدِ گرامی جب آپ سے پوچھتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انکار کر دیا کرتیں اور

۱: "تاریخ دمشق": (۱/۲۰۲)، والخصائص الکبری (۱/۹۹).
۲: "السیرۃ النبویۃ لابن کثیر": (۱/۱۷۷)، والبدایہ والنہایہ (۱/۲۴۹).
۳: "السیرۃ الحلبیہ": (۱/۲۵).
۴: "الوفا باحوال المصطفی": (ص: ۵۶ برقم: ۴۷)، والدر المنثور (۳/۲۹۴، ۵/۹۸)، والخصائص الکبری (۱/۶۴).
۵: "الدرج المنیفہ": ص: ۲.
۶: "تاریخ الخمیس": (۱/۱۸۳)

فرمایا کرتیں:

"یا أبتِ لَمْ یَأنِ لِیَ التَّزْوِیْجُ." (۱)

''ابّا جان! ابھی تو میری شادی کا وقت ہی نہیں آیا۔''

اور وہ کردار کی رفعت ہی تھی کہ آپکو قوم بھر کی عورتوں سے اعلیٰ سمجھا جاتا تھا، مرتبہ سیادت کی مستحق فقط آپ ہی کی ذات گرامی جانی جاتی تھی، اور اسی لئے آج تک علمائے اُمت بیک زبان اس بات کے معترف ہیں کہ:

"وَھِیَ یَوْمَئِذٍ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ قَوْمِھَا."

''حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نسبی شرافت کے علاوہ بھی وہ کمالات عطا کئے گئے تھے کہ آپ اپنے دور میں ساری قوم کی عورتوں کی سردار تھیں۔'' (۲)

اور لکھتے ہیں:

"فَأعْطَی اللّٰہُ آمِنَۃَ مِنَ الْجَمَالِ وَالْکَمَالِ مَا کَانَتْ تُدْعَی بِہٖ حَکِیْمَۃَ قَوْمِھَا."

اللہ جلّ وعلا نے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حسن و جمال، رفعت و کمال کی ان بلندیوں پر فائز فرمایا تھا کہ آپکو اپنی قوم کی داناترین عورت کہا جاتا تھا۔'' (۳)

اور لکھتے ہیں:

"وَھِیَ یَوْمَئِذٍ أفْضَلُ امْرَأۃٍ فِیْ قُرَیْشٍ نَسَبًا وَمَوْضِعًا."

''حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نسب و مرتبہ کے اعتبار سے قریش کی افضل ترین عورت تھیں۔'' (۴)

اور کہتے ہیں:

"اَشْرَفُ عَقِیْلَۃٍ فِیْ قُرَیْشٍ."

''قریش کی شریف اور پردہ نشین عورتوں میں سب سے زیادہ ذی شرف۔'' (۵)

اور ذرا جناب عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ کلمات ملاحظہ فرمائیے! جو سیف بن ذی یزن کے سامنے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق آپ سے صادر ہوئے فرمایا:

''کَرِیْمَۃٌ مِنْ کَرَائِمِ قَوْمِیْ آمِنَۃُ بِنْتُ وَھْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ.''

''میری قوم کی عورتوں میں سے ایک بزرگ، ذی شرف عورت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف۔'' (۶)

قارئین ذی قدر! حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شخصی رفعت کی بات چل پڑی ہے تو میں چند لمحات کیلئے آپکی فکر رواں کو اس نقطہ پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں کہ:

''حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کا اکناف عرب میں چرچا تھا، جن کی ولادت کے دن ہی احبارِ شام کو معلوم ہو چکا تھا کہ آج رات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی کی ولادت ہو چکی ہے۔'' (۷)

''جو خشک درخت کے نیچے بیٹھتے تو سر سبز شاداب ہو کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی ٹہنیاں جھکا دیتا، جب آپ اُٹھ جاتے تو پھر پہلی حالت پر آجاتا۔'' (۸)

بیٹھتے تو نیچے سے یہ آواز سنائی دیتی:

"سَلَامٌ عَلَیْکَ أیُّھَا الْمُسْتَوْدَعُ ظُھْرَہٗ نُوْرَ مُحَمَّدٍ."

''اے وہ ذات جس کی پشت میں نور محمدی ودیعت کیا گیا ہے، تم پر سلامتی ہو۔'' (۹)

حسن جمال کا یہ عالم تھا کہ مؤرخین لکھتے ہیں:

"فَشَغَفَتْ بِہٖ کُلُّ نِسَاءِ قُرَیْشٍ وَکِدْنَ أنْ تَذْھَلَ عُقُوْلُھُنَّ فَلَقِیَ عَبْدُاللّٰہِ فِیْ زَمَنِہٖ مِنَ النِّسَاءِ مَا لَقِیَ یُوْسُفُ

۱۔ "البدایہ والنہایہ": (۲۴۹/۱)، والسیرۃ النبویۃ لابن کثیر (۱/۱۷۷).
۲۔ "تاریخ الخمیس": (۱/۱۸۴).
۳۔ "دلائل النبوۃ للبیہقی": (۱/۱۰۲)، والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام مع شرحہ الروض الانف (۲/۱۳۵)، وانسان العیون (۱/۲۴).
۴۔ "السیرۃ النبویۃ لابن کثیر": (۱/۲۰۴).
۵۔ "دلائل النبوۃ للبیہقی": (۲/۱۳)، وبلوغ الارب (۲/۲۲۹).
۶۔ "تاریخ الخمیس": (۱/۱۸۲).
۷۔ "تاریخ الخمیس": (۱/۱۸۲).
۸۔ "تاریخ الخمیس": (۱/۱۸۲).
۹۔ "تاریخ الخمیس": (۱/۱۸۲).

فِیْ زَمَنِهٖ مِنْ اِمْرَأَةِ الْعَزِیْزِ۔"

"قریش کی ہر عورت ان پر فریفتہ تھی، انکے ساتھ عورتوں کی محبت و دیوانگی ایسی تھی کہ لگتا تھا کہ آپکی محبت میں پاگل ہو جائیں گی حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے دور میں عزیز مصر کی عورت کے سبب جس طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا جناب عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنے دور میں عورتوں کی وجہ سے ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑا۔" (۱)

اور جناب حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:

"لَمْ تَبْقَ اِمْرَأَةٌ فِیْ قُرَیْشٍ اِلَّامَرِضَتْ لَیْلَةَ دَخَلَ عَبْدُ اللّٰہِ بِآمِنَةَ۔"

"جس رات جناب عبداللہ، سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس تشریف لائے اس رات قریش کی ہر عورت افسوس اور غم کی وجہ سے بیمار ہوگئی۔" (۲)

اور فرماتے ہیں:

"اَحْصَوْا مِائَتَیْ اِمْرَاةٍ مِنْ بَنِیْ مَخْزُوْمٍ وَبَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ مِتْنَ وَلَمْ یَتَزَوَّجْنَ اَسَفًا عَلٰی مَا فَاتَهُنَّ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ۔"

"بنی مخزوم اور بنی عبد مناف کی دو سو عورتیں ایسی تھیں جنہوں نے تادم مرگ جناب عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ساتھ نہ ملنے کے غم میں شادی نہ کی۔" (۳)

اور فاطمة بنت مر الخثعمية لکھتے ہیں:

"کَانَتْ مِنْ اَجْمَلِ النِّسَاءِ وَاَعَفِّهِنَّ۔"

"خوبصورت ترین اور کمال درجہ پاکباز تھی۔" (۴)

لیکن جب جناب عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے رشک آفتاب چہرہ کو دیکھتی ہے تو نظر واپسی سے انکار کر دیتی ہے، جبین اقدس میں نورِ نبوت کی چمک دیکھتی ہے تو دامن اقدس پکڑ لیتی ہے۔

اور بول اُٹھتی ہے:

"هَلْ لَّکَ اَنْ تَقَعُ عَلَیَّ وَاُعْطِیَکَ مِائَةً مِنَ الْاِبِلِ۔"

"اے عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ! مجھے اپنے قرب و وصال سے نواز دو، اسکے بدلہ میں میں تمہیں سو اُونٹ دو نگی، لیکن وہ پیکر شرافت، معدن حسن و حیاء فرماتا ہے۔" (۵)

اَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهٗ
وَالْحِلُّ لَاحِلَّ فَاَسْتَبِیْنَهٗ
فَکَیْفَ بِالْاَمْرِ الَّذِیْ تَنْوِیْنَهٗ؟

"حرام کام کرنے سے تو مر جانا آسان ہے، اور یہ کام مجھے حلال نظر نہیں آتا تو پھر میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جس کا تم ارادہ رکھتی ہو؟" (۶)

ایسا شخص جس کا حِل و حرم میں چرچا تھا، سینکڑوں عورتیں راہ میں آنکھیں بچھاتیں، اور ایک بار قرب و وصال پہ جان نذرانہ کرنے کو حاضر تھیں، جن کیلئے اشراف عرب سے بار بار رشتوں کی پیش کش ہوتی ہے لیکن آپکے والد گرامی ہر بار مطمئن نہیں ہوتے، لیکن جب حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کیساتھ نکاح کی بات چلتی ہے تو وہی جناب عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک بار اپنے بیٹے کے فضائل و کمالات پر نظر دوڑاتے ہیں اور دوسری بار حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی خداداد رفعتوں کو دیکھتے ہیں تو فوراً بول اُٹھتے ہیں:

"لَمْ یُعْرَضْ عَلَیَّ اِمْرَأَةٌ تَسْتَقِیْمُ لِاِبْنِیْ غَیْرُهَا۔"

"حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے علاوہ میرے سامنے کوئی بھی ایسا رشتہ نہیں آیا جو میرے بیٹے کے کمالات کے پیش نظر دُرست ہو۔" (۷)

قارئین ذی قدر!

جناب حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خداداد کمالات پر نظر رکھیئے اور پھر جناب حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ

۱: "السيرة النبوية لاحمد بن زيني دحلان": (۱/۳۰)، و تاريخ الخميس (۱/۱۸۳)، وانسان العيون فی سيرة الامين المأمون (۱/۲۲)۔
۲: "السيرة النبوية لاحمد بن زيني دحلان": (۱/۳۰)، وتاريخ الخميس (۱/۱۸۳)۔
۳: "الطبقات الكبرى": (۱/۲۲)، كتاب جمل من انساب الاشراف (۱/۸۸)، والروض الانف (۲/۱۴۲)، وصفة الصفوة (۱/۴۷)، السيرة النبوية لاحمد بن زيني (۱/۳۰)، وتاريخ الخميس (۱/۱۸۴)، والسيرة الحلبية (۱/۲۳)۔
۴: "الطبقات الكبرى": (۱/۹۶)۔
۵: "الطبقات الكبرى": (۱/۹۶)، وتاريخ دمشق (۱/۲۰۵)، وكتاب جمل من انساب الاشراف (۱/۸۸)، و السيرة النبوية لابن كثير (۱/۱۷۸)، والبدايه والنهايه (۱/۲۵۰)، والخصائص الكبرى (۱/۲۹)، والسيرة الحلبيه (۱/۲۳)، وتاريخ الخميس (۱/۱۸۴)، وبلوغ الارب (۳/۳۰۵)۔
۶: "تاريخ الخميس": (۱/۸۳)۔
۷: "الطبقات الكبرى": (۱/۲۰)، وتاريخ دمشق (۱/۲۰۳)، والمنتظم فی تاريخ الملوك والامم (۲/۲۳۸)، والخصائص الكبرى (۱/۲۳)، و السيرة الحلبية (۱/۲۵)۔

تعالیٰ عنہ کے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ان تاریخی کلمات پر غور فرمایئے! توروزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ جس طرح جناب حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عزت وکرامت کے مسند نشین تھے اسی طرح حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی رفعت ومنزلت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھیں، جیسے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیکر سیادت وشرافت تھے یونہی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجسمہ شرم وحیا، نمونۂ عفت وپاکبازی، پیکر حکمت ودانائی، رشک خواتین عالم تھیں اور کیوں نہ ہوں؟

یہ ذات تو وہ ذات تھی جس کی گود میں دوعالم کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری ہونی تھی، جس کے گھر میں سرورِ کشور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانے والے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اقوام عالم نے سرنگوں ہونا تھا، جن کے سلسلۂ نسب کی ہر ماں پیکر شرافت اور منبع حیاء تھی، محمد بن سائب کلبی کہتے ہیں:

"كَتَبْتُ لِلنَّبِيِّ خَمْسَمِائَةِ أُمٍّ فَمَا وَجَدْتُ فِيهِنَّ سِفَاحًا وَلَا شَيْئًا مِمَّا كَانَ مِنْ اِمْرَأَةِ الْجَاهِلِيَّةِ."

"میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ سو اُمہات کے حالات کو لکھا، توان میں زنا اور جہالت کی برائیوں میں سے کوئی برائی بھی نہ پائی۔" والحمد للہ علی ذلک۔ (۱)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دین ومذہب

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دین ومذہب کے بارے میں اسلاف کے تین مسلک ہیں جنہیں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے مسالک الحنفاء میں ذکر کیا:

مسلک اوّل

"اَنَّهُمَا مَاتَا قَبْلَ الْبِعْثَةِ وَلَا تَعْذِيبَ قَبْلَهَا لِقَوْلِهِ تَعَالٰى وَمَاكُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا."

"یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے وصال فرما گئے تھے اور انکو دعوت ہی نہ پہنچی اور دعوت سے پہلے کسی قسم کا عذاب نہیں ہے کیونکہ اللہ جلَّ وَعَلا کا ارشادِ گرامی ہے! "اور ہم عذاب دیتے نہیں جب تک ہم رسول مبعوث نہ فرمالیں۔" (۲)

مسلک ثانی

"اَنَّهُمَا لَمْ يَثْبُتْ عَنْهُمَا شِرْكٌ بَلْ كَانَا عَلَى الْحَنِيْفِيَّةِ دِيْنِ جَدِّهِمَا اِبْرَاهِيْمَ."

"رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین سے شرک ثابت نہیں ہے بلکہ وہ اپنے جدّ امجد سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف پر تھے۔" (۳)

مسلک ثالث

"اِنَّ اللّٰهَ اَحْيَا لَهُ اَبَوَيْهِ حَتّٰى آمَنَا بِهِ."

"یعنی اللہ جلَّ وَعَلا نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وکرامت کیلئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے۔" (۴)

اگرچہ بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ معاذ اللہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال کفر پر ہوا ہے لیکن یہ بات دُرست نہیں ہے۔ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر چھ رسائل تصنیف فرمائے اور دلائل قاہرہ اور حجج باہرہ سے ثابت فرمایا ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جناب حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ تمام آباء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دامن ہر طرح کے کفر وشرک

۱: "مسالک الحنفاء": (ص: ۱)۔
۲: "مسالک الحنفاء": (ص: ۱۷)۔
۳: "مسالک الحنفاء": (ص:۲۰)۔
۴: "السيرة الحلبية": (۱/۴۷)، والسيرة النبوية لدخلان (۱/۳۴)، وبلوغ الارب (۳/۳۴)۔

سے پاک تھا۔ وللہ الحمد۔

شہرت امر

جس طرح حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ بات غایت ظہور میں تھی کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت انہی کے گھر ہونے والی ہے یونہی یہ بات بھی واضح ہو چکی تھی کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اقدس سے ایک ایسی ذات کا ظہور ہونیوالا ہے جو اقوام عالم کو اللہ جلّ وعلا کے عذاب سے ڈرائے گا، سب کو اللہ ﷻ کی طرف بلائے گا، حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی جناب وہب بن عبد مناف کی پھوپھی سودۃ بنت زہرہ بن کلاب، جو کاہنہ تھیں، ایک دن بنی زہرہ سے کہنے لگیں:

"اِنَّ فِیْکُمْ نَذِیْرَۃً اَوْ تَلِدُ نَذِیْرًا فَاعْرِضُوْا عَلَیَّ بَنَاتَکُمْ۔"

"مجھے معلوم پڑتا ہے کہ تم میں ایک ایسی عورت ہے جو اقوام عالم کو ڈر سنانے والی ہے یا اسکے بطن سے ایسا بچہ پیدا ہو گا جو لوگوں کو اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرائے گا تم لوگ ایسا کرو کہ اپنی بیٹیاں میرے سامنے لاؤ تاکہ میں پہچان سکوں کہ وہ کونسی لڑکی ہے۔"

جب بنی زہرۃ کی ہر ایک لڑکی انکے سامنے لائی گئی تو انہوں نے ہر ایک کے بارے میں وہی بات بتائی جو کچھ عرصہ بعد ظاہر ہوگئی یہاں تک کہ جب حضرت سیدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سامنے لائی جاتی ہیں تو سودۃ بنت زہرہ جسے تلاش کر رہی تھیں اپنے سامنے دیکھ کر بے ساختہ بول اٹھتی ہیں:

"ھٰذِہِ النَّذِیْرَۃُ اَوْ سَتَلِدُ نَذِیْرًا لَہٗ شَانٌ وَبُرْھَانٌ مُّنِیْرٌ۔"

"یہی وہ لڑکی ہے جو اقوام عالم کو ڈر سنانے والی ہے یا یہ ایسا بچہ جنے گی جو نذیر مطلق، اعلیٰ شان کا مالک، اپنی نبوت اور رسالت پر روشن دلائل ساتھ لئے ہوگا۔" (۱)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح

نور محمدی جو سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک طیب طاہر پشتوں سے صاف ستھری رحموں میں منتقل ہوتا آرہا تھا، جب اس نور کے ظہور کا اور اپنی ضیاء پاشیوں سے اکناف عالم کو منور کرنے اور جو امانت حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ودیعت کی گئی تھی اسکی ادائیگی کا وقت قریب آجاتا ہے تو حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغرض تجارت یمن جاتے ہیں اور یہود کے ایک حبر کے مہمان بنتے ہیں اور وہ حبر آپ سے کہتا ہے:

"مِمَّنِ الرَّجُلُ ؟"

"اے شخص کس قبیلہ سے ہو؟"

آپ نے فرماتے ہیں:

"مِنْ قُرَیْش" "قریشی ہوں"

حبر کہتا ہے:

"مِنْ اَیِّھِمْ؟" "کونسے قریشی ہو؟"

فرماتے ہیں:

"مِنْ بَنِیْ ھَاشِم" "ہاشم کی اولاد سے ہوں!"

حبر کہتا ہے:

"اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰی بَعْضِکَ؟"

"مجھے بدن کا کوئی حصہ دیکھنے کی اجازت دوگے؟"

آپ فرماتے ہیں:

"نَعَمْ مَا لَمْ یَکُنْ عَوْرَۃً۔"

"ہاں وہ حصہ دیکھ سکتے ہو جس کو چھپانا ضروری نہیں ہے۔"

حبر آپکے ایک منخر (نتھنے) کو کھول کر دیکھتا ہے پھر دوسرے میں دیکھتا ہے تو بے ساختہ پکار اٹھتا ہے:

"اَشْھَدُ اَنَّ فِیْ اِحْدٰی یَدَیْکَ مُلْکًا وَفِی الْاُخْرٰی نُبُوَّۃً۔"

۱: "الطبقات الکبری": (۱/۸۲)، وتاریخ دمشق (۱/۳۳۸،۳۳۹،۳۴۰،۳۴۱)، والمستدرک (۲/۲۰۱)، ودلائل النبوۃ للبیہقی (۱/۱۰۲،۱۰۷)، والروض الانف (۲/۱۳۹،۱۴۰)، ومجمع الزوائد (۸/۲۳۰،۲۳۱)، والبدایۃ والنہایۃ (۱/۲۵۱)، والسیرۃ النبویۃ لابن کثیر (۱/۱۷۹،۱۸۰)، والخصائص الکبری (۱/۲۸)، والسیرۃ الحلبیۃ (۱/۴۷)، والسیرۃ النبویۃ لدحلان (۱/۳۴).

"میں گواہی دیتاہوں کہ تیرے ایک ہاتھ میں اکناف عالم کی بادشاہی اور دوسرے ہاتھ میں نبوت ہے۔"

پھر حیرت میں ڈوب کر کہتا ہے:

"اِنَّا نَجِدُ ذٰلِکَ فِیْ بَنِیْ زُھْرَۃَ فَکَیْفَ ذَاکَ."

"ہمارے علم کے مطابق تو یہ کمال بنی زہرۃ کو حاصل تھے، تمہارے پاس کیسے۔"

حالانکہ تم تو ہاشمی ہو!

جناب حضرت عبد المطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہٗ فرماتے ہیں:

"لَا اَدْرِیْ" "مجھے تو معلوم نہیں"

پھر حبر کی سمجھ میں معاملہ آجاتا ہے اور وہ پوچھتا ہے:

"ھَلْ لَّکَ مِنْ شَاعَۃٍ؟"

"تیری کوئی شاعہ ہے؟"

آپ پوچھتے ہیں:

"وَمَا الشَّاعَۃُ؟" "شاعہ کیا ہے؟"

حبر کہتا ہے:

"اَلزَّوْجَۃُ" "بیوی"

آپ فرماتے ہیں:

"اَمَّا الْیَوْمَ فَلَا." "آج تک تو نہیں ہے۔"

حبر آپ سے کہتا ہے:

"فَاِذَا رَجَعْتَ فَتَزَوَّجْ مِنْھُمْ."

"جب تو لوٹ کر جائے تو بنی زہرہ سے شادی کرنا۔"

یہ وہ واقعہ تھا جس نے جناب حضرت عبد المطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہٗ کی سوچ و فکر کو بنی زہرہ کی طرف موڑ دیا، آپ کے دل میں اس خواہش کو اُجاگر کر دیا کہ نبی آخر الزّماں کی جلوہ گری آپ ہی کے گھر ہو، لہٰذا آپ نے واپس آکر **ھالۃ بنت وھیب** (حضرت سیدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا کی چچازاد بہن) سے نکاح کیا لیکن ھالۃ کے بطن سے جناب حمزہ و صفیہ تو پیدا ہوئے لیکن نبی آخر الزّماں کی ماں بننے کا شرف "ھالۃ" کے مقدر میں نہ تھا، وہ عزت و کرامت تو حضرت سیدہ طیبۃ طاہرہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا کے شایانِ شان تھی اور انہی کے حصہ میں لکھ دی گئی تھی لہٰذا جناب حضرت عبد المطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہٗ کے ابن رشید نے حضرت سیدہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا سے نکاح کیا تو وہ نورِ محمدی اپنی ماں کے بطن مین پہنچ گیا۔ جب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا کے بطن اقدس سے محمد رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کی ولادت ہوئی تو قریش کہا کرتے:

"فلج عبدُاللہ علی ابیہ."

"عبد اللہ اپنے والد پہ غالب آگئے۔" (۱)

شیخ حسین بن محمد دیار بکری نے حضرت سیدہ آمنہ اور جناب عبد اللہ رضی اللّٰہ تعالی عنھما کے نکاح کا واقعہ کچھ اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ:

ایک دن جناب حضرت عبد اللہ رضی اللّٰہ تعالی عنہٗ بغرض شکار باہر تشریف لے گئے کہ اچانک یہود شام کے نو احبار اپنے ہاتھوں میں زہر آلود تلواریں لئے آپکو پکڑ کر شہید کرنے کے ناپاک ارادے سے نمودار ہوئے۔ اس وقت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا کے والدِ گرامی جناب وہب بن عبد مناف بھی شکار گاہ میں موجود تھے جب انہوں نے دیکھا کہ یہودیوں نے جناب حضرت عبد اللہ رضی اللّٰہ تعالی عنہٗ کو گھیر لیا ہے اور وہ اکیلے ہیں تو آپ جناب حضرت عبد اللہ رضی اللّٰہ تعالی عنہٗ کی مدد کیلئے آگے بڑھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اچانک میری نظر ایسے لوگوں پر پڑی جو اس دُنیا کے مردوں کی طرح نہ تھے گھوڑوں پر سوار، ان احبار یہود پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ انکو بھگا دیا۔

جب جناب وہب بن عبد مناف نے یہ حالت دیکھی تو انکے دل میں حضرت عبد اللہ رضی اللّٰہ تعالی عنہٗ کی رغبت پیدا ہو گئی۔ آپ نے سوچا کہ میری بیٹی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا کیلئے انکے علاوہ کوئی اور زوج ٹھیک نہ ہوگا۔ لہٰذا آپ نے واپس لوٹ کر جناب حضرت عبد المطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہٗ کی طرف انکے بیٹے کیلئے پیغام نکاح بھیجا جس کو قبول کر لیا گیا۔

۱: "تاریخ الخمیس": (۱/۱۸۳).

(۱)

بعض حضرات نے حضرت سیدہ آمنہ اور جناب حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے نکاح کا سبب سودہ بنت زہرہ والی بشارت کو بھی بیان کیا ہے۔ (۲)

اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ اپنے چچا وہب بن عبد مناف کے پاس رہا کرتی تھیں اور جناب عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نکاح کا پیغام بھی انہی کے پاس لے کر گئے تھے۔ (۳)

اور بعض نے حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے اپنے چچا وہب بن عبد مناف کے پاس رہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے نکاح سے پہلے ہی آپکے والدِ گرامی وفات پا چکے تھے۔ (۴)

ابتدائے حمل کے حالات وواقعات

جب نورِ محمدی کو اپنے والدِ گرامی کی پشت انور سے نکلنے اور اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اَقدس میں استقرار کی اجازت ملی اور حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا عقد جناب حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہوا، تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے زوجِ گرامی آپکے پاس تین دن تک تشریف فرما ہوئے۔ (۵)

اور یوں جمعہ کی رات شعب ابی طالب میں جمرۃ وسطٰی کے پاس۔ (۶)

نورِ محمدی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بطن اَقدس میں جلوہ فرما ہوا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپکے زوجِ گرامی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پیر کے دن آپکے پاس تشریف فرما ہوئے۔ (۷)

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ جب میرے بطن میں محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی جلوہ گری ہوئی تو مجھے بالکل معلوم نہ ہوا کہ میں حاملہ ہوں، نہ ہی جس طرح کا ثقل عورتوں کو محسوس ہوتا ہے مجھے محسوس ہوا لیکن اس قدر ہوا کہ مجھے حیض آنا رُک گیا۔ اور ایسے بعض اوقات ہوتا رہتا تھا کہ مجھے حیض آنا رُک جایا کرتا تھا اور پھر لوٹ آتا (لہٰذا حیض کا رفع بھی میرے لئے کوئی نئی بات نہ تھی)، مجھے اپنے حمل کا پتا اس وقت چلا جبکہ میں اُونگھ میں تھی کہ میرے پاس کوئی آنیوالا آیا اور مجھے بولا:

"ھَلْ شَعُرْتِ اَنَّکِ حَمَلْتِ؟"

"کیا تجھے معلوم ہے کہ تو حاملہ ہو چکی ہے؟"

میں نے کہا:

"مَااَدْرِیْ" "مجھے تو معلوم نہیں"

وہ کہنے لگا:

"اِنَّکِ حَمَلْتِ بِسَیِّدِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَنَبِیِّھَا." (۸)

"ہاں تو اس اُمت کے سردار اور اس اُمت کے نبی کیساتھ حاملہ ہو چکی ہے۔"

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بطن اَقدس میں جب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی جلوہ گری ہوئی تو آپ کیا دیکھتی ہیں کہ آپ کے اندر سے ایک نور نکلا، جس کی روشنی اسقدر زیادہ تھی کہ آپ نے اس نور کی روشنی سے ملک شام میں بصریٰ کے محلات دیکھ لئے۔ (۹)

اور اسی طرح کے کئی واقعات وبشارات حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو ابتدائے حمل میں پیش آتے رہے۔

فراقِ زوج

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے جناب

۱: "انظر السیرۃ الحلبیۃ": (۱/۷۳)، وبلوغ الارب(۲/۳۴)، والسیرۃ النبویۃ لدحلان(۱/۳۴).

۲: "انظر الطبقات الکبری": (۱/۹۴،۹۵)، وکتاب جمل من انساب الاشراف (۱/۸۷)، واسد الغابۃ (۱/۲۰)، والسیرۃ الحلبیۃ (۱/۲۳)، وتاریخ الخمیس (۱/۱۸۴).

۳: "انظر السیرۃ الحلبیۃ": (۱/۲۳).

۴: "الطبقات الکبری": (۱/۹۵)، والبدایۃ والنہایۃ (۱/۲۵۰)، والخصائص الکبری (۱/۲۹).

۵: "تاریخ الخمیس": (۱/۱۸۵)، وسمط النجوم العوالی (۱/۲۹۰).

۶: "تاریخ الخمیس": (۱/۱۸۵).

۷: "الطبقات الکبری": (۱/۹۸)، ودلائل النبوۃ للبیہقی(۱/۸۲،۱۱۱)، والمنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۲/۲۴۲)، والخصائص الکبری (۱/۴۷،۴۲)، وسمط النجوم العوالی (۱/۲۹۰)، والسیرۃ الحلبیۃ(۱/۷۵).

۸: "المستدرک": (۲/۲۰۰)، وصححہ ووافقہ الذہبی فی التلخیص ودلائل النبوۃ للبیہقی (۱/۱۳۲)، والسیرۃ الحلبیۃ (۱/۷۷).

۹: "سبل الہدی والرشاد": (۱/۳۹۸)، وسمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی

حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کیساتھ عقد کو ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا، ابھی نورِ محمدی کی بطن حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا میں جلوہ گری کو دو ماہ ہی ہوئے تھے۔ (۱)

کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے زوج مکرم بغرض تجارت، قریش کی ایک جماعت کے ساتھ شام گئے اور راستے میں بیمار ہو گئے، واپسی پر انکا گزر مدینہ طیبہ سے ہوا تو بیماری کے باعث مدینہ طیبہ میں اپنے والدگرامی کے ننھیال بنی عدی بن النجار کے پاس رُک گئے، ایک ماہ تک وہاں پر قیام پذیر رہے لیکن طبیعت نہ سنبھلی۔ ادھر جب جناب حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خبر ملی تو انہوں نے اپنے بیٹے حارث یا زبیر کو خبر گیری کیلئے بھیجا، لیکن وہ رشک ملائکہ جو اپنی ذمہ داری پوری کر چکا تھا، عطا کردہ امانت کو صحیح سلامت اپنے محل تک پہنچا چکا تھا، اپنے بھائی کے پہنچنے سے پہلے ہی پچیس سال کی عمر میں۔ (۲)

واصل باللہ ہوکر دار النابغۃ میں مدفون ہو چکا تھا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وارضاہ۔ (۳)

فراق زوج پہ اظہار افسوس

جب جناب حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے وصال کی خبر مکۃ المکرّمۃ پہنچی تو کہرام مچ گیا، سب پر قیامت ٹوٹ پڑی، جناب حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے جواں سال بیٹے کی اس غریب الوطنی کی موت پر نڈھال ہوکر رہ گئے، یہی حالت آپکے سب بہن بھائیوں کی ہوگئی۔ (۴)

اور حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا جنہیں وہ ایک سہانی جھلک دکھا کر نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے، جب انہیں اپنے زوج مکرم کے وصال کی خبر ملی تو آپ پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اپنے زوج کی یاد میں بدیں الفاظ پکار اُٹھیں:

عَفَا جَانِبُ الْبُطْحَاءِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
وَ جَاوَرَ لَحْدًا خَارِجًا فِي الْغَمَاغِمِ

''بطحا کے کنارے نے ہاشم کے بیٹے کو مٹا دیا۔ اور وہ پردوں میں لپٹے مکہ سے باہر لحد کے پڑوسی بن گئے۔''

دَعَتْهُ الْمَنَايَا دَعْوَةً فَاَجَابَهَا
وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ

''موتوں نے اچانک اسکو بلایا تو اس نے انکی دعوت کو قبول کر لیا۔ اور موت نے لوگوں میں ابن ہاشم جیسا کوئی نہ چھوڑا۔''

عَشِيَّةً رَاحُوْ يَحْمِلُوْنَ سَرِيْرَهٗ
تَعَاوَرَهٗ اَصْحَابُهٗ فِي التَّزَاحُمِ

''بوقت عشاء جب اسکو اسکے دوست لے کر جا رہے تھے تو اس قدر زیادہ تھے کہ باری باری کندھا دے رہے تھے۔''

فَاِنْ تَکُ غَالَتْهُ الْمَنُوْنُ وَرَيْبُهَا
فَقَدْ كَانَ مُعْطَاءً كَثِيْرَ التَّرَاحُمِ

''گردش زمانہ نے اگرچہ اسے ہلاک کر دیا ہے لیکن وہ بہت زیادہ سخی کمال درجہ مہربان تھے۔'' (۵)

۱: ''الطبقات الکبریٰ'': (۱/۹۹)، وکتاب جمل من انساب الاشراف (۱/۱۰۱)، واسد الغابۃ (۱/۲۰)، وتاریخ الاسلام للذہبی (السیرۃ النبویۃ، ص:۵۰)، والوفاء باحوال المصطفی (ص۸۲)، وصفۃ الصفوۃ (۱/۵۱)، السرۃ النبویۃ لابن کثیر (۱/۲۰۵)، و الخصائص الکبریٰ (۱/۴۲)۔

۲: ''الطبقات الکبریٰ'': (۱/۹۹)، وتاریخ دمشق (۱/۲۳)، وکتاب جمل من انساب الاشراف (۱/۱۰۱)، وتاریخ الاسلام للذہبی (السیرۃ النبویۃ، ص:۵۰)، وسبل الہدی والرشاد (۱/۳۹۸)، وصفۃ الصفوۃ (۱/۵۱)، والوفاء (ص: ۸۵، برقم: ۸۴)، والسیرۃ النبویۃ لابن کثیر (۱/۲۰۵)، و سمط النجوم العوالی (۱/۲۹۰۔۲۹۱)، والسیرۃ النبویۃ للدحلان (۱/۳۴)۔

۳: ''الطبقات الکبریٰ'': (۱/۹۹)، وتاریخ دمشق لابن عساکر (۱/۲۴)، وصفۃ الصفوۃ (۱/۵۱)، والسیرۃ النبویۃ لابن کثیر (۱/۲۰۵)، وسمط النجوم العوالی (۱/۲۹۱)۔

۴: ''الطبقات الکبریٰ'': (۱/۱۰۰)، وکتاب جمل من انساب الاشراف (۱/۱۰۱)، وسمط النجوم العوالی (۱/۲۹۸)، والسیرۃ النبویۃ لدحلان (۱/۳۴)۔

۵: ''کتاب جمل من انساب الاشراف'': (۱/۱۰۳)۔

محبت زوج

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کی اپنے زوج گرامی سے محبت کا اندازہ ان اشعار سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ مزید بر آں یہ کہ وصال زوج کے بعد تا دم وصال اپنے زوجِ گرامی کی قبر انور پر حاضری دیتی رہیں۔ (۱)

حالانکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کا درمیانی طویل فاصلہ، اور سفر بھی ہر طرح کی تکلیفوں سے بھرپور، واقعۂ عذاب کا ٹکڑا، صحراؤں کی تپتی ریت اور عرب کی مثالی گرمی، لیکن یہ پاک طینت عورت، مجسمہ مہر ووفا، گویا کہ اپنے زوجِ گرامی سے وعدہ کر لیا تھا کہ یہ زندگی آپ ہی کی یاد میں گزریگی، اور وفا کا وہ کمال کہ جس کے سامنے سارے جہان کی عورتیں سرنگوں نظر آئیں گی۔ تربیت کا عدیم المثال انداز، ابھی ولد گرامی چھ سال کے ہوتے ہی ہیں کہ انہیں بھی ساتھ لے لیا، انکے باپ کی محبت دل میں بٹھانے کی خاطر اس قدر کٹھن سفر بھی کروایا اور یوں جہاں بیٹے کو آداب فرزندی کی تعلیم دی، اپنا حق وفاداری بھی بجالایا۔ (۲)

انتہائے حمل کے واقعات

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا فرماتی ہیں کہ جب ولادت کا وقت قریب آ گیا:

''اَتَانِیْ ذٰلِکَ الْاٰتِیْ فَقَالَ قُوْلِیْ اُعِیْذُهُ بِالْوَاحِدِ الصَّمَدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ.''

''تو وہی شخص جو ایام حمل کی ابتداء میں آیا تھا پھر آ کر کہنے لگا کہ تم کہو میں اسے واحد بے نیاز رب کی پناہ میں دیتی ہوں ہر ایک حاسد کے شر سے۔ اور آپ پھر اسکو پڑھا کرتی تھیں۔'' (۳)

دوران حمل آپکو یہ بھی حکم دیا گیا کہ جب آپکا بیٹا پیدا ہو تو اسکا نام احمد رکھیں۔ (۴)

اسی طرح کے متعدد واقعات وبشارات حمل کے آخری دنوں میں وقوع پذیر ہوتے رہے یہاں تک کہ عام الفیل کو۔ (۵)، واقعہ فیل کے پچاس۔ (۶)، یا پچپن۔ (۷) دن بعد، ربیع اوّل کی بارہ تاریخ۔ (۸)، بمطابق بیس اپریل۔ (۹)، بروز پیر۔ (۱۰)

جب رات کی تاریکی اپنا منہ چھپا کر بھاگ رہی تھی اور دن کا اُجالا ہر سو پھیلنے کو تھا۔ (۱۰)

تو حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کے بطن اَقدس سے ایک ایسے نور کا ظہور ہوا جس کی روشنی اور چمک سے در و دیوار روشن ہو گئے، گھر میں اس قدر نور پھیل گیا کہ ہر طرف بس نور ہی نور نظر آنے لگا۔ (۱۱)

اس نور کی روشنی اس قدر زیادہ تھی کہ حضرت سیدہ

۱: "الطبقات الکبریٰ": (۱/۹۸)، ودلائل النبوة للبیهقی (۱/۸۲۔۱۱۱)، وتهذیب سیرة ابن هشام (ص: ۳۲)، والمنتظم فی تاریخ الملوك والامم (۲/۲۴۲) والامم(۲/۲۴۲)، والوفاء باحوال المصطفی ا (ص۸۵)، و کتاب جمل من انساب الاشراف(۱/۸۹)۔

۲: "الطبقات الکبریٰ": (۱/۹۸)، وصفة الصفوة (۱/۵۱)، والسیرة النبویة لدحلان (۱/۳۵)۔

۳: "الطبقات الکبریٰ": (۱/۹۸۔۹۹)، کتاب جمل من انساب الاشراف (۱/۸۹)، وتهذیب سیرت ابن هشام (ص: ۳۲)، والمنتظم فی تاریخ الملوك والامم (۲/۲۴۳)، والوفاء باحوال المصطفی (ص: ۸۵، برقم: ۸۳)۔

۴: " دلائل النبوة للبیهقی ": (۱/۷۴)، والمستدرك (۲/۲۰۳)، والمعارف (ص: ۸۸)۔

۵: "مروج الذهب": (۲/۲۷۴)، والخصائص الکبریٰ (۱/۷۳)، وسمط النجوم العوالی(۱/۲۹۲)۔

۶: "الطبقات الکبریٰ": (۱/۱۰۱)، والمنتظم فی تاریخ الملوك والامم (۲/۲۴۲)، وسبل الهدی والرشاد (۱/۴۰۵)۔

۷: "دلائل النبوة للبیهقی ": (۱/۷۴)، وتاریخ دمشق لابن عساکر (۱/۱۰)، والمستدرك (۲/۲۰۳)، والوفاء باحوال المصطفی (ص: ۸۷)، وصفة الصفوة(۱/۵۲)، وسمط النجوم العوالی (۱/۲۹۱،۲۹۲)۔

۸: "المنتظم فی تاریخ الملوك والامم": (۲/ ۲۴۲)۔

۹: "الطبقات الکبریٰ": (۱/۱۰۰۔۱۰۱)، وتاریخ دمشق لابن عساکر (۱/۵۴،۵۵)، و المنتظم فی تاریخ الملوك والامم (۲/۲۴۳)، ودلائل النبوة للبیهقی (۱/۷۲۔۷۳۔۷۴)، وسبل الهدی والرشاد(۱/۴۰۱)، والوفاء باحوال المصطفی (ص:۸۶،۸۷)، ومجمع الزوائد(۸/۲۲۰)، والخصائص الکبریٰ(۱/۸۷)، وسمط النجوم العوالی (۱/۲۹۱،۲۹۲)، والسیرة النبویة لابن کثیر(۱/۲۲۳)۔

۱۰: "سبل الهدی والرشاد": (۱/۴۰۱)، و الخصائص الکبریٰ (۱/۸۷)۔

۱۱: "دلائل النبوة للبیهقی": (۱/۱۱۱)، مجمع الزوائد(۸/۲۲۰)، و المنتظم فی تاریخ الملوك والامم(۲/۲۴۷)، وتاریخ دمشق لابن عساکر (۱/۲۵)، والسیرة النبویة لابن کثیر(۱/۲۰۷)، و الخصائص الکبریٰ (۱/۷۸)۔

آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کیلئے زمین شام روشن ہو گئی۔(۱)، بلکہ مشرق و مغرب۔(۲)، اور ساری زمین۔ (۳) جگمگا اُٹھی۔

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنے اس ولد گرامی کو تین یا سات دن تک دودھ پلایا۔ (۴)

پھر ثُوَیبۃ الاسلمیۃ نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ولد گرامی کو دودھ پلایا۔ (۵)

پھر دستورِ عرب کے مطابق سیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنے بیٹے کو سیدہ حلیمہ سعدیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے سپرد کر دیا۔(۶)

اولادِ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی آقائے دو جہاں، سید انس وجاں، سیاح لامکاں محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے علاوہ کوئی اولاد نہ تھی۔ (۷)

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا وصال

ویسے تو حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنہا اپنے زوج گرامی کی قبر انور کی زیارت کو جایا ہی کرتی تھیں۔ (۸)
لیکن حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم چونکہ کم عمر تھے اس قدر طویل اور کٹھن سفر کی مشقتوں کے متحمل نہ ہو سکتے تھے لہٰذا شفقت مادری کے پیش نظر اپنے بیٹے کو ساتھ نہ لے جایا کرتیں۔ لیکن جب ولد رشید صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی عمر شریف چھ برس ہو چکی۔ (۹)
تو آپ نے اپنے اس بے مثل لختِ جگر کو بے نظیر آداب فرزندی سکھانے کا ارادہ فرمایا اور انہیں ساتھ لیکر اپنے شوہر لاثانی کی قبر انور کی زیارت کی غرض سے۔(۱۰)، اُمِّ اَیمن کی معیت میں مدینہ طیبہ آئیں۔(۱۱)، مدینہ طیبہ میں دار النابغۃ جس میں سیدنا عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قبر انور تھی۔(۱۲)، میں ایک ماہ تک قیام فرمایا۔ (۱۳)

مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بنی عدی بن النجار سے ملاقات کیلئے گئی تھیں۔ (۱۴)
لیکن اس قدر دُور کے رشتہ داروں سے ملاقات کیلئے اتنا طویل و کٹھن سفر عقل سلیم تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے۔ حالانکہ وہ کمال درجہ باپردہ اور گھر سے باہر نہ نکلنے والی خاتون تھیں..... نیز دار النابغہ میں قیام بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مدینہ طیبہ تشریف آوری رشتہ داروں سے ملاقات کیلئے نہیں بلکہ اپنے بے مثل زوج رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قبر انور کی زیارت کو تھی، اپنے لخت جگر کو انکے والد گرامی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مرقد دکھانے اور یوں نو عمری میں ہی والد گرامی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی محبت دل میں اُجاگر کرنے کیلئے تھی یا یوں کہیے کہ اپنے زوجِ گرامی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے جو امانت لی تھی

۱: "الطبقات الكبرىٰ": (١٠٢/١)، ومسند احمد برقم (١٧٢٨١)، ودلائل النبوة للبيهقى (٨٠/١، ٨٣)، و مجمع الزوائد (٢٢٣/٨)، والخصائص الكبرى (٧٨/١، ٧٩).
۲: "الطبقات الكبرىٰ": (١٠٢/١)، وتاريخ دمشق لابن عساكر (٦٥/١)، وصفة الصفوة (٥٢/١)، والسيرة النبوة لابن كثير (٢٠٧/١)، والخصائص الكبرىٰ (٧٩/١).
۳: "الطبقات الكبرىٰ لابن سعد": (١٠٢/١)، والخصائص الكبرى (٧٩/١).
۴: "سمط النجوم العوالى": (٣٠٥/١).
۵: "اسد الغاية": (٢١/١)، والسيرة النبوية لدخلان (٤٤/١)، و سمط النجوم العوالى (٣٠٥/١)، والسيرة الحلبية (١٣٨/١).
۶: "السيرة النبوية لدحلان": (٤٤/١، ٤٥).
۷: "الطبقات الكبرىٰ": (٩٨/١)، والمنتظم فى تاريخ الملوك والامم (٢٤٣/٢)، و سمط النجوم العوالى (٢٩٠/١).
۸: "كتاب جمل من انساب الاشراف": (١٠٣/١).
۹: "الطبقات الكبرىٰ": (١١٦/١)، وتاريخ دمشق لابن عساكر (٦٧/١)، وكتاب جمل من انساب الاشراف (١٠٣/١)، والبداية النهاية (٢٧٩/١)، والمنتظم فى تاريخ الملوك والامم (٢٧٢/٢)، والسيرة النبوية لابن كثير (٢٣٥/١)، وصفوة الصوة (٢٤/١)، والوفاء باحوال المصطفى (ص: ١١٤)، وسمط النجوم (٣٠٦/١)، والسيرة النبوية لدخلان (٥٣/١)، وتاريخ الخميس (٢٢٩/١).
۱۰: "الكامل فى التاريخ لابن اثير": (٢٧٥/١)، وكتاب جمل من انساب الاشراف (١٠٣/١).
۱۱: "الطبقات الكبرىٰ": (١١٦/١)، و المنتظم فى تاريخ الملوك والامم (٢٧٢/٢)، والبداية والنهاية (٢٧٩/١)، وسبل الهدى الرشاد (١٦٤/٢)، وتاريخ الخميس (٢٢٩/١).
۱۲: "الطبقات الكبرىٰ": (١١٦/١)، والمنتظم فى تاريخ الملوك والامم (٢٧٢/٢).
۱۳: "الطبقات الكبرىٰ": (١١٦/١)، ودلائل النبوة للبيهقى (١٨٨/١)، والمنتظم فى تاريخ الملوك والامم (٢٧٢/٢)، والوفا باحوال المصطفى (ص ١١٤)، وصفة الصفوة (٢٤/١)، وسبل الهدى والرشاد (١٦٤/٢)، وتاريخ الخميس (٢٢٩/١).
۱۴: "الطبقات الكبرىٰ": (١١٦/١)، والبداية والنهاية (٢٧٩/١)، والمنتظم فى تاريخ ملوك والامم (٢٧٢/٢).

، انکو اپنی امانت داری دکھانے کیلئے تھی، بہر حال جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا اپنے لختِ جگر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی معیت میں مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھیں تو یہود نے آپکے لختِ جگر کو پہچان لیا اور پکار اُٹھے:

"ھُوَ نَبِیُّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَھٰذِہٖ دَارُ ھِجْرَتِہٖ."

"یہ بچہ اس امت کا نبی ہے۔ اور اس جگہ یعنی مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے آئیگا۔" (۱)

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا کو جب یہود کی ان باتوں کا علم ہوا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا کو اپنے لختِ جگر کے بارے میں خوف لاحق ہوا کہ مبادا کوئی آپکو تکلیف پہنچادے۔ (۲)

لہٰذا اپنے نورِ نظر کو لیکر دوبارہ مکۃ المکرّمۃ کی طرف روانہ ہوگئیں، لیکن تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا، حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا کا وہ لختِ جگر جو اپنی والدہ کے بطن میں تھا تو سایہ پدری اسکے سر سے اُٹھ گیا تھا اور آج جب اس دُرِ یتیم کی عمر چھ سال کے قریب تھی تو مادر مشفقہ سے جدائی کا وقت آپہنچا تھا، یا یوں کہیے کہ اس پیکرِ وفا سے اپنے زوجِ گرامی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قبرِ انور سے جدائی برداشت نہ ہوسکی۔ اور ابھی "ابواء" زادھا اللّٰہ جَلَّ وَعَلَا شرفًا میں ہی پہنچے تھے کہ طبیعت زیادہ خراب ہوگئی، سفر کو جاری رکھنا مشکل ہوگیا، تقدیر کا نوشتہ غالب آگیا، اور آپ اپنے اکلوتے لختِ جگر کو اُمِّ ایمن کے حوالے کر کے واصل باللہ ہوگئیں۔ (۳)

جب اپنے وصال کا یقین ہوا تو اپنے اس نو عمر نورِ نظر، سید الاولین والاخرین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے چہرہ اقدس پہ الوداعی نظر ڈالی، اپنے لختِ جگر کو انکی رفعتِ منزلت کی تعلیم اور آخری نصیحت فرماتے ہوئے وہ تاریخی کلمات کہے جو سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل اور آپکے دین ومذہب کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔ جن پر نظر انصاف کرنیوالے پر آپکے دامن کی کفر وشرک بلکہ ہر طرح کی برائی سے پاکیزگی روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ جن کو سننے سے اہل محبت کے ایمان کو نئی تازگی اور محبت کو نیا نکھار مل جاتا ہے۔ فرمایا:

بَارَکَ فِیْکَ اللّٰہُ من غلام
یَا ابْنَ الَّذِیْ مِنْ حَوْمَۃِ الْحَمَامِ

"اے بیٹے! اللہ جل وعلا تجھ میں برکت عطا فرمائے۔ اے اس شخص کے بیٹے جو موت کے اچانک آنے سے نجات پا گئے۔"

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْعَلَّامِ
فُوْدِیَ غَدَاۃَ الضَّرْبِ بِالسِّھَامِ

"بہت علم والے بادشاہ کی مدد سے۔ جس دن قرعہ اندازی کی گئی۔"

بِمِائَۃٍ مِنْ اِبِلٍ سَوَامٍ
اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی الْمَنَامِ

"تو ایک سو چرنے والے اُونٹ انکی طرف سے فدیہ میں دیئے گئے۔ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا اگر وہ صحیح ہو۔"

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ
مِنْ عِنْدِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

"تو تُو دنیا والوں کیلئے نبی بنایا جائے گا ربِّ ذُوالجلال والاکرام کی طرف سے۔"

تُبْعَثُ فِی الْحِلِّ وَفِی الْحَرَامِ
تُبْعَثُ بِالتَّحْقِیْقِ وَالْاِسْلَامِ

"تیری نبوت عامہ حل وحرام دونوں میں ہوگی، تم حقائق واسلام کے ساتھ مبعوث ہوگے۔"

دِیْنُ اَبِیْکَ الْبَرِّ اِبْرَاھِیْمَ
فَاللّٰہُ اَنْھَاکَ عَنِ الْاَصْنَامِ

۱: "الطبقات الکبریٰ": (۱/۱۱۲)، والمنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۲/۲۷۲)، البدایۃ والنھایۃ (۱/۲۷۹)، والوفاء باحوال المطفی (ص: ۱۱۴)، و سبل الھدی والرشاد (۲/۱۲۴)، والسیرۃ النبویۃ لابن کثیر (۱/۲۳۵)، وتاریخ الخمیس (۱/۲۲۹)، والسیرۃ النبیوۃ لدحلان (۱/۵۳).
۲: "السیرۃ النبویۃ لدحلان": (۱/۵۳).
۳: "دلائل النبوۃ للبیھقی": (۱/۱۸۸)، والبدایۃ والنھایۃ (۱/۲۷۹).

''تمہارے نیک باپ ابراہیم کے دین پر۔ تو میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر بتوں سے روکتی ہوں۔''

"اَنْ لَّا تُوَالِيْهَا مَعَ الْاَقْوَامِ."

''کہ ان گمراہ قوموں کے ساتھ مل کر ان بتوں کی دوستی میں مت لگ جانا۔''

اس کے بعد فرمانے لگیں:

"كُل حَيِّي مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ وَكُلُّ كَبِيْرٍ يَفْنِىْ وَاَنَا مَيِّتَةٌ وَذِكْرِىْ بَاقٍ وَقَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَوَلَدْتُ طُهْرًا."

''ہر زندہ کو مرنا ہے اور ہر نئی چیز پرانی ہونیوالی ہے اور ہر بڑا فنا ہو جاتا ہے۔ میں تو مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی رہنے والا ہے کیونکہ میں نے اپنے پیچھے بھلائی کو چھوڑا ہے اور ایک ستھرا بچہ جنا ہے۔'' (۱)

اس مجسمہ مہر ووفا کی وفات پر کونسی چیز غمگین نہ ہوئی ہوگی؟ ضرور زمین و آسمان روئے ہوں گے، علوی وسفلی مخلوق میں ایک اضطراب سا پھیل گیا ہوگا، بلکہ حاضرین نے جنوں کا نوحہ بھی سنا جو بدیں الفاظ پکار رہے تھے:

نَبْكِى الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْاَمِيْنَة
ذَاتَ الْجَمَالِ الْعِفَّةَ الرَّزِيْنَة

''ہم نوجوان، صالح امانت دار، صاحب جمال، کمال درجہ کی صاحب عفت خاتون پر روتے ہیں۔''

زَوْجَةَ عَبْدِاللّٰهِ وَالْقَرِيْنَة
اُمَّ نَبِيِّ اللّٰهِ ذِى السَّكِيْنَة

''جو عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ اور رفیقہ حیات ہیں جو اللہ کے نبی، صاحب سکینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ماں ہیں۔''

صَاحِبُ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِيْنَة
صَارَتْ لَدَىْ حُفْرَتُهَا رَهِيْنَة

''وہ نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم جو مدینہ میں صاحب منبر ہونگے۔ اور وہ پاکیزہ خاتون اپنی قبر انور میں مدفون ہو چکی ہیں۔'' (۲)

مزار انور زادھا اللہ تعالیٰ شرفا

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مزار انور ابواء شریف میں ہے۔ (۳)

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''ابواء مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ قدیم شاہراہ جو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جاتی ہے اس پر گاؤں مستورہ کے نام سے آتا ہے، یہاں سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے دائیں طرف چند میل کے فاصلہ پر ابواء کی بستی ہے۔ بستی سے باہر ایک اونچا ٹیلا ہے۔ اردگرد جھاڑیاں اور کیکر کے درخت اُگے ہوئے ہیں۔ اس ٹیلے پر حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مزار پر انوار ہے۔ مزار کیا ہے کالے پتھر توڑ کر ایک جگہ بے ہنگم ساڈھیر لگا دیا گیا ہے اسکے اردگرد چار دیواری ہے وہ بھی کالے پتھروں کو جوڑ کر بنا دی گئی ہے۔ (۴)

اللہ جَلَّ وَعَلَا کی طرف سے مزار انور کی حفاظت

کفار مکہ اُحد کیلئے آرہے تھے، جب انکا گزر ابواء معلیٰ سے ہوا تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے جسد انور کو انکی قبر اطہر سے نکال لیں۔ اور از راہ اذیت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو جا کر دکھائیں اور بولیں:

''هٰذِهٖ رِمَّةُ اُمِّكَ وَاَعْظُمُهَا."

''یہ آپکی ماں کا بوسیدہ جسم اور اسکی ہڈیاں ہیں۔''

ابن اثیر کہتے ہیں:

۱: "سبل الهدى والرشاد": (۲/۱۲۵)، والسيره النبوية لدحلان (۱/۵۳)، و تاريخ الخميس (۱/۲۳۰)، وسمط النجوم (۱/۳۰۷).
۲: "سبل الهدى والرشاد": (۲/۱۲۵)، والخصائص الكبرىٰ (۱/۱۳۶)، والسيرة النبوية لدحلان (۱/۵۳)، وسمط النجوم (۱/۳۰۷)، وتاريخ الخميس (۱/۲۳۰).
۳: "الطبقات الكبرىٰ": (۱/۱۱۲)، والمنتظم فى تاريخ الملوك والامم (۲/۲۷۲).
۴: "ضياء النبى": (۲/۹۵).

"فَکَفَھُمُ اللّٰہُ بِھٰذَاالْقَوْلِ اِکْرَامًا لِاُمِّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ."

"اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی والدہ ماجدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے اکرام کیلئے ان کفار کو انکے ناپاک ارادے سے روک دیا۔" (۱)

نبی اکرم کی قبر انور پر تشریف آوری

صلح حدیبیہ والے سال جب رسولِ انور، شفیع محشر، آمنہ کے لختِ جگر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا گزر ابواء شریف سے ہوا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ جَلَّ وَعَلَا سے اپنی والدہ مشفقہ کی قبرِ اَقدس پر حاضری کی اجازت مانگی اور اجازت مل گئی تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی والدہ ماجدہ مطہرہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی قبر انور پر جلوہ گر ہوئے فاصلہ، گردش زمانہ و مرور ایام نے قبر انور میں جو تبدیلیاں کر دی تھیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے انکو دُرست فرمایا:

"وَبَکٰی عِنْدَہٗ وَبَکَی الْمُسْلِمُوْنَ لِبُکَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ."

"اور قبر انور کے پاس اس قدر روئے کہ حاضرین مسلمان بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھ کر رونے لگ گئے۔"

جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے رونے کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"اَدْرَکَتْنِیْ رَحْمَتُھَا فَبَکَیْتُ."

"مجھے اپنی ماں کی شفقت اور مہربانی یاد آ گئی تو میں رو پڑا۔" (۲)

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا دوبارہ زندہ ہونا

جس مٹی کو محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے جسم اطہر کا قرب نصیب ہو جائے، باوجود اسکے کہ وہ مٹی ہے، محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کیساتھ سوائے قرب مکانی کے کوئی تعلق نہیں رکھتی، لیکن پھر بھی علمائے اُمت کی زبان پر یوں یاد کی جاتی ہے:

"مَا ضَمَّ اَعْضَائَہُ الشَّرِیْفَۃَ فَاِنَّہُ اَفْضَلُ مُطْلَقًا حَتّٰی مِنَ الْکَعْبَۃِ وَالْعَرْشِ وَالْکُرْسِیِّ." (۳)

"جو جگہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اعضائے شریفہ سے ملی ہوئی ہے کائنات کی ہر جگہ سے افضل ہے۔ یہاں تک کہ کعبہ، کرسی اور عرش الٰہی پر بھی فضیلت رکھتی ہے۔"

اور وہ بطن اَقدس جس کے ساتھ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا تعلق اس مٹی کیساتھ تعلق سے سینکڑوں گنا زیادہ ہے تو کیا اس بطن اَقدس کا اتنا مرتبہ بھی نہیں کہ وہ جنت میں جائے؟ کیا وہ جہنم کا ایندھن بن سکتا ہے؟ عقل سلیم اس قضیہ کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ سیدہ طاہرہ طیبہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا موحدہ اور مومنہ۔ لیکن پھر بھی امت محمدیہ جو:

"کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ." (۴)

"کے اعزاز سے نوازی گئی ہے اسکا ایک خاص مرتبہ اور مقام ہے۔ ایک خاص رفعت کی مالک ہے اور اسی بات کے پیش نظر سیدہ آمنہ کے لختِ جگر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارادہ فرمایا کہ میں اپنے ماں باپ دونوں کو اپنا اُمتی بنا لوں

۱: "کتاب جمل من انساب الاشراف(۱/۱۰۳،۱۰۴)، والکامل فی التاریخ (۱/۲۷۵)۔
۲: "الطبقات الکبریٰ": (۱/۱۱۶،۱۱۷)، والمنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۲/۲۷۲)، وتاریخ الخمیس(۱/۲۳۰)۔
۳: "شرح صحیح مسلم للنووی": (۱/۳۴۶)، والمرقات المفاتیح (۲/۱۹۰)، والزبدۃ العمدۃ للقاری(ص: ۲۸)، والدر المختار(۲/۳۹۲)، وردالمحتار(۲/۳۹۲)، روح المعانی لالوسی (۲۵/۱۱۲)، والعصیدۃ الشھدۃ لعلامۃ عمر بن احمد خرپوتی(ص: ۱۸، ص: ۱۱۰)۔
۴: "القرآن الحکیم"۔

تا کہ انکے شرف وعزت، منزلت ورفعت میں مزید اضافہ ہو جائے لہٰذا سیدہ عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالیٰ عَنْھَا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم (اپنی والدہ کے پاس شرف اُمت محمدیہ نہ ہونے کے باعث) غمگین حالت میں حجون میں تشریف فرما ہوئے اور جب واپس لوٹے تو مسرور تھے میں نے اس تبدیلی کا سبب دریافت کیا تو فرمانے لگے:

"سَأَلْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فَاَحْیَا لِیْ اُمِّیْ فَاٰمَنَتْ بِیْ ثُمَّ رَدَّھَا." (۱)

"میں نے اپنے ربّ عزوجل سے سوال کیا تو اس نے میری عزت و کرامت کیلئے میری ماں کو زندہ فرمایا۔ تو وہ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالیٰ عَنْھَا مجھ پر ایمان لاکر میری اُمت میں داخل ہوگئیں پھر اللہ جل وعلا نے انہیں لوٹادیا۔" والحمد للہ جل وعلا

سعودی نجدی "علیھم ما علیھم" اور قبر انور

۱۹۹۹ء میں سماعت پر یہ بجلی گری کہ سعودی نجدیوں نے اپنے محسن آقا صَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا "حق غلامی" اس انداز میں ادا کیا ہے کہ انکی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالیٰ عَنْھَا کی قبر انور کو مسمار کر دیا ہے، انکا جسد انور بھی وہاں سے نکال دیا، مزید بر آں یہ کہ انکے بارے میں بہت نا زیبا کلمات بولے کہ جن کے بیان سے دہنِ قلم قاصر اور قلب قرطاس کانپتا ہے۔

نجدیو! محبوب کا حق تھا یہی؟
عشق کے بدلے عداوت کیجئے!

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس کا بخار ہے

دل ودماغ غم و افسوس کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے اور یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ کفار مکہ اور دشمنان اسلام نے جس کام کا ارادہ کیا لیکن کافر ہوتے ہوئے بھی اس سے باز رہے لیکن "شرفائے مکہ اور مدعیان اسلام" نے وہ کام کیوں کیا؟ جس قبر انور پر مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائیں تو اسکی اصلاح فرمائیں۔ گردش ایام کی تبدیلیوں کو مٹائیں اور مرقد انور کی دُرستگی فرمائیں۔ (۲)

لیکن "آپکے اُمتی" اسی قبر انور کو مٹائیں اور اس پر طرہ یہ کہ اس پہ اترائیں اور اسے عین اسلام بتائیں! آخر کیوں؟

عقل زحیرت بسوخت این چه بوالعجبیست

اِنَّمَا اَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ وَاِلَیْہِ الْمُشْتَکٰی

نَبْکِیْ الْفَتَاۃَ الْبَرَّۃَ الْاَمِیْنَۃ
ذَاتَ الْجَمَالِ الْعِفَّۃَ الرَّزِیْنَۃَ
زَوْجَۃَ عَبْدِاللّٰہِ وَالْقَرِیْنَۃ
اُمَّ نَبِیِّ اللّٰہِ ذِی السَّکِیْنَۃِ
وَصَاحِبِ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِیْنَۃ
صَارَتْ لَدَیٰ حُفْرَتِھَا رَھِیْنَۃَ

۱: "الناسخ والمنسوخ لابن شاھین": (ص: ۲۸۴)، وخلاصۃ السیر (۲۱)، وتاریخ الخمیس (۱/۲۳۰)، ونشر العلمین المنیفین (ص: ۴)۔
۲: "الطبقات الکبریٰ": (۱/۱۱۶)، والمنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۲/۳۷۲)۔

1999ء میں کراچی کے ایک بزرگ سید محمد اخلاق اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عمرہ وزیارت کیلئے حرمین شریفین حاضر ہوئے تو وہاں حبیب رب العلمین سیدنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی والدہ ماجدہ کے مزارِ اَقدس کی زیارت کا عزم کیا اور جب منزل مقصود پر پہنچے تو جو منظر وہاں دیکھا اسکی تفصیل ان الفاظ میں بیان کی:

''ہم تینوں ہمسفر مدینہ شریف کے نزدیک سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیاری والدہ ماجدہ سیدہ طاہرہ حضرت بی بی آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے مزار مبارک پر حاضری کی نیت سے پہنچے تو ہم تینوں نے یہ روح فرسا منظر دیکھا کہ مزار شریف کی جگہ کو نہ صرف بلڈوزر سے منہدم کیا جا چکا ہے، بلکہ ایکسویٹر استعمال کر کے جگہ کو کئی فٹ گہرائی تک کھود کر تلپٹ کر دیا تھا۔ پہاڑ کی وہ چوٹی جس پر مزار شریف واقع تھا اسے بلڈوزر سے کاٹ کر پہاڑی کی ایک جانب دھکیل کر گرا دیا گیا تھا۔ مزار شریف سے متعلق وہ پتھر جن پر ماضی میں زائرین نے نشان دہی کی نیت سے سبز رنگ کر دیا تھا، ان میں سے کچھ پہاڑی کی ڈھلوان پر پڑے ہوئے تھے اور کچھ پہاڑ سے نیچے ایک چھوٹی سی ڈھیری کی شکل میں پڑے تھے۔''

موصوف نے مزارِ اَقدس کی بے حرمتی کے ان مناظر کو کیمرہ کے ذریعے تصاویر میں محفوظ کرلیا اور کراچی واپس آ کر اس سانحہ کی تفصیلات اخباری نمائندوں تک پہنچائیں۔ جس پر روزنامہ خبریں نے اسکے چشم دید حالات مع تصاویر ایک خصوصی اشاعت کے ذریعے عوام تک پہنچائے۔ نیز سید محمد اخلاق نے اس مسئلہ پر کتاب مرتب کر کے شائع کرائی۔ اس موقع پر اہلسنت کی اہم شخصیات اور اداروں نے تحریر و تقاریر اور جلسہ جلوس کے ذریعے پاکستان وسعودی عرب کی حکومتوں سے بھرپور احتجاج کیا۔ جیسا کہ ''ضیائے حرم'' کے مدیر اعلیٰ نے سردل براں میں ''سعودی عرب کے فرمانروا اپنی مذہبی پالیسی پر نظرِ ثانی کریں'' کے ذیلی عنوان سے جو کچھ لکھا اسکا اقتباس یہ ہے:

''پوری ملت اسلامیہ کا عقیدہ ہے کہ جس طرح بزرگانِ دین کی قبور کی حاضری باعث سعادت ہے اسی طرح آقا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے والدین کریمین کی قبور کی حاضری بھی عین ثواب ہے خود حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی والدہ ماجدہ کی مرقد مبارک پر حاضری دی اور آپکی محبت اور پیار کے رشتہ کو یاد کر کے قبرِ انور پر آنسو بہائے۔ وہ قبرِ انور جس میں حضرت مائی صاحبہ استراحت فرما ہیں، ہمارے نزدیک انتہائی مقدس اور لائق صد تعظیم مقام ہے۔ اگر کوئی فرد یا حکومت اس تقدس کو پامال کرنے کی کوشش کرتی ہے تو وہ بہت بڑے جرم کا ارتکاب کرتی ہے۔''

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے مزار کے انہدام کا سبب یہ ہوا کہ سعودی حکومت کی سرپرستی میں کام

کرنے والی علمائے نجد کی فتویٰ کمیٹی "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء" نے فتویٰ جاری کیا کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عَنہا کی قبر کی زیارت کیلئے جانا شرعی لحاظ سے جائز نہیں، کیونکہ انکا اسلام ثابت نہیں۔ چنانچہ حکومت کے ایک محکمہ "اَمَرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهی عَنِ الْمُنْكَر" نے اس فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے آپکی قبر کو منہدم کر دیا اور زائرین کو اس علاقہ میں جانے سے روکنے کیلئے قوت کا استعمال شروع کر دیا۔

اس موضوع کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے پر معلوم ہوا کہ دسویں صدی ہجری کے آخر تک پوری اسلامی دُنیا میں ایمان والدین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی طہارتِ نسب کے انکار پر کوئی ایک بھی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی۔ تا آنکہ دسویں صدی کے اختتام پر عالمِ جلیل، تین سو سے زائد کتب کے مصنف گیارہویں صدی ہجری کے مجددِ اسلام شیخ نور الدین ابوالحسن علی بن سلطان ہروی مکی حنفی المعروف بہ ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء) نے کتاب "ادلة معتقد ابی حنيفة الاعظم فی ابوی الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام" تصنیف کی جو اسلام کی چودہ صدیوں میں اس موضوع پر واحد عربی کتاب ہے۔

ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی اس تصنیف کا یہ سبب ہوا کہ انہوں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۵۰ھ/۷۶۷ء) سے منسوب کتاب "الفقه الاكبر" کی شرح قلم بند کی جبکہ انکے دور تک فقہ اکبر کے محرف نسخہ کی نقول پھیل چکی تھیں اور سؤ اتفاق کہ یہی نسخہ ملا علی قاری کے ہاتھ لگا جسے آپ نے شرح کی بنیاد بنایا۔ فقہ اکبر کی ایک محرف عبارت سے ایمان والدین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی نفی ہوتی ہے، چنانچہ ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے اس عبارت کو دُرست مانتے ہوئے اسکی تائید میں مذکورہ بالا کتاب تصنیف کر دی۔

فقہ اکبر کی اس عبارت کو مختلف ادوار کے اکابر علماء احناف نے محرف و محذوف ثابت کیا جیسا کہ شیخ اجل حافظ محمد مرتضیٰ زبیدی بلگرامی حسینی حنفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) نے الانتصار میں اس پر تفصیلی بحث کی پھر ترکی کے مشہور عالم شیخ محمد زاہد کوثری حنفی نقشبندی مجددی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء) نے "العالم والمتعلم" کے مقدمہ میں اس بحث کو آگے بڑھایا اور علامہ زبیدی کی تحقیق کو تقویت دی۔ نیز مصر کے عالم جلیل شیخ مصطفیٰ حمامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء) نے "النهضة الاصلاحية" میں اس موضوع پر سیر حاصل لکھتے ہوئے بتایا کہ ۱۳۵۴ھ میں حج کے موقع پر میں نے مدینہ منورہ کے مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت فقہ اکبر کا ایک قدیم ترین مخطوط زیر نمبر ۳۳۰ دیکھا جس کے بارے میں محققین کی رائے تھی کہ یہ عباسی عہد میں لکھا گیا تھا اور اس میں متنازع عبارت اصل حالت میں درج تھی جس سے ایمان والدین مصطفیٰ ثابت ہوتا ہے۔ بعد ازاں اسی مکتبہ سے فقہ اکبر کا ایک اور مخطوط نیز دارالکتب والمصر یہ قاہرہ میں اسکے دو مزید قدیم مخطوطات دریافت ہوئے جن میں مذکورہ عبارت بغیر کسی ردّوبدل کے موجود ہے۔ چنانچہ فقہ اکبر کے چند قدیم ترین نسخوں کا بغیر کسی تحریف کے محفوظ رہنا اور انکی دریافت سے منکرین کی اس دلیل کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی۔

ادھر ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے آخر عمر میں انکارِ ایمانِ والدین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے عقیدہ سے رجوع کر کے سوادِ اعظم کا مسلک اختیار کر لیا جیسا کہ انکی ایک تصنیف "شرح الشفاء" کے استنبول ایڈیشن مطبوعہ ۱۳۱۶ھ کی جلد: اول، ص: ۶۰۱ سے واضح ہے، جو آپ نے وفات سے تین برس قبل مکمل کی تھی۔ ترکی کے ایک طالب علم شیخ خلیل ابراہیم قوتلائی نے ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ کے تحت ڈاکٹر عبدالعال احمد کی نگرانی میں "الامام علی القاری واثره فی العلم الحديث" کے عنوان سے مقالہ لکھا جس پر انہیں ۱۹۸۵ء میں ایم فل کی ڈگری دی گئی۔ فاضل موصوف نے اسکے صفحات ۱۰۶/۱۱۲ پر اس موضوع کے تجزیہ کے بعد ملا علی قاری کے رجوع کو ترجیح دی۔

ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے دور سے قبل اکابر علمائے کرام نے ایمانِ والدینِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے اثبات پر متعدد کتب لکھیں، جیسا کہ خود ملا علی قاری کے اہم استاذ شیخ الاسلام احمد بن محمد ابن حجر ہیثمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے اس موضوع پر مستقل کتاب تصنیف کرنے کے علاوہ اپنی دیگر تین تصنیفات میں سوادِ اعظم کا مسلک بیان کیا۔ پھر جیسے ہی ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے مذکورہ کتب تصنیف کیں تو اس موضوع میں تیزی آ گئی اور عالم اسلام سے اسکے ردّ میں کتب معرضِ وجود میں آنے لگیں۔ سب سے پہلے ملا علی قاری کے اہم شاگرد مسجدِ حرام کے امام و خطیب مفتی مکہ مکرمہ شیخ عبد القادر بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے قلم اُٹھایا اور اُستاذ کے ردّ میں ایک کتاب لکھی پھر علامہ سید محمد بن عبد الرسول برزنجی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ اور شیخ محمد مرعشی ساجقلی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے اسکے تعاقب میں کتب لکھیں۔

ادلۃ معتقدہ کے دریافت شدہ مخطوطات کی تعداد تین چار سے زیادہ نہیں چونکہ اس کتاب کے مندرجات سے شیخ ابن تیمیہ کے متبعین کے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے لہٰذا حجازِ مقدس میں سعودی حکومت قائم ہونے کے بعد نجدی مکتبِ فکر کے زعماء نے ۱۳۵۳ھ کو اسے مکہ مکرمہ سے شائع کیا اور اب مشہور بن حسن نے اکیس صفحات پر مشتمل اس کتاب کے مخطوط پر ساٹھ صفحات کا مقدمہ لکھا نیز متن پر طویل حواشی لکھے جن میں رحمۃ للعٰلمین سیدنا و سندنا محمد بن عبد اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین کو غیر مسلم ثابت کرنے کیلئے تمام تر صلاحیتیں صرف کیں (معاذ اللہ) پھر یہ کتاب ایک سو ساٹھ صفحات پر مدینہ منورہ سے شائع کی گئی۔

ادھر اہلسنت علمائے کرام، مفسرین، محدثین اور فقہاء اسلام وغیرہ اکابرین نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین کے اہل ایمان و جنتی ہونے کے ثبوت اور انکے فضائل و مناقب پر مختلف ادوار میں لاتعداد کتب لکھیں جن کے ناموں کی حتمی فہرست مرتب کرنا ایک بڑا کام ہے۔ لیکن قارئین کی معلومات میں اضافہ اور حقیقت حال کے بیان کیلئے یہاں عربی، اُردو، سندھی زبانوں میں لکھی گئی ایسی چند کتب کے نام دیئے جاتے ہیں۔

عربی کتب:

۱: "کِتَابٌ فِیْ اَحْوَالِ وَالِدَیِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم": حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ (م ۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء)، مکتبہ وزارت اوقاف بغداد میں سات مخطوطات محفوظ ہیں۔ زیر نمبر ۲/۹۹۳۰۔۹۹۳۶۔

۲: "اِیْجَازُ الْکَلَامِ فِیْ وَالِدَیْ سَیِّدِ الْاَنَامِ": شیخ عفیف الدین محمد بن محمد حسینی تبریزی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ (م ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء)، مخطوط مکتبہ محمود پاشا ۷۱/۶۔

۳: "اَلتَّعْظِیْمُ وَالْمِنَّۃُ فِیْ اَنَّ اَبَوَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِی الْجَنَّۃِ": امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابو بکر سیوطی شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء)، مطبوعہ، دوسرا نام "الفوائد الکامنۃ فی ایمان السیدۃ الآمنہ."

۴: "اَلدَّرَجُ الْمُنِیْفَۃُ فِی الْآبَاءِ الشَّرِیْفَۃِ": امام سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مطبوعہ مصر۔

۵: "اَلسُّبُلُ الْجَلِیَّۃُ فِیْہِ الْآبَا الْعَلِیَّہِ اَوْ سُبُلُ النَّجَاۃِ": امام سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مطبوعہ لاہور، طبع: اول ۱۳۰۸ھ، طبع: دوم ۱۳۱۰ھ۔

۶: "مَسَالِکُ الْحُنَفَاءِ فِیْ وَالِدَیِ الْمُصْطَفٰی": امام سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مطبوعہ۔

۷: "اَلْمُقَامَۃُ السُّنْدُسِیَّۃِ فِی الْآبَاءِ الشَّرِیْفَۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ": امام سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مطبوعہ۔

۸: "نَشْرُ الْعَلَمِیْنَ فِیْ اِحْیَاءِ الْاَبَوَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ": امام سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ دائرہ معارف عثمانیہ حیدر آباد دکن نے امام سیوطی کی ان چھ تصنیفات کے یکجا تین ایڈیشن شائع کئے، طبع: اول ۱۳۱۷ھ، طبع: دوم ۱۳۳۴ھ، طبع: سوم ۱۳۸۰ھ۔

۹: "رِسَالَۃٌ فِیْ اَبَوَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم": قاضی حلب شیخ محمد شاہ بن محمد فناری حنفی المعروف بہ زینی چلپی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ (م ۹۲۶ھ/۱۵۲۰ء)۔

۱۰: "رِسَالَةُ فِی اَبَوَیِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ": شیخ احمد بن سلیمان حنفی المعروف بہ شیخ ابن کمال پاشا رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۹۴۰ھ / ۱۵۳۴ء) استنبول کے کتب خانوں میں اسکے لاتعداد مخطوطات محفوظ ہیں، نیز مکتب حرم مکہ مکرمہ ۱۳/ ۱۵۰ مجموع، مکتبہ حسن حسنی پاشا ۱۲۱/ ۲۳/ ۴۷، ۳۹/ ۷/ ۱۳۸۳ سن کتابت ۱۳۳۲ھ، مکتبہ وزارت او قاف موصل شہر عراق ۱۰/ ۲۵ مجامیع، ۵۲/ مجموعہ۔

۱۱: "اِنْبَاءُ الْاِصْطَفَافِی حَقِّ آبَاءِ الْمُصْطَفٰی": شیخ محی الدین محمد بن قاسم امام حنفی المعروف بہ ابن خطیب رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۹۴۰ھ / ۱۵۳۴ء)، محفوظ مکتبہ جامعہ الازہر قاہرہ ۶۵/ تاریخ رواق الشوام سن کتابت ۱۱۲۱ھ اس کی فوٹو کاپی مخزونہ اسلامک ریسرچ سنٹر ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ ۵۸/ سیرت، پبلک لائبریری برلن جرمنی ۹۵۱۶/ مجموع، ابن سعود یونیورسٹی لائبریری ریاض ۲۴۲۹/ ۱، مکتبہ خالدیہ القدس، نیشنل لائبریری قاہرہ، مکتبہ چلپی آفندی عبداللہ ۴/ ۴۰۵، یہ کتاب عثمان خلیفہ سلیمان خان کے لئے تصنیف کی گئی۔

۱۲: "مَنْهَجُ السُّنَّةِفِی کَوْنِ اَبَوَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فِی الْجَنَّةِ": مختلف علوم وفنون پر ۷۵۳ کتب کے مصنف مؤرخ شام شیخ محمد بن علی طولون صالحی دمشقی حنفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۹۵۳ھ / ۱۵۴۶ء)۔

۱۳: "اَلْاَقْوَالُ مَنْقُوْلَۃ عَنِ الْاَیِمَّۃِفِی اَبَوَیہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَغَیْرِهِمَا مِنْ آبَائِہٖ": شیخ الاسلام احمد بن حجر ہیتمی مکی شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۹۷۴ھ / ۱۵۶۷ء)، مخطوط مجموعہ Ananjmi انگلینڈ xvi/ ۱۶۰۶ نیز مکتبہ حرم مکی میں اسکے دو مخطوطات بنام "اَلْکَلَامُ عَلٰی وَالِدَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ موجود ہیں، ۴/ ۱۳۹ مجامیع۔

۱۴: "تَحْقِیْقُ آمَالِ الرَّاجِیْنَ فِی اَنَّ وَالِدَیْنِ الْمُصْطَفٰی بِفَضْلِ اللّٰہِ فِی الدَّارَیْنِ مِنَ النَّاجِیْنَ": شیخ نور الدین علی محمد الجزار مصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (۹۸۴ھ/ ۱۵۷۶ء میں زندہ تھے)، نیشنل لائبریری قاہرہ میں واقع ذخیرہ تیمور میں تین مخطوطات ۴۸۹، ۵۲۸، ۵۳۰ حدیث، یادر ہے مذکورہ بالا تمام کتب ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے قبل تصنیف کی گئیں۔

۱۵: "رِسَالَةُ فِی اَبَوَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ": مسجد حرام کے امام وخطیب مفتی مکہ مکرمہ شیخ عبد القادر بن محمد طبری حسینی علامہ سید محمد برزنجی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے اس رسالہ سے استفادہ کیا۔

۱۶: "اَلْاَنْوَارُ النَّبَوِیَّةُ فِی آبَاءِ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ": شیخ محمد بن عبد الرفیع حسینی مرسی اندلسی اشعری غوثی مالکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۰۵۲/ ۱۶۴۲ء)، مخطوط رباط لائبریری ذخیرہ کتانی ۱۲۳۳ ۷ بخط مصنف سن تصنیف ۱۰۴۴ھ بمقام تیونس۔

۱۷: "اَلْجَوْهَرَةُ الْمُضِیَّةُ فِی حَقِّ اَبَوَیْ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ": فقیہ جلیل شیخ صالح بن محمد تمر تاشی غزی حنفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۰۵۵ھ / ۱۷۵۸ء)۔

۱۸: "تَأْدِیْبُ الْمُتَمَرِّدِیْنَ فِی حَقِّ الْاَبَوَیْنِ": شیخ اوحد الدین عبد الاحدین مصطفیٰ کتاہی سیواسی نوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۱ء)، مخطوط مکتبہ ظاہر یہ دمشق ۸۰۷۳ سن کتابت ۱۱۴۳ھ، نیشنل لائبریری قاہرہ۔

۱۹: "هَدَایَا الْکِرَامِ فِی تَنْزِیْهِ آبَاءِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ": قاضی موصل شیخ یوسف بن عبداللہ دمشقی حلبی بدیعی حنفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۲ء)۔

۲۰: "سَدَادَ الدِّیْنِ وَسَدَادَالدَّیْنِ فِی اِثْبَاتِ النَّجَاةِ وَالدَّرَجَاتِ لِلْوَالِدَیْنِ": مفتی شافعیہ مدینہ منورہ علامہ سید محمد عبد الرسول برزنجی شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۱۰۳ھ/ ۱۶۹۱ء)۔

اس کتاب اور مصنف کا کسی قدر تفصیلی تعارف آگے آرہا ہے۔

۲۱: "مُرْشِدُ الْهُدٰی فِی نَجَاةِ اَبَوَیِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی": قاضی حلب شیخ ابراہیم بن مصطفیٰ فرخی المعروف بہ وحدی رومی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۴ء)۔

۲۲: "رِسَالَةُ السُّرُوْرِ وَالْفَرْحِ فِی حَقِّ اِیْمَانِ وَالِدَیِ الرَّسُوْلِ": شیخ محمد بن ابوبکر مرعشی حنفی المعروف بہ ساجقلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۱۴۵ھ/ ۱۷۳۲ء)، مخطوط مکتبہ حرم مکی میں پانچ

مخطوطات ۱۲۹۱، ۱۳۳۷، ۲۸۷۳، ۳۸۶۳ عام، مکتبہ اوقاف بغداد ۶/۱۳۷۴۳ مجامیع، مکتبہ اوقاف موصل ۱۰/۲۵ مجموع، مکتبہ یوسف آغا قونیہ ترکی ۵۹۹۵، مکتبہ بلدیہ ن ۳۰۸۵ج، بعض کتب خانوں میں اسکے مخطوطات "رِسَالَةٌ فِیْ اَبَوَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ" یا "اَلْفَرْحُ وَالسُّرُوْرُ" کے نام سے موجود ہیں۔

۲۳: "تُحْفَةُ الصَّفَا فِیْمَا یَتَعَلَّقُ بِاَبَوَیِ الْمُصْطَفٰی": شیخ احمد بن عمر دیربی غنیمی ازہری مصری شافعی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء)، مخطوط مکتبہ ازہریہ ۳۳۵/۴۱ ۴۴۴ علم الکلام سن تالیف ۱۱۴۰ھ۔

۲۴: "اَلْقَوْلُ الْمُخْتَارُ فِیْمَا یَتَعَلَّقُ بِاَبَوَیِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارُ": شیخ احمد بن عمر غنیمی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔

۲۵: "مَطْلَعُ النَّیِّرَ یْنِ فِیْ اِثْبَات النَّجَاةِ الدَّرَجَاتِ لِوَالِدِسَیِّدِ الْکَوْنَیْنِ": شیخ احمد بن علی عدوی طرابلسی دمشقی حنفی المعروف بہ منینی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۹ء) ، مخطوط ذخیرہ شستر بیٹی آئرلینڈ۔

۲۶: "قُرَّةُ الْعَیْنِ فِیْ اِیْمَانِ الْاَبَوَیْنِ": شیخ حسین بن احمد حلبی حنفی المعروف بہ دوایخی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء)۔

۲۷: "اَلرَّدُّ عَلٰی مَنِ اقْتَحَمَ الْقَدْحُ فِی الْاَبَوَیْنِ الْکَرِیْمَیْنِ": شیخ ابو الخلاص حسن بن عبد اللہ بخشی حلبی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (۱۱۹۰ھ/۱۷۷۶ء)۔

۲۸: "ذَخَائِرُ الْعَابِدِیْنَ وَارْغَامُ الْمُعَانِدِیْنَ فِیْ نِجَاةِ وَالِدَی الْمُکَرَّمَیْنِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ": مفتی حلب شیخ محمد یوسف غزالی حنفی المعروف بہ اسیری رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء)۔

۲۹: "رِسَالَةٌ فِیْ اِثْبَاتِ النَّجَاةِ وَالْاِیْمَانِ لِوَالِدَیْ سَیِّدِ الْاَکْوَانِ": شیخ علی بن صادق داغستانی دمشقی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء) مطبوعہ دمشق، سن اشاعت درج نہیں۔

۳۰: "رِسَالَةٌ مُوْجِزَةٌ فِیْ حَقِّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ": شیخ سعد الدین سلیمان بن عبد الرحمٰن مستقیم رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۸ء) مخطوط مکتبہ حرم مکی ۳۸۶۳/عام۔

۳۱: "اَلْاِنْتِصَارُ لِوَالِدَیِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ": حافظ محمد مرتضٰی بلگرامی زبیدی حسینی حنفی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء)، شیخ محمد زاہد کوثری رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے اس کے مخطوط سے اخذ کیا جو بخط مصنف اور عثمانی افواج کے مفتی شیخ احمد بن مصطفٰی عمر حلبی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۳۳۴ھ) کی ملکیت تھا۔

۳۲: "حَدِیْقَةُ الصَّفَاءِ فِیْ وَالِدَیِ الْمُصْطَفٰی": حافظ محمد مرتضٰی بلگرامی زبیدی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔

۳۳: "اَلْعَقْدُ الْمُنَظَّمُ فِیْ اُمَّهَاتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ": حافظ محمد مرتضٰی بلگرامی زبیدی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، محفوظ معہد المخطوطات العربیة قاہرہ ۱۱۴۰/تاریخ۔

۳۴: "بَسْطُ الْیَدَیْنِ لِاِکْرَامِ الْاَبَوَیْنِ": مولانا محمد غوری مدراسی شافعی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۲۳۸ھ ۱۸۲۲ء)۔

۳۵: "اَلْقَوْلُ الْمُسَدَّدَ فِیْ نِجَاةِ وَالِدَیْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ": عبد الرحمٰن اہدل شافعی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء)۔

۳۶: "مَنَاقِبُ السَّیِّدَةِ آمِنَه وَالِدَةُ الرَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ": امام وخطیب حرم مکی علامہ سید یحیٰی مؤذن حسنی (م ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء تقریبا)

۳۷: "سُبُلُ السَّلَامِ فِیْ حُکْمِ آبَاءِ سَیِّدِ الْاَنَامِ": شیخ محمد بن عمر بالی مدنی حنفی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (تیرھویں صدی ہجری کے عالم)، مطبوعہ استنبول ۱۲۸۷ھ صفحات ۱۴۳، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۸۷ھ، سن تالیف ۱۲۸۵ء)۔

۳۸: "خُلَاصَةُ الْوَفَا فِیْ طَهَارَةِ اُصُوْلِ الْمُصْطَفٰی مِنَ الشِّرْکِ وَالْجَفَا": شیخ محمد یحیٰی بن طالب مغربی شنقیطی ولاتی مالکی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء) مطبوعہ تیونس ۱۳۱۴ھ۔

۳۹: "اَلسَّیْفُ الْمَسْلُوْلِ فِی الْقَطْعِ بِنَجَاةِ اَبَوَیِ الرَّسُوْلِ": قاضی موصل شیخ احمد فائز بن محمود شہری زوری کردی کلزردی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء)۔

۴۰: "بُلُوْغُ الْمَرَامِ فِیْ آبَاءِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ": شیخ ادریس بن محفوظ شریف الجزائری تیونسی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۴ء)۔

۴۱: "سَعَادَةُ الدَّارَیْنِ بِنِجَاةِ الْاَبَوَیْنِ": مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ خاتمة المحققین شیخ محمد علی بن حسین مالکی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م

۱۳۶۷ھ/۱۹۴۹ء)۔

۴۲: "اُمُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ": ڈاکٹر عائشہ عبد الرحمٰن مصری المعروف بہ بنت الشاطی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ(م ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء)، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۵۳ھ، چند برس پہلے قاہرہ سے ہی دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔

۴۳: "نُخْبَةُ الْاَفْكَارِ فِيْ تَنْجِيَةِ وَالِدَيِ الْمُخْتَارِ": شیخ محمد سید اسماعیل حسنی، مطبوعہ مصر ۱۹۷۸ء۔

۴۴: "اُمُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ": شیخ عبد العزیز شنادی مصری (۲۰۰۱ء میں غالباً زندہ ہیں)، مطبوعہ مصر ۱۴۲۱ھ، عربی کے کثیر الاشاعت اخبار روزنامہ الاھرام قاہرہ نے اس کی اشاعت کا اشتہار شائع کیا۔

۴۵: "رِسَالَةُ فِيْ اَبَوَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ": گمنام مؤلف، مخطوط مکتبہ اوقاف بغداد ۲/۷۰۲۱ مجامیع سن کتابت ۱۱۳۹ھ۔

۴۶: "رِسَالَةُ فِيْ نَجَاةِ اَبَوَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَكَوْنِهِمَا مِنْ اَهْلِ الْفِتْرَةِ": شیخ علی ضفصطی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، مخطوط نیشنل لائبریری قاہرہ ۲۱۶۳۲ب سن کتابت ۱۱۷۱ھ۔

۴۷: "رِسَالَةُ فِيْ نَجَاةِ الْاَبَوَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ": گمنام مؤلف، مخطوط مکتبہ اوقاف بغداد ۲۲۸۰۶/۱ مجامیع۔

۴۸: "مَطَالِعُ النُّوْرِ اَلسِّنِيُّ الْمُنْبِئُ عَلٰى طَهَارَةِ نَسَبِ النَّبِيِّ الْعَرَبِيِّ": شیخ عبد اللہ آفندی رومی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ مخطوط مکتبہ حرم مکی ۱۱۰/سیرت، ۲/۸۳/سیرت، ۴۰/سیرت، مکتبہ شیخ عارف حکمت مدینہ منورہ ۶۴۲/۱۲/۷، شاہ فیصل ریسرچ سنٹر ریاض، ۳/۷۹۰، پبلک لائبریری برلن جرمنی ۹۵۱۶۔

۴۹: "بُلُوْغُ الْمَاَرِبِ فِيْ نَجَاةِ آبَائِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَعَمِّهٖ اَبِيْ طَالِبٍ": شیخ سلیمان ازہری لاذقی، مخطوط تیموریہ ۳۲۳/حدیث۔

(اُردو کتب)

۵۰: "تَنْبِيْهُ الْفُضُوْلِ فِيْ اِثْبَاتِ اِيْمَانِ آبَاءِ الرَّسُوْلِ": مولانا علی بن احمد گوپاموی المعروف بہ قاضی محمد ارتضٰی علی خان گوپاموی مدراسی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ(م ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء)۔

۵۱: "اَلْكَلَامُ الْمَقْبُوْلُ فِيْ اِثْبَاتِ اِسْلَامِ آبَاءِ الرَّسُوْلِ": نوے سے زائد کتب کے مصنف مولانا وکیل احمد سکندر پوری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ(م ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء)۔

۵۲: "اَلدُّرُّ الْيَتِيْمُ فِيْ اِيْمَانِ آبَاءِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ": مولانا علی انور کاکوروی قلندری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ(م ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)۔

۵۳: "اَلْكَلَامُ الْمَقْبُوْلُ فِيْ طَهَارَتِ نَسَبِ الرَّسُوْلِ": مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ(م ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)۔

۵۴: "وَالِدَيْنِ مُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ": امام سیوطی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کی تصنیف کا ترجمہ از قلم علام صائم چشتی، مطبوعہ۔

۵۵: "اَبَوَيْنِ مُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ": مولانا محمد فیض احمد اویسی بہاولپوری (پ ۱۹۳۲ء تقریباً)، مطبوعہ۔

۵۶: "اَصْلُ الْاُصُوْلِ فِيْ اِيْمَانِ آبَاءِ الرَّسُوْلِ": مولانا محمد فیض احمد اویسی، مخطوط۔

۵۷: "اَلدُّرَرُ الْكَامِنَةُ فِيْ اِيْمَانِ السَّيِّدَةِ آمِنَةَ": مولانا محمد فیض احمد اویسی، مخطوط صفحات ۳۴۔

۵۸: "وَالِدَيْنِ مُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ": علامہ محمد یاسین قصوری نقشبندی مطبوعہ ۱۹۹۷ء، ناشر ادارہ علم و ادب والٹن لاہور صفحات ۴۴۔

۵۹: "عظمت و مقام ابوین شریفین سید الوریٰ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ": علامہ محمد الیاس چشتی، مطبوعہ ۲۰۰۰ء ناشر انجمن غلامان چشتیہ پاکستان محلہ رحیم پورہ وزیر آباد، صفحات ۶۰۔

۶۰: "فضائل سیدہ آمنہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا": مولانا مفتی احمد امین، مطبوعہ ناشر بزم ضیائے رسول جامع مسجد عثمانیہ رضویہ ۱۱۱۔ چوہدری پارک عامر روڈ شاد باغ لاہور، صفحات ۵۲۔

(سندھی کتاب)

۶۱: "جیین جی والدین جو اسلامی مقام": مولانا امجد علی ریگستانی، مطبوعہ، ناشر مدرسہ عربیہ مجددیہ بحر العلوم کنڈی میمن ضلع عمر کوٹ سندھ ۱۸۴۔

گزشتہ چند برسوں کے دوران اہل نجد کی تازہ کارگزاریوں کے باعث یہ موضوع پھر سے زیر بحث آیا جس پر اہلسنت کی طرف سے پاکستان میں علامہ محمد یاسین قصوری نقشبندی، علامہ محمد الیاس چشتی، مولانا مفتی محمد امین، سید محمد اخلاق، مولانا امجد علی ریگستانی اور قاہرہ سے شیخ عبدالعزیز شاوی نیز مدینہ منورہ سے علامہ سید محمد بن عبد الرسول برزنجی کی مذکورہ بالا تصنیفات شائع ہوئیں جن میں سے علامہ برزنجی کی تصنیف راقم الحروف کے سامنے ہے اور اس اہم کتاب کا تعارف آئندہ سطور میں پیش ہے۔

علامہ برزنجی کی کتاب کا تعارف

نام کتاب: "سَدَادُ الدّیْنِ وَسَدَادُ الدَّیْنِ فِیْ اِثْبَاتِ النَّجَاۃِوَالدَّ رَجَاتِ لِلْوَالِدَیْنِ."

مصنف: علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجی مدنی شافعی رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہِ۔

محققین: علامہ سید عباس احمد صفر حسینی، علامہ حسین محمد علی شکری طبع ۱۴۱۹ھ۔

ضخامت: ۴۲۶ صفحات۔

ناشر: "دَارالْمَدِیْنَۃِلِلْنَشْرِوَالتَّوْزِیْع مَدِیْنَہُ مُنَوَّرَہْ": پتہ ای میل: Darmedina Shabakah.Com

جیسا کہ اُوپر گزر چکا علامہ برزنجی کی یہ کتاب ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہِ کی تصنیف کا جواب ہے اور ۱۳۲۳ھ میں مصر سے شائع ہو چکی تھی۔ اب مشہور بن حسن اور انکی جماعت نے ملا علی قاری کی کتاب کو پھر سے شائع کیا تو مدینہ منورہ کے دو اہلسنت محققین علامہ سید احمد صغر حسینی اور علامہ حسین محمد علی شکری نے علامہ برزنجی کی اس کتاب پر تحقیق کر کے اسے دوبارہ شائع کرنے کا عزم کیا۔ چنانچہ علامہ سید عباس اور شکری نے "سَدَادَالدَّیْنِ" کے پہلے ایڈیشن کے علاوہ قاہرہ، دمشق اور مدینہ منورہ سے اسکے چار قدیم مخطوطات حاصل کئے جن میں نسخہ دمشق ۱۰۹۰ھ میں نسخہ بخط مؤلف سے نقل کیا گیا تھا جبکہ علامہ برزنجی زندہ اور انہیں یہ کتاب تصنیف کئے محض دو برس گزرے تھے۔ فاضل محققین نے "سَدَادَالدَّیْنِ" کے متن کی تصحیح پر زیادہ توجہ دی نیز اس پر مختصر مقدمہ وحواشی لکھے پھر اسے جدید ترین طباعتی وسائل کی مدد سے بڑے اہتمام سے شائع کیا گیا۔

علامہ برزنجی رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہِ مقدمہ کتاب میں لکھتے ہیں کہ میرے اُستادزادہ مفتی حنابلہ دمشق شیخ ابو المواہب بن شیخ عبد الباقی دمشقی رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہِ (م ۱۱۲۶/۱۷۱۴ء) حج وزیارت کیلئے آئے تو مجھے اس موضوع پر کتاب تالیف کرنے کی ترغیب دی پھر دیگر اسباب نے مجھے تحریک دی تب میں نے رمضان مبارک کے آخری عشرہ میں مسجد نبوی شریف میں اعتکاف کے دوران اس مقصد کیلئے استخارہ کیا نیز رکوع و سجود اور زیارت کے دوران اس کیلئے بارگاہِ الٰہی سے متوجہ ہوا۔ پھر ماہ شوال میں دوبارہ استخارہ کیا جس پر جناب بشیر ونذیر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی برکت سے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلم اُٹھانےکی اجازت ملی تب میں نے یہ کتاب تالیف کی۔

آغاز میں علمائے اُصول کی تحقیقات کی روشنی میں کفر کے معانی و تعریف بتائے گئے ہیں۔ پھر لکھا کہ والدین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے ایمان سے انکار کے عقیدہ پر قرآن مجید، کتب احادیث، اجماع وقیاس سے کوئی دلیل نہیں اور نہ اس انکار پر ائمہ اربعہ میں سے کسی سے کوئی قول ثابت ہے۔ مزید وضاحت میں بتایا کہ قرآن مجید کی کسی آیت سے دلیل صریح تو درکنار کنایۃ، اشارۃً یا مفہوماً بھی انکے ایمان کی نفی نہیں ہوتی اور یہ جو بعض افراد نے سورۃ توبہ کی اس آیت نمبر ۱۱۳ کی تفسیر کرتے ہوئے حدیث عطیہ کی بنیاد پر اسکو والدین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے انکار ایمان پر محمول کیا ہے یہ دُرست نہیں اسلئے کہ یہ حدیث ضعیف معلول ہے اور یہ تفسیر، قرآن مجید کی متعدد آیات سے مطابقت نہیں رکھتی۔

معلوم رہے کہ برصغیر کے اہل حدیث عالم مولوی محمد جونا گڑھی نے قرآن مجید کا اُردو ترجمہ کیا جس پر مولوی

صلاح الدین یوسف نے تفسیری حواشی لکھے پھر یہ ترجمہ و تفسیر شاہ فہد پرنٹنگ پریس مدینہ منورہ نے قرآن مجید کے ساتھ طبع کر کے حج پر جانے والے افراد نیز دُنیا بھر کے مختلف مقامات پر مفت تقسیم کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جس میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں اسی حدیث کی بناء پر رسول اللہ تعالیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی والدہ ماجدہ کے ایمان پر انکار کیا گیا ہے۔

علامہ برزنجی نے آئندہ صفحات پر منکرین کے دلائل کا جائزہ لے کر انکی تردید کی۔ فقہ اکبر میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے منسوب عبارت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فقہ اکبر کے معتمد نسخوں سے منکرین کے موقف کی تردید ہوتی ہے۔

اگلے باب میں صفحہ ۱۱۹ سے فضائل والدین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ انکے نجات پانے اور جنتی ہونے پر قرآن وحدیث نیز اقوال سلف کی روشنی میں تفصیل سے لکھا ہے۔ پھر رسول اللہ تعالیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی طہارت نسب پر دلائل درج ہیں جس کے ضمن میں سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کے والد ماجد کا نام تارخ بتاتے ہوئے انہیں اہل توحید میں شمار کیا اور آزر کو آپ عَلَیْہِ السَّلَامُ کا چچا بتایا گیا۔ ایک باب میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے تمام اجداد کے اہل ایمان ہونے پر سیر حاصل تحریر میں ہے کہ نورِ نبوت نسل در نسل اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت ہوئی اور یہ کہ نسبی شرف نیز ولادت کی طہارت، نبوت کی شروط میں سے ہیں۔

آئندہ صفحات پر اہل فترۃ کی تین اقسام پر اظہار خیال کیا گیا ہے پھر کتاب کے متعلق باہم متعارض عبارات کو حل کیا ہے۔ ایک مقام پر قریش مکہ کا قحط کے ایام میں بارش کی دُعا کیلئے حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہونے اور آپکا اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنے اور پھر موسلا دھار بارش کا واقعہ درج ہے۔ دو مقامات پر عقائد شیعہ کی تردید اور ایک جگہ سیدنا عبد القادر جیلانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مدح درج ہے۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی شرح صحیح مسلم میں درج اس کتاب سے متعلق ایک عبارت کی تشریح بھی لائق مطالعہ ہے۔ آخری باب ایمان ابو طالب پر بحث کیلئے مختص ہے۔

علماء پاک و ہند کے آثار کے ضمن میں اس کتاب میں ایک خاص بات یہ ہے کہ علامہ سید محمد برزنجی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے اسکی تالیف میں جن کتب سے مدد لی ان میں مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء) کا "حاشیة تفسیر بیضاوی" بھی شامل ہے۔ علامہ برزنجی نے یہ کتاب ۱۰۸۸ھ کو مدینہ منورہ میں تالیف کی جبکہ مولانا سیالکوٹی کی عربی تصنیفات اس دور میں مقبول ہوئیں جب مطبع کا وجود نہ تھا۔ اور یہ مقبولیت برصغیر کی حدود پھلانگ کر عرب دُنیا تک پھیلی ہوئی تھی جیسا کہ معاصر عرب عالم علامہ برزنجی نے اس سے استفادہ کیا۔

علامہ سید محمد بن عبد الرسول برزنجی حسینی شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ بارہ ربیع الاول ۱۰۴۶ھ کو عراق کے علاقہ کردستان میں واقع مقام شہر زور میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے علاوہ ماردین، حلب، یمن، دمشق، مصر اور بغداد کے اکابر علماء و مشائخ سے تعلیم پائی پھر مدینہ منورہ میں "خاتمة المحققین" علام ابراہیم بن حسن کورانی شہر زوری مدنی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۱۰۱ھ / ۱۶۹۰ء) وغیرہ علماء سے مدینہ منورہ میں "مفتی شافعیہ" کے منصب پر تعینات رہے بعد میں آپکی نسل میں سے متعدد علماء اس منصب پر فائز رہے تا آنکہ علامہ سید محمد زکی برزنجی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء) آخری مفتی شافعیہ ہوئے۔

علامہ سید عبد الرسول برزنجی کے بارے میں کہا گیا کہ آپ گیارہویں صدی کے مجدد اسلام تھے۔ علامہ سید عباس اور علامہ شکری کے بقول علامہ محمد برزنجی نے مختلف علوم وفنون میں نوے سے زائد کتب تصنیف کیں "صاحب هدیة العارفین" نے ان میں سے پینسٹھ کے نام ذکر کئے جن میں سے چند یہ ہیں:

"اَلْإِشَاعَةُ فِیْ اِشْرَاطِ السَّاعَةِ،اَلْإِغَارَةُ الْمُصَحَّبَةُ عَلٰی

مَانِعِیُ الْاِشَارَةِ بِالْمُسَبَّحَةِ، بُغْيَةُ الطَّالِبِ لِاِيْمَانِ اَبِیْ طَالِبٍ،اَلتَّرْجِيْحُ وَالتَّصْحِيْحُ للصلوة التسبيح ،الترغيم والترحيم لمنكر التعظيم وَالتَّفْهِيْمُ،ضَوْءُ الْوَهَّاجِ فِیْ قِصَّةِ الْاَسْرَاءِ وَالْمِعْرَاجِ ،اَلْفُصُوْلُ فِیْ تَرْجَمَةِ عَبْدِالرَّسُوْلِ اَلْقَوْلُ الْمُخْتَصَرُ فِیْ تَرْجَمَةِ الْحَافِظِ ابْنِ حَجَرِ اَلْقَوْلُ الْمَرْضِیُّ فِی الْفَرْقِ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ وَالتَّرْضِیْ، مُخْتَصَرُ النَّوَاقِضِ عَلَی الرَّوَافِضِ ،اَلْمِيْنَاکُ فِیْ دُخَانِ التَّنْبَاکِ، نَشْرُ اللِّوَاءِ فِیْ نَصْرِ الْاَوْلِيَاءِ، هَدِيَّةُ الْمُرِيْدِ فِی التَّصَوُّفِ."

بعض اہل قلم و ناشرین نے علامہ محمد برزنجی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کے والدگرامی علامہ سید عبدالرسول برزنجی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه جو نامور عالم دین وصوفی کامل تھے انکانام "رسول برزنجی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه" لکھاہے جبکہ حق یہ ہے کہ آپکااسم گرامی "عبدالرسول برزنجی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه" ہے جیسا کہ آپکے فرزند علامہ سید محمد برزنجی نے والد کے حالات پر کتاب لکھی ،بقول صاحب هدية العارفين اس کانام "اَلْفُصُوْلُ فِیْ تَرْجَمَةِ عَبْدِ الرَّسُوْلِ" ہے علاوہ ازیں آپکی نسل میں سے مفتی شافعیہ علامہ سید محمد زکی برزنجی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه جب سند اجازت جاری کرتے تو اس میں آپکانام یوں لکھتے:

"اَلْاِمَامُ الْاَوْحَدُ وَالْعَلَمُ الْمُفْرَدُ اَلسَّيِّدُ مُحَمَّدُ بْنِ عَبْدِالرَّسُوْلِ الْحُسَيْنِیُ الْمُوْسَوِیُ الْبَرْزَنْجِیُ مُجَدِّدُ الْقَرْنِ الْحَادِیُ عَشَرَ ذِی التَّصَانِيْفِ السَّائِرَةِ."

"سَدَادُالدَّيْنِ" کے مصنف جلیل علامہ سید محمد برزنجی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کی اولاد میں سے ایک اہم عالم ، مسجد نبوی کے خطیب و مفتی شافعیہ علامہ سید احمد بن اسمٰعیل برزنجی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه (۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء) نے برصغیر کے عالم کبیر اُستاد العلماء مولانا احمد رضاخان بریلوی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کی کتاب "حُسَّامُ الْحَرَمَيْنِ" پر تقریظ قلمبند کی۔

اہم مآخذ

اس مضمون کی تیاری میں جن کتب ورسائل سے مدد لی گئی ان میں سے اہم کے نام حسب ذیل ہیں:

۱: "قرآن مجید": اُردو ترجمہ و تفسیر مولوی محمد جونا گڑھی و مولوی صلاح الدین یوسف، شاہ فہد پرنٹنگ پریس مدینہ منورہ، طبع ۱۴۱۷ھ۔

۲: "اَدِلَّةُ مُعْتَقَدِ اَبِیْ حَنِيْفَةَ الْاَعْظَمِ فِیْ اَبَوَیِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ": شیخ ملا علی قاری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه تحقیق مشہور بن حسن مکتبۃ الضرباء الاثریۃ مدینہ منورہ، طبع اول ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء۔

۳: "الاعلام": خیر الدین زرکلی دمشقی ،دار العلم للملایین بیروت، طبع ششم ۱۹۸۴ء۔

۴: "الامام على قارى رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه واثره فى علم الحديث": شیخ خلیل ابراہیم قوتلائی ،دار البشائر الاسلامیۃ بیروت اول ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۷ء۔

۵: "سَدَادَ الدَّيْنِ وَسَدَادَالدَّيْنِ فِیْ اِثْبَاتِ النَّجَاةِ وَالدَّرَجَاتِ لِلْوَالِدَيْنِ": علامہ سید محمد برزنجی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه تحقیق علامہ سید عباس احمد صقر حسینی وعلامہ حسین محمد شکری ،دار المدینۃ المنورۃ مدینہ منورہ، طبع ۱۴۱۹ھ۔

۶: "مُعْجَمُ الْمَطْبُوْعَاتِ الْعَرَبِيَّةِ فِیْ شِبْهِ الْقَارَّةِ الْهِنْدِيَّةِ الْبَاكِسْتَانِيَّةِ": ڈاکٹر احمد خان، مکتبہ شاہ فہد ریاض، طبع اول ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰۔

۹: "معجم الموعات المطروقة فى التاليف الاسلامى وبيان ماالف فيها": شیخ عبد اللہ بن محمد حبشی یمنی ، کلچرل فاؤنڈیشن ابوظہبی طبع دوم ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء۔

۱۰: "هدية العارفين": علامہ اسماعیل پاشا بغدادی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، طبع ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۲ء۔

۱۱: "روزنامه الاهرام": قاہرہ، شمارہ: ۳ نومبر ۲۰۰۰ء۔

۱۲: "علم کے موتی": فہرست تصانیف مولانا محمد فیض احمد اویسی، مولانا دلاور حسین اویسی وغیرہ چار اہل علم نے مل کر مرتب کی، مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور، طبع اول ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء۔

۱۳: "ماہنامہ ضیائے حرم": لاہور، شمارہ جولائی ۱۹۹۹ء۔

۱۴: "روزنامہ خبریں": شمارہ: ۲۴،مارچ ۱۹۹۹ء۔

۞ ۞ ۞

اُم خیر الوریٰ سیدہ آمنہ
جانِ صدق وصفا سیدہ آمنہ
معرفت کی بنا سیدہ آمنہ
آپکے ہاں لیا شاہِ دیں نے جنم
گود میں اُن کی تشریف لائے نبی
افتخارِ نبی آپ کی ذات ہے
ہائے! کیا ہو گی محبوب کی کیفیت
اُن کی خاطر ہوئی چشمِ سرکار نم
جو ضمانت ہے ایقان وایمان کی
ہے یہ سارا ہی نور وظہور آپ کا
آپ کی پوتی خاتون جنت ہوئیں
آپ کی بات کی جائے یہ سوچ کر
کیسے فیضان توصیف اُن کی کروں

مادرِ مصطفیٰ سیدہ آمنہ
رُوحِ شرم وحیا سیدہ آمنہ
بایقیں مومنہ سیدہ آمنہ
نور کا آئینہ سیدہ آمنہ
خیر کا سلسلہ سیدہ آمنہ
اعتبارِ سلسلہ سیدہ آمنہ
جب ہوئی تھیں جدا سیدہ آمنہ
سوز کا ارتقا سیدہ آمنہ
آپ کی ہے وِلا سیدہ آمنہ
مصدرِ زیست ''یاسیّدہ آمنہ!''
مخزنِ اتقاء سیدہ آمنہ
کس کی ہیں والدہ سیّدہ آمنہ
سوچ سے ہیں ورا سیدہ آمنہ

(رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا)

فیض رسول فیضان

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی النَّبِیِّ الْمُحَمَّدِ صلی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن ط

اَمَّا بَعْدُ!

محترم قارئین! حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد میں والدین کے حقوق کا درجہ سب سے بلند ہے۔ والدین کی تعظیم و تکریم اولاد پر ضروری ہے۔ تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو اسلام نے والدین کے حقوق کا کماحقہ تحفظ کیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے خصوصیت کیساتھ ماؤں کی عظمت کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

"اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ."

"جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

یعنی جو شخص جنت کا طالب ہے۔ اور اسکے حصول کا متمنی ہے۔ تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت کرے، انکی تعظیم کرے، انکی تکریم کرے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے جنت عطا کریگا۔ اس حدیث پاک کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے غور طلب بات یہ ہے کہ جس جلیل القدر عظیم و عالی شاں ماں سیدہ، طیبہ، طاہرہ، عابدہ حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مقدس ترین، افضل ترین بطن مبارک سے آسمان نور نبوت کا بے مثل و بے مثال نور مصطفیٰ جناب محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پوری کائنات انسانی کیلئے رحمت اللعالمین کا تاج سر پر پہنے ہوئے اس جہاں میں تشریف لائے۔ اور تمام عالموں کو اپنے نور سے منور کیا۔ تو پھر اس عظیم الشان ہستی سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہَا کی عظمت و شان مرتبت کا عالم کیا ہوگا۔ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا وہ عظیم الشان ہستی ہیں جن کو امام الانبیاء عَلَیْہِ السَّلَامُ کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قرآن پاک میں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَامُ کی والدہ کا بھی ذکر ہے۔ جنہوں نے اپنے بیٹے کی خاطر ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر دوڑ لگائی تھی۔ ان پہاڑیوں نے اس مقدس ماں کے قدموں، تلوؤں کے صرف بوسے لئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس نسبت کے سبب ان پہاڑیوں کو شعائر اللہ کے نام سے تعبیر کر کے اپنی عظمت و شان و طمطرت کا نشان بنا دیا۔ فرمایا:

"اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰه."

"بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔"

جب زمین کے ان ٹکڑوں نے مقدس ماں کے قدموں کے بوسے لئے تو اللہ کی عظمت و جلالت کے نشان بن گئے۔ تو پھر اس مقدس ہستی حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مقام و مرتبے کا کیا عالم ہوگا۔ جنہوں نے امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَآلِہٖ وَسَلَّم کو جنم دیا۔ یقیناً حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہا کا مقام و مرتبہ دنیا کی تمام ماؤں سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ بحیثیت ایک مؤمن کے جہاں ہمیں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرنے کا حکم ہے وہاں حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی والدہ سے محبت و عقیدت کرنا ایک مؤمن کے دل کا قرار اور سکون ہے۔

محترم قارئین! حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہَا قریش کے قبیلے بنوزہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف زہرہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہَا کو اللہ تعالیٰ نے خاندانی جاہ وحشمت کے علاوہ سیرت کی پاکیزگی، کردار کی طہارت کے حوالے سے بھی پورے عرب کے معاشرے کی خواتین میں ایک منفرد مقام عطافرمایا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہَا کی شادی حضرت عبدالمطلب کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ سے ہوئی۔ شادی کے وقت حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ کی عمر ۱۸ برس تھی۔ اور یہ آپکے عنفوان شباب کا عالم تھا۔ اور اس عمر میں آپکے حسن کا عالم یہ تھا کہ عرب کی کئی عورتیں آپ پر دل وجان سے فریفتہ تھیں۔ چنانچہ علماء سیر لکھتے ہیں:

"فَلَقِیَ عَبْدَ اللّٰہِ فِیْ زَمَنِہٖ مِنَ النِّسَآءِ مِنَ الْعِنَآءِ مِثْلُ مَالَقِیَ یُوْسُفَ فِیْ زَمَنِہٖ مِنْ اِمْرَأَۃِ الْعَزِیْزِ."

"یعنی حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ کو اپنے زمانے میں عورتوں کی طرف سے انہیں مشکلات اور صبر آزماء حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ جو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے زمانے میں عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے پیش آئے۔"

اس سلسلے مین مواہب لدنیہ کے شارحین کا ایک اور جملہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"وَفِیْ شَرْحِ الْمَوَاھِبِ کَانَ یَتَلَئْلَأُ نُوْرًا فِیْ قُرَیْشٍ وَکَانَ اَجْمَلَھُمْ وَشَغَفَتْ بِہٖ نِسَاءُ قُرَیْشٍ وَکِدْنَا اَنْ تَزْھَلَ عُقُوْلُھُنَّ." (السیرۃ النبویۃ علامہ زینی دحلان جلد: ۱، ص: ۴۲)

یعنی حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ قریش میں تابندہ نور تھے اور سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ قریش کی عورتیں ان کے دام محبت میں اسیر تھیں۔ قریب تھا کہ وہ انکی محبت میں ہوش وحواس کھو بیٹھتیں۔ لیکن حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ کی نگاہیں جھکی رہتیں۔ روئے زیبا پر شرم وحیاء شرافت ونجابت کے انوار برستے رہتے۔ اور معلوم یوں ہوتا کہ زمانہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اپنے تمام جمال و کمال سے لوٹ آیا ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ کا چہرہ جس نور مبین کی کرنوں کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا۔ انہیں کب کسی کی طرف نگاہ اٹھانے کی اجازت دیتا تھا۔ اور آپ ہر بار ایسی تمام پیش کشوں کو پایۂ حقارت سے ٹھکرادیتے۔ اور فرماتے:

" فَکَیْفَ بِالْاَمْرِ الَّذِیْ تَبْغِیْنَہٗ یَحْمِی الْکَرِیْمُ عِرْضَہٗ وَدِیْنَہٗ."

"یعنی ایسی بات کو میں کیسے قبول کرسکتا ہوں جو تم چاہتی ہو۔ کریم ہمیشہ اپنی عزت اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔"

ملاحظہ فرمایئے! یہ وہ زمانہ تھا جب ہر طرف فحاشی وعریانی، بدکاری، ظلمت وتاریکی عام تھی۔ لیکن اس پرفتن دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والد ماجد کی عزت اور آپکی عصمت کو محفوظ فرمایا۔ بجاطور یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کا سب صدقہ اور تصدق تھا اس نور صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا جو حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ کی پیشانی میں جگمگا رہا تھا۔ بالآخر جب حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ نے اپنے بیٹے کے رشتے کیلئے وہب بن عبد مناف سے انکی بیٹی حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہَا کو مانگا۔ وہب بن عبد مناف کی خوشی کی انتہا نہ رہی انہوں نے بغیر کسی غور وفکر کے خوشی کیساتھ اس رشتے کو قبول فرمالیا۔ اور مشیّت ایزدی اور منشأ خدا کے موافق حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہَا حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ کے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئیں۔

اسطرح وہ نورِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ جو ہزاروں سالوں سے ولادت و بعثت کا منتظر تھا۔ اب اسکا زمانۂ میلاد قریب آچکا تھا۔ اور یہ آپ جانتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا پیشہ تجارت تھا اور اسکی بہت زیادہ مانگ بھی ہوتی تھی۔ شادی کے کچھ ہی عرصے کے بعد حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سامان تجارت لیکر ملک شام تشریف لے گئے۔ اور اس سفر سے واپسی پر راستے میں آپکی طبیعت مبارک ناساز ہوگئی اور آپ کو اپنے ننہال میں رکنا پڑا۔ تقریباً ایک ماہ بیمار رہنے کے بعد آپ اپنے ننہال ہی میں واصل بحق ہوئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اور جب حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اپنے مہربان اور مشفق سر کے تاج کی وفات کی خبر ملی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اس غم کا اظہار ایک قصیدہ کی صورت میں کیا۔ جس میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شخصیت اور آپ کے ذکر کو بے مثل و بے مثال قرار دیا اور مزید یہ بھی فرمایا کہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ در حقیقت سخی اور بہت رحم کرنیوالے شخص تھے۔ (اس قصیدے کی مزید وضاحت اور اسکے عربی اشعار السیر ۃالنبویۃ علامہ زینی دحلان میں دیکھی جاسکتی ہیں)

حضرت سیدہ آمنہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کے بعد ان کی چھوڑی ہوئی امانت کا فریضہ کماحقہٗ انجام دینے میں لگ گئیں۔ بالآخر سرکار انس وجاں، جان ایمان جناب محمد صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اس کائنات ہست و بود میں تشریف لائے۔ اور حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پوری توجہ کا مرکز بن گئے۔ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے آپکی تربیت اور آپکے حقوق کا کماحقہ حق ادا کیا۔ اور چونکہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کا وصال شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد ہوگیا تھا حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی دلی تمنا یہ تھی کہ وہ زندگی میں ایک مرتبہ سفر مدینہ کا ارادہ کریں۔ تاکہ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مزار پر حاضری دے سکیں۔ بالآخر حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنے اس ارادے کا اظہار حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کیا اور ان سے سفر کی اجازت طلب کی جو کہ حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بخوشی دیدی۔ اسوقت حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر مبارک چھ برس تھی۔ اور یہ مختصر قافلہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اور حضرت اُمّ اَیمن پر مشتمل تھا۔ حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ننہال بنو عدی بن نجار کے ہاں اُترا۔ تقریباً ایک ماہ وہاں قیام کیا اور وہاں جو واقعات رُونما ہوئے حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ہجرت کے بعد جب یہاں تشریف فرماہوئے تو ان واقعات کی یادوں کو تازہ کرنے کیلئے آپ فرمایا کرتے یہ وہ مکاں ہے جہاں میں اپنی والدہ ماجدہ جناب سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ساتھ اترا تھا۔ اور بنو عدی بن نجار کے تالاب میں تیرنے کی مہارت حاصل کی۔

("السیرۃ النبویہ دحلان": جلد: اوّل)

الغرض جب یہ مختصر سا قافلہ مدینہ سے واپس چلا اور مقام ابواء پر پہنچا تو حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوگئی اور اسی طبیعت کی ناسازی کے سبب آپکا وصال بھی اسی مقام ابواء میں ہوا۔ چنانچہ دلائل النبوۃ خصائص الکبریٰ، زرقانی میں امام زرقانی فرماتے ہیں کہ حضرت اُمِ سماعہ بنت ابی رہم فرماتی ہیں کہ میری والدہ اس وقت حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس تھیں جب آپکی وفات ہوئی۔ اور حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر چھ برس تھی اور اس وقت حضور عَلَیْہِ السَّلَامُ جناب حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے سرہانے موجود تھے۔ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنے نورِ نظر اور لخت جگر کی طرف دیکھا اور فرمایا:

بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ مِنْ غُلَامٍ

يَاابْنَ الَّذِیْ مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَامِ
فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ
مِنْ عِنْدَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ
دِیْنُ اَبِیْکَ الْبَرُّ اِبْرَاهَامِ
فَاللّٰهُ اَنْهَاکَ عَنِ الْاَصْنَامِ

''یعنی ستھرے لڑکے اللہ تجھے برکت دے۔ اے انکے بیٹے جنھوں نے مرگ کے گھیرے سے نجات پائی۔ اور آپ سارے جہانوں کیلئے مبعوث ہوئے۔ عزت و جلال والے ربّ کی جانب سے۔

تیرے اچھے والد (حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَامُ کا دین) کا دین اسلام ہے۔ اللہ کی قسم دیکر تمہیں بتوں سے منع کرتی ہوں۔''

یہ اس قصیدے کے چند اشعار ہیں انکو اور پورے قصیدے کو پڑھنے کے بعد درج ذیل چند امور متحقق ہوتے ہیں۔

ا: حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کو اللہ تعالیٰ نے فصاحت و بلاغت اور نظم کے حوالے سے بھی ایک منفرد مقام عطا فرمایا۔

۲: آپکو اس بات کا علم تھا کہ آپکا یہ فرزند ارجمند کل انسانیت کیلئے اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔

۳: آپ مؤمنہ اور موحّدہ تھیں۔ کیونکہ آپ نے اس قصیدے میں بتوں سے برأت اور دین ابراہیمی پر ثبات کا اعلان کیا۔ اور اپنے صاحبزادے کو بھی بتوں سے بچنے اور دین ابراہیمی پر استقامت کی تاکید فرمائی۔ اسکے بعد آپنے فرمایا:

"وَذِکْرِی بَاقٍ وَقَدْ تَرَکْتُ خَیْرًا وَ وَلَدْتُ طُهُوْرًا."

''یعنی بعد از مرگ میرا ذکر ہمیشہ باقی رہیگا کیونکہ مجھے ایک پاک اور ستھرے لڑکے کی ولادت کا شرف حاصل ہے۔''

اس جملے میں حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کی کمال ایمانی فراست کا مطالعہ کیجئے کہ دُنیائے عرب و عجم ہزاروں خواتین اپنے وقت میں شاہانہ کروفر سے ملکائیں اور شہزادیاں شمار ہوئیں جن کا ذکر تو کیا انکا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ لیکن حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کے ذکر کی ہر سمت گونج ہے۔ محافل ہوں، تحریرات ہوں یا کتابیں حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کا ذکر اہل ایمان کے دلوں کا قرار اور چین ہے۔ الغرض جب تک کائنات کی گردشِ لیل و نہار قائم ہے، جب تلک ذکرِ مصطفیٰ ہے اسکے ساتھ ساتھ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کے ذکر سے لوگوں کے دلوں کو سکون و اطمینان ملتا رہے گا۔ اور یہ ذکر زمانہ ماضی میں بھی ہوتا رہا، ہو رہا ہے، اور انشاء اللہ تا قیامِ قیامت جاری و ساری رہیگا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ ربُّ العزت، ہمیں یہ ذکر جمیل ہمیشہ زندہ و تابندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

قبائل قریش میں بنو زہرہ ایک نمایاں مقام رکھتے تھے، اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بھی، اسلام کی آمد سے پہلے بھی بنو ہاشم کی اور بنو زہرہ کے باہم رشتے ہوتے رہے اور طلوع اسلام کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا لیکن سب سے اہم اور تاریخ ساز رشتہ ازدواج حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اور حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شادی ہے، ایک خاص بات یہ ہے کہ بنو زہرہ اور بنو ہاشم کی دونوں شاخیں کلاب بن مرہ میں جا کر مل جاتی ہیں، دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے نسب نامہ میں کلاب بن مرہ تک پانچ پشتیں ہیں جبکہ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نسب نامہ میں مرہ تک سات پشتیں ہیں چنانچہ والدین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم دونوں کے کلاب بن مرہ تک سلسلہ نسب اس طرح ہیں:

۱: حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ!

۲: حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ۔

حضرت آمنہ کے والد گرامی وہب بن عبد مناف حضرت عبد اللہ کے والد ماجد عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دوست بھی تھے، دونوں ایک ساتھ سفر بھی کرتے رہے اور کئی ایک مشترکہ مہمات کیلئے بھی دونوں ایک ساتھ نظر آئے، اسلام سے پہلے قریش کا ایک وفد شاہ یمن سیف بن ذی یزن سے ملا تھا جس میں اہل کتاب کی نگارشات اور کاہنوں کی پیشین گوئیوں میں نبی منتظر کی آمد اور صورت حال میں تبدیلی کی باتیں ہوئی تھیں۔ اس وفد میں حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہمراہ وہب بھی تھے! حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد کے سولہ بچوں (دس بیٹوں اور چھ بیٹیوں) میں سے ایک تھے جبکہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا صرف ایک بھائی تھا جس کا نام عبد یغوث بن وہب تھا، اس عبد یغوث کا بھی ایک ہی بیٹا مذکور ہے جس کا نام عبد اسود بن یغوث تھا اور وہ ان لوگوں میں شامل تھا جو رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو تنگ کرتے تھے، غالباً وہ لاولد مرا تھا، اس طرح گویا وہب بن عبد مناف زہری کا سلسلہ نسب صرف سید ولد آدم محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے ہی آگے چلا جو حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے بیٹے اور وہب بن عبد مباف زہری کے نواسے تھے! جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا قبیلہ بنو زہرہ کو طلوع اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہت عزت دی، حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے چچا وہیب بن عبد مناف کے دو بیٹے تھے نوفل اور مالک، نوفل کے ایک بیٹے حضرت مخرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے بیٹے مسور رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بن مخرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی صحابی رسول ہونے کا شرف رکھتے ہیں، مشہور شاعر ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن مسور زہری بھی وہیب کی نسل سے ہے، ابو بکر مذکور دیوان الحماسہ کے شعراء میں سے ہے اور اسکا کلام ابو تمام نے اپنے اس مشہور مجموعہ شعری کیلئے منتخب کیا تھا، وہیب کے دوسرے بیٹے مالک جن کی کنیت ابو وقاص ہے اسلام کے عظیم سپہ سالار صحابی رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے والد ہیں! امام محمد شہاب زہری عَلَیْہِ الرَّحْمہ جو عظیم و مشہور محدث

ہیں وہ بھی وہیب ہی کی نسل سے تھے، بنو زہرہ کے دیگر بڑے لوگوں میں سے ایک مشہور صحابی رسول صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بھی ہیں، جنہیں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے زخمی ہونے کے بعد اور اپنی شہادت سے پہلے نئے خلیفہ کے انتخاب کیلئے بنائی جانے والی کمیٹی میں شامل کیا تھا، ہجرت کے موقع پر وہ فقراء وغرباء میں سے تھے مگر نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی دُعا سے وہ اپنی وفات سے قبل ایک عرب پتی تھے اور مدینہ منورہ کے بڑے بڑے اغنیاء میں شمار ہوتے تھے! جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ موسم سرما (رحلۃ الشتاء!) کے تجارتی سفر پر یمن میں ایک دوست کے ہاں مقیم تھے، وہاں ایک یہودی عالم ماہر تورات اور قیافہ شناس نے یہ بتایا تھا کہ اگر وہ بنو زہرہ میں شادی کریں تو ان میں ایک ایسے بچے کی علامت دکھائی دیتی ہے جو بیک وقت روحانی اور مادی زندگی میں کامیاب ہو گا، اسکے ایک ہاتھ میں عصائے نبوت اور دوسرے ہاتھ میں سلطنت کی مہر ہوگی، لگتا ہے کہ حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یا تو یہ باتیں بھول گئے تھے اور یا ان پر عمل کرنے کی صورت نظر نہ آئی تھی، دس میں سے ایک بیٹا اللہ کی راہ میں قربان کرنے کی نظر جب پوری ہوگئی اور حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کا فدیہ سو اُونٹ کی شکل میں ادا کرنے کے بعد انہوں نے جو کچھ اہل کتاب اور یہود و نصاریٰ کے علماء سے سنا تھا یہ قیافہ شناس اور مستقبل کا حال بتانے والے کاہن اور عراف جو کچھ جزیرہ عرب میں بتاتے پھرتے تھے اس پر حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کا یقین پختہ ہوگیا تھا اور غالبًا انہیں یمن کے یہودی عالم والا مشورہ بھی یاد آیا ہو گا، انکو یہ بھی معلوم تھا کہ بنو زہرہ کے سرداروں (وہب اور وہیب) کی بیٹیاں (حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اور حضرت ہالہ اُمِ حمزہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا) بھی جوان ہیں اسلئے انہوں نے یہ دونوں بچیاں بنو ہاشم کی بہوئیں بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ وادی بطحا کے لوگوں میں ایک اور واقعہ بھی شہرت پا چکا تھا، علامہ علی حلبی اس کہانی کو یوں قلم بند کرتے ہیں:

''حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کیلئے بنی زہرہ میں حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا ہی کو کیوں پسند کیا؟ اسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بنو زہرہ میں ایک عمر رسیدہ کاہنہ عورت تھی جس کا نام سودہ بنت زمعہ تھا، یہ کاہنہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے والد گرامی حضرت وہب بن حضرت عبد مناف کی پھوپھی تھی، اس کاہنہ عورت کا قصہ یوں ہے کہ جب وہ پیدا ہوئی تو اسکا رنگ نیل گوں کالا تھا یعنی حد سے زیادہ اور چمکدار قسم کے کالے رنگ والی تھی، اسکا باپ یہ دیکھ کر ڈر گیا، ایسی لڑکیوں کو لوگ زمانہ جاہلیت میں زندہ درگور کر دیا کرتے تھے بلکہ ذلیل اور نیچ بنا کر رکھتے تھے، بلکہ بعض قبائل عرب تو ہر پیدا ہونے والی ایسی بچی کو زندہ دفن کر دیتے تھے، عرب کا مشہور قبیلہ بنو کندہ کے ہاں تو اس رسم بد پر سختی سے عمل ہوتا تھا اس رسم قبیح کا سبب یا تو غریبی اور فقر و فاقہ ہوتا تھا یا شرم اور آر کے مارے ایسا ہوتا تھا، ایسے میں ایک خدا ترس انسان ان بچیوں کی جان بچاتا تھا اور یہ عمرو بن نفیل جو مشہور موحد زید بن نوفیل کا بھائی تھا جن کے متعلق نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا کہ حشر کے دن زید ایک مستقل اُمت کے طور پر اُٹھایا جائے گا، عمرو بن نفیل غربت کی وجہ سے زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو خاص طور پر بچاتا تھا اور کہتا تھا اسے مت مارو! یہ بچی مجھے دے دو، میں اسکی پرورش کروں گا، جب یہ بچی جوان ہوتی تو عمرو اسکے والد سے کہتا کہ آپ اپنی بچی لینا چاہتے ہیں تو لے لیں ورنہ میں اس کا ذمہ دار ہوں، مشہور شاعر فرزدق کا دادا بھی ایسی بچیوں کی جان بچاتا تھا، سودہ کے باپ نے اسے مکہ میں حجون کے مقام پر زندہ دفن کرنے کیلئے بھیج دیا، گورکن نے قبر کھود کر سودہ بنت زمعہ کو دفن کرنا چاہا تو اسے کسی نے آواز دی! بچی کو دفن مت کرو، اسے جنگل میں چھوڑ دو، گورکن کا دل بھی دہل گیا اور اس نے لڑکی کے باپ کو سارا ماجرا

سنادیا، باپ نے سن کر یہ کہا اس میں کچھ خاص بات ضرور ہے اسے زندہ رہنے دو، یوں سودہ کی جان بچ گئی اور وہ بڑی ہو کر قریش کی بہت بڑی کاہنہ ثابت ہوئی!

سودہ نے ایک دن بنو زہرہ کے لوگوں کو جمع کیا اور کہا! تم میں یا تو کوئی عورت نذیرہ ہے یا اسکے پیٹ سے کوئی نذیر پیدا ہوگا۔ تم لوگ اپنی سب لڑکیوں کو میرے سامنے پیش کرو!" نذیر کے معنی ہیں خبر دار کرنیوالا، یعنی جو نیک کاموں کی دعوت دے اور برے کاموں کے انجام بد سے ڈرائے، چونکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قبیلہ بنو زہرہ زمعہ سے تھیں، اسلئے سودہ بن زہرہ کو اس قبیلے کے لوگوں میں علامات نظر آئیں اور اپنے علم کی بنیاد پر یہ معلوم کر لیا کہ اس خاندان کے لوگوں میں یا تو کوئی نبی ہے یا ایسی عورت ہے جو کسی نبی کو جنم دے گی، اسلئے یہ معلوم کیا جاسکے کہ نبوت کی علامت کس میں پائی جاتی ہے، چنانچہ بنو زہرہ کی تمام عورتیں سودہ کے سامنے جمع ہوئیں، وہ ہر عورت کو دیکھ کر اسکے متعلق اپنے علم کی روشنی میں پیشین گوئی کرتی گئی جو وقت پر پوری ہوئی، جونہی حضرت سیّدہ آمنہ بنت وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا اسکے سامنے آئیں تو وہ بول اُٹھی: یہی تو ہے جو یا تو خود نذیرہ (نبیہ) ہے یا اسکے بطن میں سے کوئی نذیر پیدا ہوگا۔ اسکی نرالی شان ہے اور اس میں بڑی صاف صاف علامات دکھائی دیتی ہیں۔"

یہ قصہ بھی حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کے علم میں تھا اور یمنی قیافہ شناس کی باتیں بھی انہیں یاد تھیں لیکن اس سے بھی بڑھ کر جزیرہ عرب اور آس پاس کے حالات بھی تھے اور سب کی زبان پر نبی منتظر کی باتیں بھی تھیں، قیصرو کسریٰ کی دو عظیم طاقتوں کے درمیان تاریخی جنگ (جسے اس زمانے کی عالمی جنگ کہا جاسکتا ہے) بڑی طویل جنگ تھی، اس جنگ نے روئے زمین پر خشکی وتری میں ہر طرف تباہی اور فساد پھیلا دیا تھا، قرآن کریم کی سورۂ "روم" میں اس تباہی اور فساد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے "انسانوں کے اپنے ہاتھوں برائی کے باعث خشکی وتری میں ہر جگہ فساد برپا ہوگیا ہے تاکہ انہیں انکے کئے کا کچھ مزا چکھائے اور وہ باز آجائیں۔" ("قرآن": ۳۰/۴۱)

اس جنگ نے واقعی روئے زمین پر خشکی وتری کو برباد کر دیا تھا، انسانوں اور جانوروں کی بے اندازہ اموات سے زمین کے گوشے خالی ہو گئے تھے، خشک سالی کے باعث کھیت ویران ہو گئے، قحط سالی نے دُنیا پر بھوک مسلّط کر دی اور تجارتی لین دین بھی صفر ہوگیا تھا، شرک، ایشائے کوچک اور افریقہ کے علاوہ جزیرہ عرب کے لوگ خصوصاً بڑے شہر بھی اس جنگ کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے تھے، اس بدحالی نے جینا بھی مشکل بنا دیا تھا، ایسے میں لوگ کبھی آسمان والے کی طرف دیکھتے اور کبھی مستقبل کا حال بتانیوالے کاہنوں، عرافوں اور قیافہ شناسوں سے رجوع کرتے یا اہل کتاب کی پیشین گوئیوں پر کان دھرتے تھے۔ سب لوگ کسی نجات دہندہ کی تلاش میں مضطرب وسرگرداں تھے، یثرب اور خیبر وغیرہ میں، جو یہودی بھگوڑے آن گھسے تھے، اوس خزرج اور دیگر عربوں کو آنیوالے نبی کی ان علامات اور پیشین گوئیوں سے آگاہ کرتے تھے جو ان کے صحف سماویہ میں مذکور تھیں اور کہتے تھے کہ آنیوالا جب آئے گا تو ہم سب لپک کر اس پر ایمان لے آئیں گے تب تم پر ہمارا غلبہ اور حکومت ہوگی، سورہ بقرہ (قرآن ۲/۸۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

"اور جب انکے پاس اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب (قرآن کریم) آگئی جو ان کے پاس والی کتاب (تورات) کی تصدیق کرتی ہے اور وہ اس کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے اور غلبہ کے ارجمند تھے جب وہ آگیا اور اسے انہوں نے علامات کے ذریعے پہچان بھی لیا، تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا تو منکروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔"

الغرض یہ تھا وہ ماحول اور فضا جس سے حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ پوری طرح آگاہ تھے، بنو زہرہ اور ہاشم کے ملاپ سے نبی منتظر کی آمد کے متعلق انہوں نے جو کچھ سنا تھا نذر پوری ہونے اور چاہ زمزم کی از سر نو دریافت کے

بعد جب ان کا فرزند ارجمند حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ذبیح اللہ قرار پا گئے تو انکا ظن یقین میں اور یقین ایمان میں بدل گیا تھا، انہیں قوی اُمید تھی بنو زہرہ اور بنو ہاشم کا باہمی ازدواجی رشتہ ضرور بر آور ثابت ہوگا، یوں لگتا ہے کہ حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زیر اثر پورا خانوادہ بنو ہاشم اور بنو زہرہ کے کچھ لوگ آنیوالے نبی پر پیشگی ایمان لے آئے تھے۔

حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب اپنے لخت جگر حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بنو زہرہ کے ہاں بیاہنے لے جا رہے تھے اس وقت پُر اُمید مستقبل انہیں اپنی طرف کھینچے چلا جاتا تھا، انہوں نے پہلے وہیب سے انکی بھتیجی حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا رشتہ اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کیلئے مانگا جو منظور کر لیا گیا اور حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فوری طور پر رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے، اس نیک جوڑے کی سعادت مندی پر انکا یقین تھا مگر اس خیال سے کہ یہ یقین مزید پختہ ہو جائے اور بنو ہاشم اور بنو زہرہ کے ملاپ کا نتیجہ سو فیصد مثبت ہو جائے انہوں نے اپنے بیٹے کی مجلس عقد نکاح میں ہی وہیب سے انکی لخت جگر ہالہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا رشتہ اپنے لئے مانگ لیا، بنو زہرہ کے سردار نے بھی بنو ہاشم کے سردار کی عزت رکھی اور انہیں مایوس نہ کیا، اس طرح اسی مجلس میں حضرت ہالہ بنت وہیب حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نکاح میں آگئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مکہ والے بھی حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نیت سے آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ ان جوڑوں کا ملاپ دراصل ایک خاص مقصد کیلئے ہے۔ چنانچہ حضرت ہالہ کی گود میں حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی گود میں محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ رونق افروز ہو گئے اور ان سے صادر ہونیوالے کئی ایک خوارق نے لوگوں کو یہ کہنے پر آمادہ کیا کہ: عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد گرامی پر سبقت لے گئے ہیں۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شادی رُکوانے کیلئے بھی جتن کئے گئے، ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ کو یہ جوش دلایا گیا کہ وہ عرب کے رسوا کن طریقہ نکاح کی پیش کش کر کے ہی سہی، یہ رشتہ نہ ہونے دے مگر اس بے چاری کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایک صالح اور پاک دامن نوجوان پر ڈورے ڈال رہی ہے اور وہ اس نظام خداوندی میں رخنہ اندازی کی بے کار جسارت کر رہی ہے جو ازل سے ابد تک نور نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ضامن و محافظ ہے، اسے ناکامی ہوئی اور اپنا سا منہ لیکر رہ گئی، حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی اسکی چال سے آگاہ تھے، اسلئے یہ آزمانے کیلئے کہ کیا وہ حسینہ عشوہ دہ ان سے شادی کیلئے سنجیدہ تھی یا محض انہیں حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا تک پہنچے سے روکنا مقصود تھا اور نور نبوت محمدی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے خدائی نظام میں رخنہ ڈالنے کیلئے ناکام کوشش تھی اسلئے اپنی دلہن حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ساتھ رات گزار کر قتیلہ کے پاس گئے اور یہ یقین کر لیا کہ وہ عورت ان میں یہ دلچسپی نہیں رکھتی تھی بلکہ محض نظام تحفظ وعصمت میں رخنہ اندازی مطلوب تھی۔ تمام کتب سیرت بشمول سیرت ابن ہشام نے رخنہ اندازی کے اس ڈرامائی کردار کی نشاندہی کی ہے چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں، قسطلانی نے مواہب میں اور علامہ علی حلبی نے سیرت حلبیہ میں بیان کیا ہے کہ اپنی چال ناکام ہونے کے بعد وہ حسینہ عشوہ دہ صاف مکر گئی اور کہا کہ وہ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ذات میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی تھی اصل کام تو نور [illegible]ت محمدی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے تحفظ کے لئے خدائی نظام میں خلل ڈالنا تھا جس میں وہ بری طرح ناکام ہوگئی۔

جس طرح حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اور حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شادی سے بنو ہاشم اور بنو زہرہ کے ملاپ کے نتیجے میں نبی منتظر کی آمد کے متعلق اُمید تھی، اسی طرح والدین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو بھی یہ ایمان افروز یقین ہو گیا تھا کہ وہ ایسی

ستی کی پیدائش کی گرم جوشی اور جذبہ ایمان سے متاثر ہونے کے علاوہ اپنی چال میں ناکام کاہنہ وحسینہ عشوہ گر سے بھی وقت کی آوازوں کا اندازہ لگایا تھا کہ وہ دونوں میاں بیوی ''اس اُمت کے نبی اور نجات دہندہ کے والدین ہونے کا شرف حاصل کرنیوالے ہیں اور پھر حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو ان تمام باتوں سے آگاہ فرماتے تھے جیسے مثلاً اس حسین کاہنہ کے یہ اشعار جو اسکی سلگتی حسرتوں کے ترجمان ہیں:

اِنِّیْ رَأَیْتُ مُخَیَّلَةً عَرَضَتْ
فَتَلَأْ لَأْتْ بِحَنَاتِمَ الْقَطْرِ
فَلِمَائِهَا نُوْرٌ یُضِیْءُ لَهٗ
مَا حَوْلَهٗ کَاضَائَةِ الْفَجْرِ
وَرَأَیْتُهٗ شَرَفًا اَبُوْءُ بِهٖ
مَا کُلُّ قَادِحِ زند یوری
لِلّٰهِ مَا زُهْرِیَّةٌ سَلَبَتْ!
ثَوْبَیْکِ مَا اسْتَلَبَتْ وَمَا تَدْرِیْ

۱: ''مجھے خواب سا خیال آیا تھا جو یوں چمکا تھا جیسے گھنے بادل بارش برسانے کا جھانسا دیتے ہیں۔

۲: کیونکہ ان گھنے بادلوں کے پانی میں نور تھا جو اپنے گردوپیش کو یوں روشن کر رہا تھا جس طرح صبح روشن ماحول کو روشن کر دیتی ہے۔

۳: مجھے یہ روشنی یوں لگی جیسے میرے لئے ایسا شرف ہے جو میں حاصل کرلوں گی، مگر ہائے افسوس ہر چمقاق یا چنگاری نکالنے والا پتھر ہمیشہ تو آگ نہیں جلایا کرتا (بلکہ چنگاری رائیگاں بھی چلی جاتی ہے)۔

۴: ہائے اللہ! اس بنو زہرہ کی خاتون نے کیا چھین لیا ہے؟ اس نے تو میرا شرف چھین لیا ہے مگر وہ تو جانتی بھی نہیں۔

دیکھئے اس شعر میں قریش کی یہ کاہنہ حسین اور ایک مسیحی دیندار ورقہ بن نوفل کی بہن اپنے پھپھولوں کی جلن اور حسرت ناکام کا اظہار کس طرح کرتی ہے:

وَلَمَّا قَضَتْ آمِنَةُ مَا قَضَتْ
نَبَا بَصَرِیْ عَنْهُ وَکَلَّ لِسَانِیْ!

''اور جب حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئیں تو میری نظر اس (عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے اُچٹ ہوگئی اور میری زبان بھی گونگی ہوگئی۔''

یہ حال صرف اس حسینہ کاہنہ کا ہی نہیں تھا بلکہ وادی بطحا اور اسکے گردوپیش میں اہل کتاب میں اور قیافہ شناسوں یا کاہنوں اور عرافوں نے ''آنیوالے'' کے متعلق ہر طرف ایک ہنگامہ سا برپا رکھا تھا اور حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جس وجاہت واحتشام، جمال وکمال اور حسن کمال کے مالک تھے اور ایک باکردار نوجوان رعنا مشہور تھے، اس نے وادی بطحا کی کئی ایک دوشیزاؤں کی اُمیدوں کو حسرتوں میں بدل دیا تھا، سیرت حلبیہ کے مصنف علامہ حلبی لکھتے ہیں: (اور دیگر کتب سیرت بھی اس حقیقت کا اظہار کرتی ہیں)۔

''حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ چونکہ قریش کے حسین ترین نوجوان تھے اور نور نبوت محمدی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بھی انکے چہرے مبارک پر چمکتا تھا جیسے کوئی ستارہ چمکتا ہے، اسکی وجہ سے قریش کی نوجوان لڑکیاں انہیں بہت چاہتی تھیں اور ان پر جان دیتی تھیں۔ وہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر اس قدر فریفتہ تھیں کہ جب حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے شادی ہوگئی تو قبائل قریش میں بنو مخزوم، بنی عبدالشمس اور بنی عبد مناف میں کوئی ایسی لڑکی نہ تھی جو اس غم حسرت سے بیمار نہ پڑ گئی ہو کہ اسکی شادی حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نہ ہو سکی۔''

سیرت ابن اسحاق وابن ہشام سے لیکر ابن سعد اور دیگر تمام سیرت نویس اور تذکرہ نگار تقریباً متفق ہیں کہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی ازدواجی زندگی بہت مختصر تھی، یوں لگتا ہے یہ مدّت صرف چند ماہ تھی۔ بہت جلد حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے عنفوان شباب میں ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے، جب انکا

انتقال ہوا تو حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی والدہ ماجدہ کو اُمید سے ہوئے ابھی دو ماہ گزرے تھے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے والد گرامی آپ کی ولادت باسعادت کے بعد فوت ہوئے تاہم قول اصح یہی ہے کہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیدائش سے قبل ہی انتقال کر چکے تھے۔ امام ابوالقاسم سہیلی نے بھی اسے زیادہ صحیح قرار دیا ہے، یتیم ہونے میں علماء کے نزدیک بڑی حکمت تھی، دراصل اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اپنے حبیب کی رفعتوں اور عظمتوں کو کسی انسان کا محتاج بنائے بغیر قدرت ربانی خود بخود لالہ کی حنا بندی کرے۔ انسانی معاشروں میں فقر وافلاس کی طرح یتیمی بھی محرومی وبیکسی کی ایک الم ناک اور قابل رحم شکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تقاضا کر رہی ہے کہ رسول اعظم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے توسط سے یتیموں اور مسکینوں کیلئے تسلی اور صبر وحکمت کا سامان بھی ہو اور معاشرہ بھی یتیم ومسکین کی خبرگیری کو سب سے بڑی نیکی جانے اور مانے اور اس احساس کیساتھ کہ رحمۃ للعلمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بھی نہ صرف یہ کہ فقر ویتیمی کے مراحل سے گزرے بلکہ یتامی ومساکین کو بوجھ سمجھنے کی بجائے انکی خبرگیری کو کارِ خیر وانسان دوستی تصور کرے اور اسے اپنا فریضہ وذمہ داری تسلیم کرے۔ اسی لئے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یتیموں پر رحم کرو اور غریبوں کی عزت کرو کہ میں بھی بچپن میں یتیم تھا اور بڑے ہو کر غریب ہوں، ایک حدیث نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان محروم بندوں پر شفقت ورحمت کو پسند فرماتا ہے اور ایک دن میں انکی طرف سے ایک ہزار بار شفقت سے دیکھتا ہے۔ اس میں یہ سبق بھی ہے کہ عظمت اور بڑائی یہ نہیں کہ کسی بڑے اور عظیم باپ کی فقط اولاد ہونا ہی بڑائی سمجھ لی جائے بلکہ حقیقی عظمت اور بڑائی یہ ہے کہ انسان فرش سے عرش تک پہنچے، حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کو

اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی عظمت ورفعت عطا فرمائی بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے والد کا اپنے عظیم فرزند کی پیدائش سے پہلے ہی انتقال فرما جانا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی علامات نبوت میں سے ہے۔ اپنے اچھے اور پاکدامن شوہر کی وفات سے حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو جو دُکھ اور غم ہو سکتا ہے اسکا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی رفیقہ حیات اور اپنے دُرِّ یتیم کیلئے جو ترکہ چھوڑ کر دُنیا سے رخصت ہوئے وہ بھی صرف پانچ اُونٹ، چند بکریاں اور ایک لونڈی اُمِ ایمن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے عبارت ہے۔ لیکن اسکے باوجود تاریخ کی اس عظیم ترین ماں نے کسی جزع وفزع کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ انتہائی صبر اور وقار کیساتھ اپنے لختِ جگر کی حفاظت اور دیکھ بھال میں مشغول ہو گئیں، انہوں نے اپنے شوہر کی وفات پر ان کا مرثیہ کہا۔ سیرت شامیہ اور دیگر سیرت نگاروں نے حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے دو اشعار بھی نقل کئے ہیں جو انہوں نے حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مرثیہ میں کہے تھے:

اَضْحٰی ابْنُ هَاشِمٍ فِیْ مَهْمَآءَ مُظْلَمَةٍ
فِیْ حُفْرَةٍ بَیْنَ اَحْجَارٍ لَدَی الْحَصَرِ
سَقٰی جَوَانِبَ قَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُهٗ
غَیْثٌ اَحَمَّ الذُّرٰی مُلَاْنُ ذُوْ دُوَرٍ

ا: ''ہاشم کے فرزند (حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) ایک تاریک جنگل میں چلے گئے ہیں، وہ کھجور کی چٹائیوں کے پاس پتھریلی جگہ پر ایک قبر میں دفن ہو گئے۔

۲: اللہ تعالیٰ اس قبر کے تمام پہلوؤں کو سیراب فرمائے جس میں تو محو خواب ہے۔ ایسے بادل اسے سیراب کریں جو ریت کے قریب ہوں (ریت کو نہ اُڑائیں) موتیوں جیسی بوندوں سے بھرے ہوئے ہوں۔''

وہ دونوں قطعات شعر میں حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کیلئے ابن ہاشم کا معزز انہ لفظ استعمال کرتی ہیں جو انتہائی

ت و تکریم اور محبت و خلوص کی دلیل ہے، دونوں شعروں کا
ں اسلوب جہاں سادہ اور عام فہم ہے، وہاں قریش کے
وب بلاغت کا آئینہ دار بھی ہے، ایک بیوہ خاتون اپنے غم
ر اظہار کیلئے جو سادہ مگر پُر وقار اسلوب بیان اختیار کر سکتی
ے یہ شعر اور دوسرے قطعہ کے چار شعر بھی اس ساختگی
وقار کے حامل ہیں، ایک بلند حسب اور نسب کی مالک جوان
اپنے غم والم کو الفاظ کا جامہ پہنا کر بڑی مخلصانہ وفا کا اظہار فر
ہی ہیں، غم کو جب کوئی اور رستہ نہیں ملتا تو وہ شعروں میں
ل جاتا ہے۔ اس مشقِ سخن نے حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
ں کو ایک شاعرہ کے روپ میں پیش کر دیا ہے، اپنی جان جاں
ریں کے سپرد کرتے ہوئے حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
نے اپنے در یتیم فرزند کو دُعائیں دیتے ہوئے نصیحتیں
رتے ہوئے بھی ایسے ہی سادہ اور پُر رونق و پُر وقار شعر کہے
ں جو اپنے بیٹے کے اچھے مستقبل (اعطائے نبوت) پر انکے ایمان
ظاہر کرتے ہیں اور ایک عظیم و مومن ماں کے اخلاص
بت اور انتہائی شفقت اور اُمید کے آئینہ دار بھی ہیں۔

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا اب ایک ایسی
ال سال بیوہ تھیں جن کے بطن مبارک میں چند ماہ کا ایک
یا بچہ پرورش پا رہا تھا جسے تمام عظمتیں سلام کرنیوالی تھیں،
س سے تمام انسانیت کی ہدایت وابستہ ہونے والی تھی اور جو
سولِ اعظم و آخر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بن کر دُنیا میں آنے
لا تھا مگر وہ فرماتی تھیں کہ دوران حمل مجھے ایسی تکلیف
بوجھ محسوس نہیں ہوا جو عام طور پر حاملہ عورتوں کیلئے معمول
کی بات ہے بلکہ وہ یہ تک فرماتی ہیں مجھے یہ محسوس نہیں ہوا کہ
ں ماں بننے والی ہوں، حیض کے انقطاع سے ہی گود ہری ہونے
علم ہوگیا، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی والدہ
اجدہ نے بیوگی اور اُمید واری کے ایام اسطرح صبر و ہمت و حوصلے
ے بتائے کہ جیسے وہ مامور من اللہ ہوں اور دنیائے انسانیت
یلئے کوئی نیک عمل سر انجام دے رہی ہوں۔ اور دراصل بات
ہے بھی یہی۔ عظیم خاتون کو اس بات کا صرف ادراک ہی نہیں
بلکہ یقین کامل تھا کہ وہ کسی غیر معمولی بچے کی ماں بننے والی
ہیں، تمام احوال و آثار، واقعات و احداث غیر معمولی تھے، غیب
سے آوازیں سنائی دینا، خواب میں بچے کے متعلق ہدایات (قابل
غور لفظ) ملنا اور ان پر عمل کی تاکید یہ ثابت کر رہی تھی کہ آنیوالا
اپنے ساتھ اپنے رب کیطرف سے بہت کچھ لیکر آرہا ہے۔

حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا بیان فرماتی ہیں کہ
سونے جاگنے کے درمیان والی کیفیت میں تھی کہ کوئی شخص آیا (گویا
کوئی فرشتہ تھا) اور مجھ سے کہا! کیا آپ جانتی ہیں کہ آپ اُمید
سے ہیں؟ مجھے یوں لگا جیسے میں خواب میں کہتی ہوں۔ مجھے تو کچھ
پتہ نہیں! تو آواز آئی کہ آپکے شکم مبارک میں اس اُمت کا
سردار اور نبی ہے اور یہ پیر کا دن تھا۔ اسی سے مجھے یقین ہوگیا
کہ میں ماں بننے والی ہوں کیونکہ اس سے پہلے نہ مجھے محسوس
ہو سکا کہ میں ماں بننے والی ہوں یا میرے پیٹ میں بچہ ہے
اگرچہ ماہواری منقطع ہونے سے میں حیران تھی۔ پھر یہ آواز
مجھے کبھی سنائی دی یہاں تک کہ جب وضع حمل کا وقت قریب آیا
تو وہی آواز پھر سنائی نہ دی جو یہ کہہ رہی تھی کہ ولادت
باسعادت کے وقت یہ ذکر کرتے رہیے گا:

اُعِیْذُہ بِالْوَاحِدِ الصَّمَدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ

''میں اسے ہر حسد کرنیوالے کے حسد سے بچانے کیلئے
اسے اس ذات کی پناہ میں دیتی ہوں جو واحد و بے نیاز ہے۔''

امام ابن شہاب زہری نے اپنی سند سے روایت کیا
ہے کہ حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا فرماتی تھیں کہ
حمل کے وقت سے لیکر وضع حمل تک مجھے کسی قسم کا بوجھ یا
مشقت نہیں محسوس ہوئی جو خواتین عام طور پر حمل کے وقت
محسوس کرتی ہیں۔ ابن سعد اور علی حلبی وغیرہ نے آلِ رسول
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی زبانی روایت کیا ہے کہ حضرت
سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کو دورانِ حمل ہی یہ حکم دیا گیا تھا
کہ اپنے بچے کا نام احمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رکھنا۔

حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو یہ بھی بتایا گیا تھا کہ جب آپکا بچہ پیدا ہوگا تو بطور نشانی نومولود کے ساتھ جسم سے ایک نور نکلے گا جس سے ملک شام کے شہر بصری کے محلات دکھائی دیں گے۔ جب پیدا ہوں تو نام ''احمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ (جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے) رکھنا کیونکہ تورات اور انجیل میں ان کا نام ''احمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ (جو سب سے زیادہ حمد بیان کرے) رکھنا مذکور ہے کیونکہ آسمان اور زمین والے انکی حمد بیان کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں انکا نام ''محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ'' ہے۔ مدت حمل کے دوران کے واقعات اور وضع حمل یا نام رکھنے کی روایات کتب سیرت، تاریخ اور تراجم رجال (قابل غور لفظ) میں اکثر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانی آئیں ہیں۔ جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ ماجدہ نے خواب دیکھا یہ کہ میری والدہ ماجدہ نے مجھے بتایا اور اپنا خواب سنایا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اپنے لخت جگر کو خود ان واقعات وحالات سے آگاہ فرماتی رہیں۔ کیونکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر مبارک چھ یا ایک روایت کے مطابق آٹھ سال کی تھی جب آپکی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا، عام طور پر جب خواتین باہم ملتی ہیں تو اس قسم کی باتیں دُکھ سکھ بانٹنے کے انداز میں ایک دوسرے کو سناتی رہتی ہیں اور چھوٹے بچے بھی اپنی ماؤں کی شفقت بھری گود میں سر رکھ کر یا پاس بیٹھے سنتے رہتے ہیں۔ کچھ باتیں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس طرح بھی اپنی والدہ محترمہ سے سنی ہوں گی لہٰذا قطع نظر سند کی جرح وتعدیل کے ان باتوں کے اس طرح منقول ہونے میں عقلاً اور درایۃ کوئی مشکل حائل نہیں ہو سکتی۔ ابن عائذ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تعالی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پورے نو مہینے اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ میں رہے، اسی دوران میں ان کے اپنے بیان کے مطابق انہیں کبھی درد، بے چینی یا کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی، جو اس مدّت میں حاملہ خواتین کو عام طور پر ہوا کرتی ہے۔

ابن عائذ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی۔ اور فلکیات کے حساب سے یہ ستارہ مشتری کے ظہور کے لمحات تھے گویا رسالت مآب کی ولادت واقعی باسعادت ہے کہ سب سے زیادہ روشن ستارے اور سب سے زیادہ سعد وقت میں وقوع پذیر ہوئی۔ اسلئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی والدہ ماجدہ فرمایا کرتی تھیں کہ یہ ایسا خیر وبرکت کا اور سعد وقت تھا کہ مجھے کسی قسم کی تکلیف محسوس بھی نہ ہوئی۔

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کی دُعا ہوں، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کی خوشخبری ہوں اور اپنی والدہ ماجدہ کا خواب ہوں، جو انہوں نے دیکھا تھا کہ بوقت ولادت ان کے جسم پاک سے روشنی الگ ہوئی جس سے شام کے شہر بصریٰ کے محلات دکھائی دینے لگے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت مبارک کا وقت طلوع فجر، پیر کا دن اور تاریخ بارہ ربیع الاول تھی اور یہی صحیح ہے۔ مصری عالم محمود فلکی پاشا کا یہ اندازہ غلط مفروضے پر مبنی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیدائش ۹ ربیع الاول کو ہوئی۔ حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہی مروی ہے حضرت ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بروز پیر بارہ ربیع الاول ہی کو پیدا ہوئے۔ اسی روز اسی تاریخ کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہجرت ہوئی اور اسی روز اسی تاریخ کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات ہوئی۔

جناب آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا کے آستانہ قدسیہ پر جبیں فرسائی:

میری زندگی میں آج کا دن، آج کی ساعت بہت ہی مبارک ہے۔ کہ آج میری بڑی پرانی اُمید بر آئی۔ کل میں حرم شریف ریاض الجنت میں قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ الحاج عبدالغنی صاحب سکنہ ملکوال ضلع گجرات میرے پاس تشریف لائے فرمایا ہم نے ایک سو دس ریال میں آٹھ آدمیوں کی کار ابواء شریف کیلئے کرایہ پر لے لی ہے۔ آپ بھی مع اپنی اہلیہ کے چلو۔ میں اس خبر سے اُچھل پڑا۔ صبح سویرے ہی وہاں کیلئے کھانے کا انتظام کیا۔ بعد نماز ظہر سلام عرض کر کے مواجہ شریف میں درود پڑھ رہا تھا کہ حضرت صاحبزادہ حیدر حسین شاہ صاحب علی پور نواسۂ حضرت امیر ملت محدث علی پوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ تشریف لائے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ آپکو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدنی (خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے بیٹے) بلا رہے ہیں ہم نے ایک کار کرلی ہے ابواء کیلئے آپ بھی چلئے۔ میں نے کہا کہ میں تو حاجی عبدالغنی صاحب کے ساتھ ہو چکا ہوں۔ بہر حال میں مولانا فضل الرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوا، اور طے کیا کہ ہم اور وہ دونوں ہی اس سفر میں ہمراہ رہیں۔ خیر پانی کھانے وغیرہ کا انتظام کر کے بعد نماز عصر ابواء شریف روانہ ہو گئے۔ باب العنبری پر صالح سعید صاحب کی ڈیوٹی تھی انہوں نے غلام حیدر الحیدری صاحب معلم کے دیئے ہوئے اجازت نامہ پر اپنا اجازت نامہ بھی لکھ دیا۔ اور ہم روانہ ہو گئے بیر علی سے آگے نجدی حاکم نے ہم کو روک لیا اور کہا تم نہیں جاسکتے۔ تاوقتیکہ ادارۃ الحج کا اجازت نامہ نہ لاؤ۔ سخت مایوسی ہوئی۔ پھر مدینہ پاک واپس ہوئے۔ ہم نے تو باب عنبری پر نماز مغرب پڑھی۔ اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب ادارۃ الحج کے دفتر میں تشریف لے گئے۔ قریباً آدھ گھنٹہ میں اجازت نامہ لیکر تشریف لے آئے۔ اور ہماری دونوں کاریں روانہ ہو گئیں۔ پروگرام بنایا کہ آج شب ابواء شریف میں گزاریں۔ اس دھن میں کسی منزل پر نہ ٹھہرے حتیٰ کہ بدر شریف راستہ میں آیا۔ وہاں بھی نہ ٹھہرے۔ واپسی پر ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا۔ اور قریباً ساڑھے بارہ بجے شب مستورہ منزل پر پہنچ گئے۔ وہاں سے ایک رہبر ساتھ لیا۔ بیس ریال اجرت پر پھر چار کلو میٹر واپس لوٹے۔ اور اللہ کا نام لیکر ریگستان میں داخل ہو گئے۔ چونکہ ابواء میں پانی نہیں اس لئے پانی کے ٹین بھی ہمراہ تھے تھوڑی ہی دیر میں رہبر کی غلطی سے ہم خونی ریت میں پھنس گئے۔ کسی صورت سے کار ریت سے نکلتی ہی نہ تھی۔ خدا خدا کر کے چار گھنٹہ کی محنت سے ہماری کار ریت سے نکلی اور ہم ابواء شریف روانہ ہو گئے اور رات کے آخر میں ابواء پہنچے۔ جس پہاڑی پر جناب آمنہ خاتون دائمی نیند سو رہی ہیں اس پہاڑ کے دامن میں اُتر پڑے۔ وہاں ہی کھانا کھایا۔ اور پتھریلے میدان میں لیٹ رہے۔ دل چاہتا تھا کہ اس جنگل اور

یہاں کے پتھر کو سینہ میں رکھ لیں۔ آنکھوں میں بسالیں۔

اا ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ ۲۴ مارچ ۱۹۶۴ء منگل

آج رات یوں ہی معمولی سی نیند آئی۔ صبح تڑکے آٹھ بجے ہی آنکھ کھل گئی۔ چاروں طرف پہاڑی بیچ میں حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا یہ پہاڑ ہے اس جنگل میں جیسا نور دیکھا۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نورانی تڑکا نہ دیکھا تھا۔ باجماعت نماز پڑھ کر پہاڑ پر روانہ ہوگئے۔ پندرہ بیس منٹ میں چوٹی پر پہنچ گئے۔ اب آپکا مزار پر انوار ہی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس قبر شریف پر قبہ بنا ہوا تھا، برابر میں مسجد شریف تھی مگر نجدیوں نے قبہ شریف اور مسجد دونوں گرادی ہیں۔ قبر شریف بھی اُکھڑی پڑی ہے۔ مگر اسکے باوجود اس قبر انور اس پہاڑ اس جنگل پر انوار کی ایسی بارش ہے کہ آج تک ایسے انوار میں نے کہیں نہیں دیکھے۔ وہاں پہنچتے ہی حجاج قبر انور سے لپٹ گئے سب کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ حجاج کے آنسوؤں سے قبر شریف کے پتھر بھیگ گئے۔ اے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی ماں! اے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کو گود میں کھلانے والی کا شور مچ گیا۔

صاحبزادہ حیدر حسین شاہ صاحب علی پوری نے گلاب کے پھولوں کی قبر انور پر بارش کردی، پتھروں پر عطر ملا، اگربتیوں کے بنڈل سلگائے۔ پھر سب نے فاتحہ شریف پڑھی پھر میلاد شریف قیام سلام ادا کیا۔ مزار شریف پر مجھے ایک تسبیح ملی جو یہاں حاضری کے وقت نہ تھی۔ اب نظر آئی میں نے سمجھا کہ یہ عطیہ شاہانہ ہے۔ جو مجھے دیا گیا، وہ تسبیح میرے پاس ہے۔ اس عرصہ میں سورج بہت اُونچا ہوگیا۔ دھوپ خوب تیز ہوگئی کوئی جگہ سایہ کی نہ تھی۔ اسلئے مجبوراً واپس لوٹے، واپسی میں کچھ تکلیف نہ ہوئی اگر ابواء شریف میں سایہ کی جگہ ہوتی تو آج کا دن ہم لوگ یہاں ہی گزارتے۔ رات کو مزارِ اقدس کے ارد گرد نوافل پڑھتے۔ اور اگلی صبح کا نظارہ کرکے واپس آتے کڑاکے کی دھوپ نے یہاں ٹھہرنے نہ دیا۔ آج معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات پر عمارات کیوں بنائی جاتی ہیں۔ ان عمارات سے مقصود ہے زائرین کو راحت پہنچانی۔ وہاں حاضری قیام، تلاوت میں آسانیاں کرنا مگر افسوس ہے کہ نجدی حکومت نے ان تمام حکمتوں سے آنکھ بند کرکے ہر جگہ توڑ پھوڑ کر ڈالی ہے۔ خیر ہم ابواء کی زیارت سے فارغ ہوکر آگے بڑھے۔

راستہ میں ایک چوکی پر دوپہر کا کھانا کھایا اور قریباً ساڑھے بارہ بجے دوپہر بدر شریف پہنچ گئے۔ وہاں مسجد عریش میں قیام کیا۔ سامنے آب رواں کا چشمہ ہے وہاں خوب نہائے پھر شہداء بدر کی زیارات کیں۔ پھر وہاں سے واپس روانہ ہوئے۔

بدر سے آگے مدینہ پاک کی جانب اگلی منزل ہے جس کا نام ہے حنیف البرائی یہاں چائے پانی وغیرہ پیا یہ منزل ایک پہاڑ کے دامن میں ہے اس پہاڑ پر مشہور عاشقِ رسول حضرت عبدالرحیم برائی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا مزارِ پر انوار ہے۔ ہم اس پہاڑ پر گئے مزار شریف پر پہنچے صاحبزادہ حیدر حسین شاہ صاحب نے اس مزار پر بھی گلاب کی پتیاں برسائیں۔ عطر لگایا اگربتیاں جلائیں پھر سب نے فاتحہ پڑھی۔ پھر وہاں سے واپس ہوئے اور عصر کے وقت مدینہ پاک پہنچ گئے۔ فی الحال بدر شریف بہت پر رونق بستی ہے ہم ابواء جاتے وقت رات وہاں سے گزرے تو وہاں برقی روشنی ایسی بے نظیر دیکھی کہ سبحان اللہ! واپسی میں دوپہری میں شہداء بدر کے مزارات پر حاضری دی سلام عرض کیا فاتحہ پڑھی۔ وہاں مزور صاحب سے معلوم ہوا کہ تیرہ شہید یہاں مدفون ہیں اور چودھویں شہید مقام حمیرا میں ہیں۔ ان شہداء کے نام یہ ہیں۔ عمرو ابن ابی وقاص، سعد بن خثیمہ، صفوان ابن وہب، حارث ابن سراقہ، مبشر ابن عبدالمنذر، ذوالشمالین ابن عمرو، محمد ابن صالح، عاقل ابن بکیر، رافع ابن لیلیٰ، عمیر ابن ہمام، یزید ابن حارث، عوف ابن حارث، معوذ ابن حارث اور چودھویں شہید عبید ابن حارث مقام حمیراء میں مدفون ہیں۔ آپ زخمی تھے، راہ میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے۔

ابواء شریف کے حالات

مدینہ منورہ سے ۲۰۸ کلو میٹر فاصلہ پر جانب مکہ معظمہ مستورہ منزل ہے وہاں سے ایک رہبر لیناپڑتا ہے۔ پھر مدینہ پاک کی طرف چار کلو میٹر واپس آکر ابواء شریف کی طرف ریگستان میں چل پڑتے ہیں جو بالکل مشرق کی طرف ہے۔ ابواء شریف یہاں سے تیس کلو میٹر (عربی میل) فاصلہ پر ہے اس خاص جگہ بہت ہی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ بالکل سامنے والی پہاڑی کی چوٹی پر حضرت طیبہ طاہرہ آمنہ خاتون رَضِیَ اللّٰہ تَعالٰی عَنھا کا مزار پر انوار ہے۔ پہاڑی بہت اُونچی نہیں، دس پندرہ منٹ میں اُوپر پہنچ جاتے ہیں اس مزار شریف میں نہایت شاندار قبہ اور برابر میں مسجد تھی۔ یہ دونوں عمارتیں نجدیوں نے گرادیں۔ پھر اہل مکہ نے وہاں بنوادیں۔ پھر نجدیوں نے گرادیں، قبر شریف بھی اُکھیڑ دی ہے اب لوگوں نے قبر شریف پر پتھر چن دیئے ہیں اردگرد پتھروں کی چار دیواری بنا دی ہے۔ اس علاقہ میں پانی قطعاً نہیں۔ لوگ پانی کا انتظام کر کے جاتے ہیں۔ اس جگہ انوار کی بارشیں اور رونق اس قدر ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ قبر انور میں ایسی کشش ہے کہ سبحان اللہ! سخت سے سخت دل وہاں چیخیں مار کر رونے لگتا ہے۔ یہاں سے قریباً تین میل فاصلہ پر بستی ابواء ہے جہاں بکثرت سبزیاں باغات ہیں یہاں کی سبزیاں مدینہ منورہ ٹرک کے ذریعہ روزانہ آتی ہیں۔

یہ ہی وہ جگہ ہے جہاں جناب حضرت سیدہ آمنہ خاتون رَضِیَ اللّٰہ تَعالٰی عَنھا اپنے ننہال مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جا رہی تھیں کہ یہاں پہنچ کر سخت بیمار ہوگئیں حضور صَلَّی اللّٰہ تَعالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ بھی آپ کیساتھ تھے۔ مدہوش والدہ صاحبہ کا سر شریف حضور اپنے دستِ اَقدس سے دباتے جاتے ہیں۔ اور روتے جاتے ہیں جناب حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہ تَعالٰی عَنھا کے رُخسار پر آپ صَلَّی اللّٰہ تَعالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے آنسو گرے آنکھیں کھول دیں، اپنے دوپٹے کے گوشہ سے حضور صَلَّی اللّٰہ تَعالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی آنکھیں پونچھیں۔ اور چند اشعار حسرت آمیز فرمائے جن میں حضور صَلَّی اللّٰہ تَعالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی ظاہری بے کسی پر بہت افسوس کا اظہار فرمایا کہ آپکے سر یتیمی کا سہرا تو پیدائش سے پہلے بندھ چکا تھا۔ اب میری گود بھی ان سے چھوٹ رہی ہے اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اور اس جگہ دفن کر دی گئیں۔ اس خطہ زمین پر ہماری جانیں فدا، دل قربان، فقیر نے آپکی قبر انور کی خاک آنکھوں میں چہرے پر خوب لگائی۔ دل چاہتا تھا اسی آستانہ پر مجاور فقیر بن کر بیٹھ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ پھر حاضری نصیب کرے میں ہر حاجی کو وصیت کرتا ہوں کہ اس جگہ شریف کی زیارت ضرور کرے۔ کچھ خرچ اور تکلیف کی بالکل پرواہ نہ کرے۔

16 اپریل 99ء کو کنیڈا سے جناب محمد عارف کھتری صاحب نے فون اور پھر فیکس پر E.MAIL کے ذریعے یہ منحوس خبر سنائی کہ حضور رحمت کون ومکاں، مونس دردمنداں نبی برحق صادق ومصدوق صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کی والدہ مکرمہ طیبہ وطاہرہ کا مزار انور جو ابواء شریف میں تھا سعودی حکومت نے کھدوا کر پھینکوا دیا ہے۔ اس E.MAIL میں محترم جناب سیّد شوکت حسین کا حوالہ تھا جو فی الحال جدّہ شریف میں قیام پذیر ہیں۔ میں نے ان کو ای میل کیا اور انہوں نے آٹھ صفحے کا فیکس مجھے روانہ کیا جس میں پاکستان کے بعض اخبارات کے تراشے مع تصاویر تھے۔ جن میں قبر انور کے اُکھڑے ہوئے پتھروں کو دکھایا گیا تھا۔ اس خبر کو طشت ازبام کرنیوالے جناب محترم سید محمد اخلاق صاحب ہیں۔ جنھوں نے مختلف لوگوں کو اپنا یہ مشاہداتی بیان ارسال کیا جو انہوں نے دیکھا تھا اور جس سنگدلانہ صورت حال سے انکو گزرنا پڑا تھا۔ اسکا انہوں نے اشکبار آنکھوں سے ذکر بھی کیا ہے۔ وہابی مکتب فکر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے علاوہ ساری دُنیا کے مسلمانوں کو کافر ومشرک کہتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کی شان اعلیٰ وارفع میں اس گستاخی کا ارتکاب کیا گیا جو نجدی اپنے درباریوں کے سامنے کیا اور کہا کرتا تھا کہ معاذ اللہ خاکم بدہن "آپکو کافرہ کہہ کر گستاخی کا پورا ثبوت دے دیا گیا ہے۔"

امت میں جمہور کا مسلک انکے مؤمنہ ہونے کا ہے۔

امام اہلسنت مجدّد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرّحمۃ نے "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" نامی کتاب میں اسکی تحقیقی وتفصیلی بحث قائم کرکے اجلہ علماء کی آراء کا ذکر کیا ہے اور خصوصاً خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرّحمۃ کا بے غبار موقف ذکر فرما کر اسکو مدلل کردیا ہے کہ والدین کریمین رضی اللّٰہ تعالی عنھما دونوں موٗحد اور مومن تھے اور یہی اُمت کا مسلّمہ ومتفقہ فیصلہ ہے۔

یہ مذموم اور قبیح اقدام دراصل 1926ء کا وہ ضمیمہ ہے جو رہ گیا تھا کہ اُس سال مقامات مقدسہ اور مقابر شریفہ جنت المعلیٰ وجنت البقیع ومقام اُحد شریف وغیرہ کو بلڈوزر کے ذریعے تباہ وبرباد کردیا گیا تھا۔ اور اس وقت ساری دنیا چیخ اُٹھی تھی اور ہندستان سے خلافت کمیٹی کا وفد دُنیا کے دیگر ممالک کے وفود کی طرح سعودی رہنما سے گفت وشنید کرنے اور انکے جارحانہ عزائم کو روکنے کیلئے آگے بڑھا تھا مگر اصلاحی افکار ونظریات کیساتھ خدائی بیر اتنا قوی تھا کہ سامنے ہاں ہوتی اور پیٹھ پیچھے اسلام سے بغاوت کا غبار نکلتا۔ حوالہ کیلئے رپورٹ خلافت کمیٹی یا تاریخ نجد وحجاز کا مطالعہ کیا جائے۔

اُس وقت اسلامی تصور وافکار قوی تھے اور وہابی حکومت نئی۔ تو سعودی حکمرانوں کو کچھ سوچنا پڑا تھا مگر آج سعودیہ کے زرخرید غلاموں کی ایک لمبی قطار ہے اور اسلامی

افکار و نظریات کو شک و شبہ کا رنگ دیکر ہر شخص کو گمراہ بنانے کی ناپاک سازش نے اسلاف کی عظیم اقدار کو مشکوک بنا دیا ہے اور یہ واقعہ اسی تشکیک کو جانچنے کا ایک ذریعہ ہے اب ان کی ناپاک نگاہیں گنبدِ خضریٰ اور قبۂ انور نیز ضریحِ اقدس پر لگی ہوئی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام مسلمان متحد ہو کر اس نظریہ کی بیخ کنی کریں اور پُر زور احتجاج و مظاہرہ کر کے ایمبیسی اور کونسل خانہ کو مجبور کریں کہ حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی قبر شریف کو از سرِ نو تعمیر کیا جائے اور مسلمانانِ عالم کو اسکی زیارت کی اجازت دی جائے۔

شاید سعودی حکومت کو یہ گمان ہے کہ حرمین شریفین کی وہ خود مختار مالک ہے مگر اسکو معلوم ہونا چاہئے کہ حرمین شریفین اور اسلامی آثار و مقامات پر ساری دُنیا کے مسلمانوں کا برابر حق ہے لہٰذا جتنے بھی آثار ہیں انکے تحفظ کی ذمہ داری سعودی حکومت خود قبول کرے یا پھر دُنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک اجتماعی پینل بنا کر اسکی حفاظت انکے سپرد کر دی جائے۔

شرک و کفر کیا ہیں؟ سعودی علماء سے زیادہ ہندو پاک کے علماء جانکار ہیں، اور اسلامی خدمات تحفظات کے تنازل پر ہندو پاک کے علماء حد درجہ محتاط ہیں اور یہ بات ذہن سے نکال دی جائے کہ دُنیا کے سارے لوگ جاہل ہیں اور علم فقط سعودی مطوعین کے پاس ہے۔

ذیل میں ہم سید محمد اخلاق صاحب کا وہ خط بھی پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے تمام دردمندانِ ملت کو لکھا ہے اور اس دلخراش ماحول کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ان حقائق کو طشت ازبام کیا ہے۔ جس پر سعودی اہلکار نے سختی سے انہیں منع کیا تھا۔ اُمت کے بیدار مغز، ذہین، طباع اور حساس افراد کیلئے یہ وقت خون کے آنسو رونے کا ہے۔ یاد رہے کہ یہ خبر امریکہ نیویارک سے شائع ہونیوالے ہفت روزہ اخبار ''پاکستان پوسٹ'' نے بھی شائع کی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْم۔

محترمی و مکرمی .... السلام علیکم وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

آپکی خدمت میں یہ معروضات اس اُمید سے پیش کی جارہی ہیں کہ آپ عاشقانِ رسول مقبول آقائے نامدار شفیع المذنبین سید الاوّلین والآخرین آقا محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی صف اوّل کے علمبردار ہیں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے والدین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کے مراتب و احترام سے بخوبی واقف ہیں۔

امر واقع یہ ہے کہ یہ حقیر راقم الحروف سید محمد اخلاق اپنے محترم المقام پیر بھائیوں جناب طارق اکرام صاحب اور جناب محمد رحمت اللہ صاحب کیساتھ سفر پر روانہ ہوا۔ اس رمضان المبارک میں جب ہم تینوں مدینہ شریف سے مکہ مکرمہ کی جانب براستہ مقام بدر، ابواء شریف کے نزدیک سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی پیاری والدہ ماجدہ سیدہ طاہرہ حضرت بی بی آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے مزار مبارک پر حاضری کی نیت سے پہنچے تو ہم تینوں نے یہ روح فرسا منظر دیکھا کہ:

۱: مزار شریف کی جگہ کو نا صرف BULLDOZER سے منہدم کیا جاچکا تھا بلکہ

۲: EXCAVATOR استعمال کر کے جگہ کو کئی فٹ گہرائی تک کھود کر تلپٹ کر دیا گیا تھا۔

۳: پہاڑ کی وہ چوٹی جس پر یہ مزار شریف واقع تھا اسے BULLDOZER سے کاٹ کر پہاڑی کی ایک جانب دھکیل کر گرادیا گیا تھا۔

۴: مزار شریف سے متعلق وہ پتھر جن پر ماضی میں زائرین نے نشان دہی کی نیت سے سبز رنگ کر دیا تھا، ان میں سے کچھ پہاڑی کی ڈھلوان پر پڑے ہوئے تھے اور کچھ پہاڑ سے نیچے ایک چھوٹی سی ڈھیری کی شکل میں پڑے تھے۔

مندرجہ بالا انتہائی دردناک اور ناقابل برداشت گستاخانہ افعال کے علاوہ:

۵: مزار شریف کی نزدیکی چڑھائی کے راستہ میں شیشے توڑ کر ڈال دیئے گئے ہیں اور غلاظت کے ڈھیر لگا دیئے گئے ہیں۔

اس حالت کو دیکھ کر انتہائی اذیت، کرب اور پریشانی کے عالم میں مختصر قیام کر کے فاتحہ پڑھنے کے بعد ہم جونہی

پہاڑی سے نیچے اُترے تو ایک سعودی حکومتی اہلکار نے ہم سے سخت کلامی کی اور ساتھ تھانے چلنے کو مجبور کیا۔ یہ موقع تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اصل صورتحال سے آگاہ فرمانے کا سبب یوں فرمایا کہ معمول کے خلاف تھانہ ہی بند تھا۔ اس پر وہ اہلکار ہمیں مقامی مطوع (حکومتی مذہبی افسر) کے پاس لے گیا اور اس کے سپرد کرتے ہوئے کہنے لگا کہ:

''اگر مجھے عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ نہ جانا ہوتا تو میں خود ان کو اچھی طرح سبق سکھاتا۔'' یہ کہہ کر وہ روانہ ہوگیا اور جو مطوع تھا اس نے تقریباً آدھ گھنٹے تک وہابیہ مذہب پر ہمیں لیکچر دیتے ہوئے یوں کہا کہ تم ہندو پاکستان کے رہنے والے قبروں پر چادریں چڑھاتے ہو اور خوشبوئیں ڈالتے ہو اور یہ کہ تم ہندو پاکستان کے رہنے والے بدعقیدہ شرک کرتے ہو اور ہمارے مذہب وہابیہ کا مذاق اڑاتے ہو جبکہ سچا مذہب تو ہمارا وہابیہ ہی ہے جس کے بانی محمد بن عبدالوہاب ہیں جو بہت عظیم تھے۔

اپنی بکواس کو جاری رکھتے ہوئے اس نے مزید یہ کہا کہ تم (نعوذباللہ) کس کافرہ کی قبر پر فاتحہ فوتحہ پڑھنے آئے ہو وہاں تو اب کچھ نہیں ہے اسے تو ہم کہیں اور لے جاچکے ہیں۔ اور ہمیں وہابیہ مذہب پر کتابچے دیکر یہ اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے چھوڑ دیا کہ ''مصیبت یہ ہے کہ اگر میں تمہیں چھوڑ دوں تو کہیں تم لوگ اس واقعہ کو اخباروں میں نشر کرو گے۔ اور اگر تم نے تصاویر لی ہیں تو وہ بھی شائع کروگے۔ بس آئندہ اس طرف رُخ مت کرنا'' یہ کہتے ہوئے ہمیں جانے دیا۔

مطوع (مذہبی اہلکار) کی تمام بکواس سننے کے بعد ہم سکتہ میں آگئے اور فوراً ہمارے دماغ میں پہاڑی کا منظر دوبارہ اُمڈ آیا اور وہ خدشہ جو ہمیں وہاں محسوس ہوا تھا کہ جب پہاڑی کی چوٹی تین سے چار فٹ گہرائی تک تلپٹ ہو چکی ہے تو لحد مبارک پر کیا بیتی ہوگی۔ یعنی منتقلی یا جسدی نقصان، دونوں میں سے کس اذیت کی جرأت انہوں نے کی ہوگی۔ یہ امر اسکی باتوں سے واضح ہوگیا۔

اس دل آزار واقعہ کو من وعن آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے آپ سے التماس ہے کہ علم شریعت محمدی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی رُو سے اپنی مذہبی اور علمی بصیرت سے مندرجہ ذیل پہلوؤں پر قرآن وحدیث کیساتھ روشنی ڈالیئے۔

۱: ہر مسلمان کو حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامْ کے والدین کریمین کے صاحب ایمان ہونے کے بارے میں پختہ یقین ہونا چاہیئے۔

۲: حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامْ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی قبر مبارک کی پامالی اور بے حرمتی اور نامعلوم جگہ پر بے دردی سے تبدیلی کا کوئی شرعی جواز نہیں اور یہ کسی طور جائز نہیں۔

۳: اس گستاخانہ فعل کے کرنیوالے افراد یا ایسا فعل کرنے والے صاحب اقتدار یا اس افسوسناک فعل میں کسی طرح بھی ملوث افراد شریعت کے لحاظ سے نہ صرف قابل مذمت ہیں بلکہ قابل سزا بھی ہیں۔ اور ان سے دوستی رکھنا قطعی جائز نہیں۔

۴: سید الشہداء، جنت البقیع شریف، جنت معلیٰ شریف اور حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامْ کے والدِ ماجد اور دیگر کئی حضرات کے مزارات، موجودہ حکمران اور مذہبی اہلکاروں کے حکم سے شہید کئے جاچکے تھے۔ بلکہ انہوں نے والیٔ کائنات کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے مزار مبارک کو بھی بے حرمتی سے شہید کردیاہے۔ تو ان سے اس بات کا شدید خدشہ ہے کہ کہیں یہ عناصر حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامْ کے روضۂ پُرنور کی بھی بے حرمتی نہ کربیٹھیں (جیسا کہ وہابی مذہب کا بانی اپنی کتابوں میں اس بات کا اظہار کرچکا ہے) اس واقعہ کے بعد عالم اسلام اور سربراہان عالم اسلام، علماء کرام مشائخ عظام، دانشوروں، ادیبوں اور عام مسلمانوں کو فوری حفاظتی اقدامات کرنے لازم ہیں۔

خدارا واقعہ کی نزاکت اور اہمیت کے پیش نظر اپنی تمام تر مصروفیات کو ترک فرما کر بلا تاخیر مندرجہ بالا پہلوؤں کی تصدیق کرتے ہوئے مزید وضاحت فرمائیں اور عملی اقدامات کیلئے راہنمائی فرمائیں۔

خیر اندیش:
سیّد محمد اخلاق

۞۞۞

شعبہ تحفیظ کی معیاری درسگاہ

جامعہ رضویہ شعیب الاسلام لالہ موسیٰ

۱: جدید درس نظامی (مساوی ایم اے عربی) کے پہلے درجہ ثانویہ عامہ (برائے طلباء)

۲: شعبہ تجوید القرآن ۳: دوسالہ قاری خطیب کورس

۴: تفسیر وترجمۃ القرآن اور تقابل ادیان ۵: پرائمری، مڈل، میٹرک

۶: جامعہ ہذا کے زیر اہتمام جامع مسجد فیض مصطفیٰ جوگی محلہ میں مقامی طلباء کیلئے شعبہ تحفیظ القرآن

جدید درس نظامی کی معیاری درسگاہ

الفاطمہ اسلامک گرلز کالج (برائے طالبات)

کے درجہ ثانویہ عامہ، (مساوی میٹرک) اور درجہ ثانویہ خاصہ (مساوی ایف اے) اور تفسیر وترجمۃ القرآن وشعبہ تحفیظ القرآن کی کلاسز میں داخلہ جاری ہے

بمقام: الفاطمہ اسلامک گرلز کالج گلی پٹواریاں مین بازار لالہ موسیٰ۔ فون نمبر: 0320.5530088

سہولیات مسافر طلباء کیلئے داخلہ تعلیم، خوراک، رہائش فری

اہلیت داخلہ مندرجہ ذیل تمام شعبہ جات میں پرائمری، مڈل، میٹرک طلباء اور عام اچھا پڑھ لکھ لینے والے حضرات داخلہ کے اہل ہیں۔

منجانب: علامہ ڈاکٹر نور محمد دانش القادری (ایم اے) ناظم تعلیمات جامعہ ہذا خطیب جامع مسجد فیض مصطفیٰ جوگی محلہ لالہ موسیٰ۔

اہلسنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء واولیاء کے مزارات ومقابر پر سفر کرکے جانا جائز ومستحسن ہے۔ عہد صحابہ سے لیکر آج تک تمام مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے، احادیث اور بزرگانِ دین کی کتابیں اس پر شاہد ہیں۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے یہاں حاضر ہوئے تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کا ذکر ہوا، تو آپ نے کہا ''حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی قبر انور پر ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار فرشتے شام کو آتے ہیں، قبر شریف کا طواف کرتے ہیں۔''

اگر زیارت قبر شریف کیلئے سفر شرک ہوتا تو اللہ تعالٰی کے معصوم فرشتے کروڑوں میل کا سفر کرکے کیوں حاضری دیا کرتے۔

''کشف المحجوب'' اولیاء کرام کے نزدیک نہایت ہی بلند پایہ ومعتبر کتاب ہے اسی کتاب کے متعلق محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ارشاد فرماتے ہیں:

۱: ''اگر کسی کا پیر نہ ہو تو ایسا شخص جب اس کتاب (کشف المحجوب) کا مطالعہ کریگا تو اسکو پیر کامل مل جائے گا میں نے اس کتاب کا مکمل مطالعہ کیا ہے۔''

(''کشف المحجوب'': (اردو)، ص: ۱۹)

اسی کتاب میں پیر کامل مخدوم سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ تحریر فرماتے ہیں:

''سفر یا تو ادائے حج کیلئے ہو یا جہاد بالکفار کیلئے، یا کسی جگہ کی زیارت یا کہیں دینی فوائد کے حصول یا طلب علم یا کسی بزرگ یا شیخ کی ملاقات یا کسی شیخ کے مزار کی زیارت کیلئے ہو۔''

(''کشف المحجوب'': (اردو)، ص: ۵۰۰)

ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کا یہی مسلک ہے کہ سفر برائے زیارت قبور جائز ودُرست ہے لیکن دیوبندی وہابی حضرات کے نزدیک محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کے مزارات پر سفر کرکے جانا شرک ہے جیسا کہ دیوبندی پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''کسی کی قبر پر دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج وتکلیف اُٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور اسکے گردو پیش کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اُکھاڑنا اور اس قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین ودُنیا کے فائدے کی توقع رکھنا شرک ہے۔''

(''تقویۃ الایمان'': ص: ۳۴)

ایک طرف قارئین حضرات مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ مسلک ذہن میں رکھیں کہ سفر کر کے مزارات پر جانا شرک ہے اور دوسری طرف مولوی اسماعیل دہلوی کے متبعین حضرات اسی شرک کو بڑی خوبصورتی کیساتھ اپنی گلے کا ہار بنائے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''اور اکثر منتہائے سفر بہ سمت پیرانِ کلیر ودہلی بغرض زیارت قطب الدین بختیار کا کی قدس اللہ باسرارہ ودیگر بزرگان کے کہ ان مقامات میں آسودہ ہیں ہوتا تھا اور بمقام پانی پت واسطے زیارت شیخ شمس الدین پانی پتی حضرت شیخ کبیر الاولیاء جلال الدین پانی پتی کے جاتے تھے۔''

(''امداد المشتاق'': ص: ۲۲)

یہی مولوی اشرف علی تھانوی اپنے ہی متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

''میں نے ایک عمل کیا جس کی وجہ سے مجھ کو ناقابل برداشت ظلمت محسوس ہوئی اور میں پریشان ہوگیا آخر میں نے چاہا کہ کس طرح اس ظلمت کو دفع کروں سوچا تو سمجھ میں آیا کہ اسکا علاج اہل نور کی صحبت ہے اس وقت زندوں میں تو کوئی ایسا قریب موقع ملا نہیں کہ کچھ عرصے تک اسکی صحبت اختیار کی جاتی لہٰذا پھر یہ کیا کہ بزرگوں کے مزارات پر گیا۔ چنانچہ وہاں تین کوس کے فاصلے پر ایک بزرگ کا مزار تھا، وہاں گیا تب وہ ظلمت رفع ہوئی۔''

(''الافاضات الیومیہ'': جلد: ۱، ص: ۳۴۰)

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

''غرض جب عزم مدینہ کا ہو تو بہتریوں ہے کہ نیت زیارت قبر مطہر کی کر کے جاوے تا مصداق اس حدیث کا ہو جاوے کہ ''جو کوئی محض میری زیارت کو آوے شفاعت اسکی مجھ پر حق ہوگئی۔''

(زبدۃ المناسک بحوالہ فضائل حج)

یہ مولوی رشید گنگوہی وہی ہے جس نے ''تقویۃ الایمان'' کے متعلق فتویٰ دیا تھا کہ ''تقویۃ الایمان ''عمدہ کتاب ہے، اور اسکا ہر گھر میں رکھنا، اور اسکا پڑھنا، اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے۔''

(''فتاویٰ رشیدیہ'')

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اچھا آدمی بتایا ہے اور عامل بالحدیث بھی۔ اسی محمد بن عبدالوہاب نجدی نے کتاب التوحید میں انبیاء کی قبور پر سفر کر کے زیارت کی نیت لیکر جانے کو شرک لکھا ہے ''کتاب التوحید'' کی عبارت یہ ہے۔

''اِنَّ السَّفَرَ اِلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ وَمَشَاهِدِهٖ وَمَسَاجِدِهٖ وَاٰثَارِهٖ وَقَبْرِ نَبِيٍّ وَّوَلِيٍّ وَّسَائِرِ الْاَوْثَانِ وَكَذَا طَوَافُهٗ وَتَعْظِيْمَ حَرَمِهٖ وَتَرْكَ الصَّيْدِ وَالتَحَرُّزِ عَنْ قَطْعِ الشَّجَرِ وَغَيْرِهَا شِرْكٌ اَكْبَرُ.''

''محمد کی قبر کو انکے مشاہد، انکی مساجد اور انکے آثار کو اور کسی نبی یا ولی کی قبر کو اور تمام مورتیوں کو سفر کرنا اور اسی طرح اسکا طواف کرنا اس احاطہ کی تعظیم کرنا وہاں کے شکار کو چھوڑنا اور درخت وغیرہ کے کاٹنے سے بچنا شرک اکبر ہے۔''

(''کتاب التوحید'' بحوالہ مولانا اسماعیل دہلوی اور ''تقویۃ الایمان'')

اسماعیل دہلوی اور محمد بن عبدالوہاب نجدی نے سفر برائے زیارت قبور کو شرک لکھا اور مولوی گنگوہی نے دُرست لکھا ہے تو قارئین حضرات خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ مولوی اسماعیل و محمد بن عبدالوہاب نجدی کے فتویٰ کی رو سے مولوی رشید گنگوہی کیا ہوئے۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے خلیفہ مولوی

خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کو مزارات پر حاضری کیلئے سفر کرنا پسند نہ تھا۔ ("تذکرۃ الخلیل"، ص: ۳۷۱)

پھر بھی علماء حرمین کو جواب دیتے ہوئے تحریر کیا:

''ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین روحی فداہ اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے اور سفر کے وقت خالص آپکی قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت ہو جائے گی اس صورت میں جناب رسالت مآب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کی تعظیم زیادہ ہے اور اسکی موافقت خود حضرت کے ارشاد سے ہو رہی ہے کہ جو میری زیارت کو آیا میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔ ("المہند (اردو) ص، ۱۱)

تبلیغی جماعت کے پیشوا و شیخ الحدیث مولوی زکریا صاحب تحریر کرتے ہیں:

''صحابہ کرام اور تابعین حضرات سے قبر اطہر کی زیارت کیلئے سفر ثابت ہے۔'' ("فضائل حج"، ص: ۱۳۰)

اور دیوبندیوں کے فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی لکھتے ہیں:

''امام غزالی نے تحریر فرمایا ہے کہ حدیث "كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا."(میں نے پہلے زیارت قبور سے منع کر دیا تھا سو اب انکی زیارت کر لیا کرو) عام ہے کہ قبور اپنی بستی میں ہوں یا دوسری بستی میں ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زیارت قبور کیلئے سفر بھی جائز ہے۔''

("ملفوظات فقیہ الامت قسط اول" ص: ۱۲)

ایک دیوبندی مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی مفتی اول دار العلوم دیوبند مندرجہ ذیل سوال کے جواب میں تحریر کرتے ہیں:

سوال: ۱/ ۳۱۸۳ ''کسی بزرگ یا ولی یا پیر کے مزار پر قصد کر کے اور سفر کر کے جانا کیسا ہے۔؟

جواب: کچھ مضائقہ نہیں اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا برکت سے خالی نہیں۔

("فتاویٰ دارالعلوم دیوبند" جلد: ۵، ص: ۴۵۸)

قارئین حضرات! آپ نے مستند حوالہ جات کی روشنی میں علمائے دیوبند کے دو رخ ملاحظہ فرمائے ایک طرف دیوبندی عقیدہ کی معتبر کتاب "تقویۃالایمان" میں یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ انبیاء و اولیاء کے مزارات پر سفر کر کے جانا شرک ہے اور دوسری طرف "امداد المشتاق، الافاضات الیومیہ، زبدہ المناسک، المہند، فضائل حج، ملفوظات فقیہ الامّت" میں مزارات پر سفر کر کے جانے کو جائز اور احادیث سے ثابت لکھا۔ دونوں رُخ ملاحظہ کرنے کے بعد قارئین حضرات فیصلہ فرمائیں!

کہ ایک جگہ جو چیز شرک ہے حرام ہے وہی شرک دوسری جگہ جائز اور احادیث سے ثابت ہے اور نہایت ثواب کا کام بھی۔

دونوں رخوں کے متعلق عبارات پڑھنے کے بعد کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ دیوبندی مذہب تضادات کا مجموعہ ہے؟ اگر علمائے دیوبند واقعی سفر برائے زیارت قبور کو جائز سمجھتے تو مولوی اسمٰعیل دہلوی اور انکی "تقویۃ الایمان" سے بھی اپنی بیزاری کا اظہار کرتے۔

۞۞۞

شجرِ نور

عرب کا شہر مکہ نیند کی آغوش میں تھا مگر عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی باطنی آنکھ بیدار تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ سامنے ایک درخت کھڑا ہے جس کی چوٹی آسمان سے باتیں کر رہی ہے، اسکی شاخیں ایک طرف مشرق کے انتہائی کناروں کو اور دوسری طرف مغرب کے آخری کناروں کو چھو رہی ہیں۔ اس درخت میں سے ایسا نور پھوٹ رہا ہے کہ اس سے پہلے کبھی مشاہدے میں نہیں آیا۔ اس نور کا یہ حال تھا کہ آفتاب کا نور اسکے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا تھا بلکہ یہ نور آفتاب کے نور سے ستر گناہ زیادہ تھا۔ حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا، عرب و عجم اس کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ درخت اپنی عظمت، بلندی اور نور میں لحہ بہ لحہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک لمحے کیلئے وہ درخت نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور دوسرے لمحے پھر ظاہر ہو جاتا ہے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں پھر میں کیا دیکھتا ہوں، کہ قریش کا ایک گروہ اس درخت کی شاخوں سے لٹکا ہوا ہے۔ اور قریش کا ایک اور گروہ اس درخت کو کاٹنے کیلئے اسکی طرف بڑھتا ہے۔ جیسے ہی قریش کا یہ دوسرا گروہ اس درخت کے قریب آیا تو ایک نہایت وجیہہ جوان رعنا نے اس گروہ کو پکڑ لیا۔ یہ جوان اتنا خوبصورت تھا کہ ایسا دلکش چہرہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے جسم سے عجیب خوشبو نکل رہی تھی۔ یہ خوبرو اور وجیہہ نوجوان قریش کے اس دوسرے گروہ کی پیٹھوں پر شدید ضربیں لگا لگا کر انکی ہڈیا توڑ رہا تھا اور ان کی آنکھیں نکال رہا تھا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تا کہ اس درخت میں سے کچھ حاصل کرلوں لیکن مجھے اس میں سے کچھ نہیں مل سکا، تب میں نے کسی سے پوچھا کہ اس درخت میں سے کس کا حصہ ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ اس میں سے صرف ان لوگوں کا حصہ ہے جو اسے پکڑے ہوئے ہیں اور اسکے ساتھ لٹک رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے، اے عبدالمطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہُ! تم سے پہلے اس درخت کو پکڑ لیا۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت میں سخت خوفزدہ اور مضطرب تھا۔

حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیدار ہونے کے بعد اپنا یہ خواب قریش کی ایک بزرگ خاتون کو سنایا جو خوابوں کی تعبیر بتایا کرتی تھیں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہُ کا خواب سن کر اس خاتون کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ پھر انہوں نے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے حضرت عبدالمطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہ سے کہا کہ اگر آپ کا یہ خواب

سچا ہے تو آپ کے صلب سے ایک ایسا شخص ضرور پیدا ہو گا جس کا مشرق سے مغرب تک تسلط ہو گا اور ایک دُنیا اسکی اطاعت و فرمانبرداری کریگی۔

حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے فرزند ابو طالب کی الوالعزمی شجاعت و مردانگی اور نیکی و سخاوت کی صفات کو دیکھ کر ان سے کہا کرتے تھے کہ میرے صلب سے پیدا ہونے والا شاید تو ہی وہ مرد ہو جسے میں نے اس درخت کی شکل میں دیکھا ہے جس کا مشرق سے مغرب تک تسلط تھا۔

("خصائص الکبریٰ": مولفه الشیخ الامام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی الشافعی، ص: ۳۹، الطبعة الاولیٰ، دائرة المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۱۹ھ)

حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس خواب کی تعبیر اپنے ذوق کے مطابق کی تھی کہ انکی صلب سے پیدا ہونے والے مردِ رشید شاید ابو طالب ہوں لیکن اس مردِ مقدس کو تو سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بطن مبارک سے پیدا ہونا تھا۔ جنہیں حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سب سے چھوٹے فرزند سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجیت میں آنا تھا۔ اب ہم حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خواب کی حقیقت کی طرف آتے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بلاشبہ اس دور کی ایک بزرگ شخصیت تھے، جن کا سب سے بڑا اعزاز یہ تھا کہ انہوں نے صدیوں سے گم شدہ چشمہ زمزم دریافت کیا تھا اسلئے ایسی بزرگ شخصیت کا خواب جھوٹا نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ انکا یہ خواب لفظ بہ لفظ پورا ہوا، اور آج سارا عالم اسکی سچائی پر گواہ ہے۔

حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عالم رویا میں جو عظیم نورانی درخت دیکھا تھا وہ درخت دراصل اسلام کا شجر بے خزاں ہے۔ اس درخت کی شاخوں کا ایک طرف مشرق اور دوسری طرف مغرب کے آخری کناروں تک پہنچ جانا اس حقیقت کی طرف اشارہ تھا کہ اسلام کی اشاعت اس وسیع پیمانے پر ہوگی کہ دُنیا کی کوئی قوم اسکی فیض رسانی سے محروم نہ رہے گی۔ اس درخت کی چوٹی کا آسمان تک بلند ہونا بھی ایک لطیف استعارہ تھا اور ہمارے ذوق کے مطابق اس سے بانی اسلام حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے مراتب عالیہ کی بلندی مراد تھی جس کا ذکر قرآن شریف میں اس طرح کیا گیا ہے، "کہ ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا" گویا زمین سے آسمان تک آپ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ زمین پر کروڑوں، اربوں انسان اور آسمان پر ان گنت ملائکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ پر درود و سلام بھیجتے رہیں گے۔ حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا تھا کہ اس مبارک اور نورانی درخت کو قریش کے ایک گروہ نے پکڑ رکھا ہے اور وہ اسکی شاخوں سے لٹکے ہوئے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو رسولِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ پر ایمان لے آئے تھے اور اس ایمان پر آخر تک ثابت قدم رہے۔ قریش کا دوسرا گروہ اس مبارک درخت کو کاٹنا چاہتا تھا، یہ وہ لوگ تھے جو شجرِ اسلام کی جڑ پر تیر چلا کر اسلام کو (نعوذ باللہ) نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے۔ وہ جوان رعنا اپنے ظاہری و باطنی حسن و جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے فرزندِ گرامی تھے۔ یعنی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ جن کی ضربات شدیدہ نے مشرکین مکہ کی کمر کے منکے تک توڑ کر رکھ دیئے اور اُنہیں ہمیشہ کیلئے خائب و خاسر کر دیا۔ پھر حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ وہ درخت اتنا نورانی ہے کہ آفتاب کا نور اسکے سامنے ماند تھا اور اسکا نور آفتاب کے نور سے ستر گناہ زیادہ تھا تو اس میں کیا شک ہے کہ اسلام اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کا نور سورج کے نور سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔ آفتاب تو غروب بھی ہو جاتا ہے اور اسکے نور سے دُنیا کا ایک حصہ محروم بھی ہو جاتا ہے مگر حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کا نور کبھی غروب نہیں ہوتا۔ اور دُنیا کے ہر حصے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کے نام لیوا اپنے وجود سے اس

نور کی موجودگی کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ ہر دَور میں ایسے مقدس وجود پیدا ہوتے ہیں جو نورِ اسلام کے سامنے آجانیوالی دھند اور تاریکی کے پردے چاک کر کے اس نور کو نمایاں کرتے رہتے ہیں۔ یہ شرفِ اسلام کے سوا اور کسی مذہب کو حاصل نہیں جس میں اللہ تعالیٰ سے کلام کرنیوالے اور اسکے تخاطب سے مشرف ہونے والے قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور اسلام کے نور کو قائم ودائم رکھیں گے۔ پھر حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ اس جوان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ رعنا کے جسم سے عجیب خوشبو آرہی ہے، ایسی خوشبو کہ اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں کی گئی۔ یہ خوشبو فرزند حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا (رسولِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ) پر نازل ہونیوالا وہ مقدس کلامِ الٰہی ہے جس نے اس پر ایمان لانیوالوں کے انفاس کو معطر کر دیا اور ایک غلیظ معاشرے میں پرورش پانیوالے اور اس گندی فضا میں سانس لینے والے نہ صرف خود معطر ہو گئے بلکہ جو انکے قریب سے ہو کر گزر گیا، یہ رُوحانی خوشبو اسکے وجود میں بھی بس گئی۔ اور اس نے اپنی اطراف کو بھی معطر کر دیا۔ یہ خوشبو ہر طرف پھیل گئی اور قیامت تک پھیلتی اور ایک عالم کو معطر کرتی رہے گی۔ پھر حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اس شجرِ عظیم کو پکڑنا چاہا تاکہ اس میں سے وہ بھی کچھ حاصل کرلیں مگر انکا ہاتھ اس درخت تک نہیں پہنچ سکا۔ یہ حصہ خواب بھی ہو بہو پورا ہو گیا اور حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس درخت کے بار آور ہونے یعنی ظہورِ اسلام سے قبل ہی قریباً سو سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ پھر حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خیال کیا کہ قریش کی بزرگ خاتون کی دی ہوئی تعبیر کی رو سے انکے صلب سے پیدا ہونیوالا فرزند شاید انکا بیٹا ابو طالب ہو۔ انکا یہ خیال بھی اس حد تک دُرست ثابت ہوا کہ ابو طالب نے اس درخت کی آبیاری کرنیوالے مقدس وجود صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی حفاظت کی خاطر اپنی جان، مال اور آبرو سب کچھ قربان کر دیا۔ مگر حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی سرپرستی سے دست برداری گوارا نہ کی بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کیساتھ ایک گھاٹی میں محصور ہو کر مسلسل تین سال تک بھوک وپیاس کی صعوبتیں اور ذہنی اذیتیں برداشت کرتے رہے۔ جب قریش نے ان سے کہا کہ یا تو محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی سرپرستی سے دست بردار ہو جاؤ یا مکہ کی سرداری سے معزولی کیلئے تیار ہو جاؤ تو ابو طالب نے مکہ کی سرداری قربان کر دی۔ مگر حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مقدس بیٹے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی سرپرستی قربان نہ کی۔

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ جب رسولِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کا ظہور ہوا تو ابو طالب کہا کرتے تھے کہ میرے باپ (حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے عالم رویا میں جو مقدس درخت دیکھا ہے، خدا کی قسم! وہ درخت حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ ہیں۔ اس طرح گویا ابو طالب نے ایک رنگ میں رسولِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی تصدیق کر دی۔

("خصائص الکبریٰ": مولفہ امام جلال الدین، عبدالرحمن ابی بکر السیوطی، جلد: اول، ص: ۹۹، مرتبہ الدکتور محمد خلیل، بطبعۃ المدنی، رمضان ۱۳۸۶ھ)

وہ وقت اب قریب آرہا تھا جب حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خواب کو حقیقت میں تبدیل ہونا تھا، دوسرے الفاظ میں اس مردِ خوش خصال وخوش جمال کی حفاظت کیلئے فضا تیار ہو رہی تھی، جسے حضرتِ سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے سر کا تاج بننا تھا، یعنی حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ مؤرخ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نذر مانی تھی کہ اگر اُنہوں نے چشمہ زمزم دریافت کر لیا تو وہ بطورِ شکرانہ اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹا خانہ کعبہ کے پاس (اللہ تعالیٰ کیلئے) قربان کر دیں گے۔

شاید یہ سنت ابراہیمی کی پیروی کا جذبہ تھا۔ دوسرا بڑا مورخ کہتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نذر یوں تھی کہ اگر انہوں نے چشمہ زمزم دریافت کرلیا اور انکے ہاں دس بیٹے پیدا ہو گئے اور دسوں جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو ان میں سے ایک کو کعبۃ اللہ کے پاس اللہ تعالیٰ کیلئے ذبح کر دیں گے۔

("البدایه والنہایه": مولفه ابوالفدا الحافظ ابن کثیر، الجزء الثانی، ص: ۸۲۴، الطبعة الاولیٰ، مکتبة المعارف، بیروت۔ ۱۹۶۶ء)

مؤرخ ابن سعد نے حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نذر کا پس منظر بیان کرتے ہوئے نہایت معقول بات کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے چشمہ زمزم دریافت کرنے کی غرض سے اپنی کوشش کا آغاز کیا تو انہوں نے محسوس فرمایا کہ انکے پاس ایسے یا اتنے افراد نہیں ہیں جو اس مقدس کام میں انکی اعانت کریں سوائے انکے بیٹے کے، اسلئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور نذر مانی کہ اگر انکے ہاں دس بیٹے پیدا ہو گئے اور وہ سب جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو ان میں سے ایک بیٹا وہ خدا کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ یہ رائے تو مؤرخ ابن سعد کی ہے لیکن ہمارا خیال ان سے مختلف ہے جب قریش مکہ نے حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا تھا کہ اس نیک کام یعنی چشمہ زمزم کی دریافت میں ہمیں بھی حصہ لینے کا موقع دیجئے اور ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ آپکے پاس سوائے اس ایک بیٹے کے اور کون ہے جبکہ ہم بڑے کنبوں اور اولادوں والے ہیں تو حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دل پر چوٹ لگی تھی، ایک روایت اور بھی ملتی ہے جس کی رُو سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں فریاد کی تھی کہ یا اللہ! قریش مجھے کم اولادی کا طعنہ دیتے ہیں، پس یہ وجہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ نذر مانی تھی کہ اگر تو نے مجھے دس بیٹے عطا فرمادیئے اور وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو ان میں سے ایک بیٹا میں تیرے لئے قربان کردوں گا۔

مؤرخ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہاں دس بیٹے پیدا ہو گئے اور وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو انہیں اپنی نذر پوری کرنے کا خیال آیا چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے اپنی نذر کا ذکر کیا۔ شاید جناب حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا خیال ہو کہ معلوم نہیں، انکے بیٹے انکی نذر کا خیال سن کر اسے پورا کرنے کیلئے تیار ہوں گے یا نہیں۔ مگر انکے دسوں بیٹوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ابّا جان! ہم حاضر ہیں، آپ جس طرح مناسب سمجھیں کریں۔ حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیٹوں کو تیار پا کر فرمایا کہ تم سب ایک ایک تیر لیکر اس پر اپنا اپنا نام لکھو (یا لکھواؤ) اور پھر یہ سارے تیر میرے پاس لے آؤ تا کہ قرعہ ڈالا جاسکے۔ اسکے بعد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ دسوں بیٹوں کو لیکر خانہ کعبہ کے اندر کھڑے ہو کر اپنے ربّ کریم کے حضور عاجزانہ دُعا میں منہمک ہو گئے۔ مؤرخ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ قرعہ اندازی کے بعد حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جس بیٹے کا نام قربانی کیلئے نکلا وہ انکے سب سے چھوٹے فرزند حضرتِ سیّد عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرتِ سید آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا سہاگ! یہ دیکھ کر حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہاتھ پکڑا، دوسرے ہاتھ میں چھری لی اور بیٹے کو خانہ کعبہ کے سامنے میدان میں لے چلے جہاں مکہ کے لوگ قربانیاں کیا کرتے تھے۔ جب سردارانِ قریش کو معلوم ہوا کہ عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے جارہے ہیں تو وہ انکے پاس آئے اور اسے کہنے لگے اے سردار! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟...... عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا کہ میں اپنی نذر پوری کرنے جارہا ہوں۔ سردارانِ قریش بولے کہ ہم آپکو ہرگز ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اگر آپ نے یہ روایت ڈال دی تو دوسرے لوگ بھی اپنے بیٹوں کو ذبح کرنا شروع کر دیں گے، اس طرح تو عربوں کی بقایا نسل ہی خطرے میں پڑ

جائیگی۔ جب حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہنوں کو اپنے والد کے اس ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے آہ وفغاں شروع کر دی۔ اس طرح حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم نے بھی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارادے کی سختی سے مخالفت کی اور کہا، اے سردار! ہم آپ کو ہرگز یہ کام نہیں کرنے دیں گے۔ آپ اسکی بجائے حضرت عبداللہ کا فدیہ دے دیں۔ اسکے فدیہ پر جتنا بھی مال خرچ ہو گا وہ ہم برداشت کریں گے۔

("السيرة النبويه": ابن ہشام، ص: ۱۵۳)

اب سوال یہ اُٹھا کہ فدیہ (دیت) کی رقم کتنی ہو اور اسکے تعین کا طریقہ کار کیا ہو؟ اسکا حل یہ تجویز کیا کہ پہلے دس اُونٹوں کا قرعہ ڈالا جائے۔ اگر قرعہ اندازی کے نتیجے میں قرعہ اُونٹوں کے نام نکل آئے تو یہ دس اُونٹ ذبح کر دیئے جائیں اور حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان بخشی کر دی جائے، لیکن اگر قرعہ حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نکلے تو دوبارہ قرعہ اندازی کی جائے اور اُونٹوں کی تعداد میں دس کا اور اضافہ کر دیا جائے۔ یہ عمل اس طرح جاری رہے یہاں تک کہ اُونٹوں کی تعداد سو ہو جائے۔

("البدايه والنهايه": ص: ۲۴۸، علامه ابن كثير رحمه الله عليه)

علامہ ابن کثیر غالباً یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قرعہ اندازی اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک قرعہ اُونٹوں کے نام نہ نکل آئے۔ اسکے بعد اکابر قریش حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکے بیٹوں کو لیکر خانہ کعبہ گئے اور قرعہ اندازی شروع ہوئی۔ پہلی بار دس اُونٹوں کا قرعہ ڈالا گیا اور اسکے ساتھ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی۔ یہ قرعہ اُونٹوں کی بجائے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نکلا۔ پھر بیس اُونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا۔ اس بار پھر قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نکلا۔ پھر دس اُونٹوں کی تعداد اور بڑھا دی گئی، مگر ہر بار قرعہ حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نکلتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ تعداد سو اُونٹوں پر پہنچ گئی۔ اب کی بار قرعہ حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے اُونٹوں کے نام نکلا اور سردارانِ قریش کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھے، سب بے ساختہ پکار اُٹھے کہ ہمارا ربّ ہمارے فدیہ سے راضی ہو گیا۔

("السيرة النبويه": ص: ۱۵۵، ابن ہشام)

کوئی اور شخص ہوتا تو قرعہ اندازی کا یہ نتیجہ دیکھ کر نعرہ مسرت بلند کرتا کہ چلو، جان چھوٹی مگر یہ کوئی معمولی شخص نہیں تھے۔ وہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کے صلب سے دُنیا کی سب سے بڑی ہستی اور سب سے عظیم پیغمبر پیدا ہونے والے تھے، اسلئے وہ اس قرعہ اندازی سے مطمئن نہ ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ربّ کی رضا معلوم کرنا چاہتے تھے کہ واقعی وہ ان سے اور انکے اس فعل سے راضی ہے؟ انہیں اپنے بیٹے کی زندگی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی عزیز تھی، چنانچہ انہوں نے کہا کہ ایک بار پھر قرعہ ڈالو، قرعہ ڈالا گیا سو اُونٹوں اور حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں پر، مگر قرعہ پھر حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے اُونٹوں پر نکلا۔ حضرت عبدالمطلب رضی [illegible] تعالیٰ عنہ اب بھی مطمئن نہ ہوئے، کہنے لگے کہ پھر قرعہ [illegible]۔ تیسری بار پھر قرعہ ڈالا گیا۔ اس بار بھی حضرت سید عبد[illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ تب جناب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہو گیا کہ ان کا یہ فعل [illegible] یہ نذر بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے سو اونٹ [illegible] کروائے اور اعلانِ عام کر دیا کہ جو چاہے [illegible] گوشت لے جائے۔ انسان کھائیں، خواہ حیوان کہ یہ مکہ کے سب سے بڑے سردار کی طرف سے دعوتِ عام تھی اور اس ربّ کریم کے نام پر تھی جو انسانوں اور حیوانوں سب کا ربّ ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ گوشت انسانوں کی طرح گوشت خور حیوانوں اور پرندوں نے بھی کھایا اور کئی دن تک کھاتے رہے۔ امام جلال الدین

سیوطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ مکہ کی تاریخ میں جس شخص نے سب سے پہلے دیت کے طور پر سو اُونٹ ذبح کرنے کی سنت جاری کی وہ حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ یہ سنت قریش بلکہ سارے عرب میں جاری رہی اور انکے بیٹے عظیم فرزند یعنی رسولِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اس سنت کو جاری رکھا۔ اس طرح حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ذبح ہونے سے بچ گئے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس مردِ سعید کو حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کیلئے منتخب فرما چکا تھا وہ انکے کاشانے کی زینت بننے سے پہلے ہی رخصت ہو جاتا؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ محفوظ رہے اور حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا انکے کاشانے کی زینت بنی، اسی تعلق کے نتیجے میں حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا خواب پورا ہوا۔

نور کے درخت کا خواب!

حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنہیں حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا رفیقِ حیات منتخب ہونا تھا، حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ انکی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔ حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۵۴۵ء میں پیدا ہوئے، وہ اپنے بھائیوں میں سب سے خوبصورت اور بے مثل جوان رعنا تھے۔ مکہ کی بعض حسین دوشیزائیں انکی محبت میں اسیر تھیں، انہیں بڑے بڑے لالچ دیکر اپنی طرف راغب کرتی تھیں، مگر حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَامُ کی طرح ان میں سے کسی کی زلف محبت میں اسیر نہیں ہوئے اور اپنی جوانی کو ہمیشہ بے داغ رکھا، عجیب بات ہے کہ جس طرح عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَامُ کی قمیص کا دامن پکڑ کر ایک ناپسندیدہ فعل کرانا چاہا تھا مگر آپ نے اسکے ہاتھ سے دامن چھڑا لیا تھا، بالکل اسی طرح مکہ کی ایک بہت ہی حسین دوشیزہ نے حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا دامن پکڑ کر انہیں دعوت گناہ دی۔ اس نازنیں کا نام قتیلہ تھا مگر جناب حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسکے ہاتھ سے اپنا دامن چھڑا لیا۔" ("طبقات الکبریٰ لابن سعد": جلد: اول، ص: ۹۵)

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ وہ جس راستے سے گزرتے تھے، عورتیں انکی طرف متوجہ ہو جاتی تھیں، چنانچہ ایک اور عورت کا واقعہ تاریخ میں درج ہے۔ اسکا نام فاطمہ بنت مر تھا یہ بلا کی حسین اور نوخیز تھی، اسکے ساتھ ساتھ بہت پڑھی لکھی عورت تھی۔ ایک روز حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسکے مکان کے قریب سے گزر رہے تھے۔ کہ وہ انکے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ دوسری روایت کے مطابق یہ واقعہ خانہ کعبہ کے پاس پیش آیا تھا۔ اس نے حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مخاطب کیا اور کہنے لگی کہ اگر تم میرے پاس آؤ تو میں تمہیں سو اُونٹ دوں گی۔ حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسکی طرف دیکھا اور پھر شعر پڑھے جن کا مطلب تھا۔

"مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ حرام فعل کا ارتکاب کروں۔ اسکی بجائے مجھے موت کو گلے لگانا منظور ہے۔ جبکہ حلال کی سبیل نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔ پس وہ بات میرے لئے کیسے جائز ہو سکتی ہے جس کی طرف تو مجھے دعوت دیتی ہے۔ یاد رکھ کریم النفس آدمی اپنی آبرو اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔"

("السیرۃ النبویہ": لاامام ابی الفدا اسماعیل بن کثیر، جلد: اول، ص: ۱۷۸، مطبوعہ قاہرہ، ۱۹۶۴ء)

یہ کون سا دین تھا جس کی حفاظت حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نزدیک اتنی ضروری تھی کہ اس کی خاطر موت کو گلے سے لگایا جا سکتا تھا؟ ظاہر ہے کہ وہ دین سوائے دینِ ابراہیمی کے اور کون سا ہو سکتا تھا کیونکہ انہیں اور ان کے عالی مرتبت والدِ گرامی حضرت عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہی دین ورثے میں ملا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ ایک دیندار انسان تھے۔ تقویٰ وپرہیز گاری اور غیرت وحمیت کا پیکر۔ انکے مندرجہ بالا اشعار کو بار بار پڑھئے اور سوچئے کہ حضرت سید عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ کے اس فرشتہ خصلت بیٹے اور حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا کے شوہر کا خمیر کس پاکیزہ مٹی سے اُٹھا تھا۔ پچیس سال کا ایک وجیہہ اور خوبرو جوان جس کے مردانہ حسن ورعنائی کے مکہ کی نوخیز دوشیزاؤں میں چرچے تھے، اسے ایک حسین اور نوخیز دوشیزہ دعوت گناہ دیتی ہے اور سو اُونٹ بھی پیش کرتی ہے مگر وہ اس پیش کش کو ٹھکرا دیتا ہے۔ یہ واقعہ بھی اس معاشرے میں پیش آتا ہے جہاں زنا اور شراب نہ صرف یہ کہ معیوب افعال نہیں تھے بلکہ تہذیب کا حصہ تھے۔ خدا اور اسکا خوف اور دین سے محبت، یہ سب ایسے الفاظ تھے جو اپنے معنی کھو چکے تھے مگر حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ اس معصیت زدہ اور بے لگام معاشرے میں رہتے ہوئے نہ صرف خود کو بچاتے ہیں بلکہ دعوت گناہ دینے والی قتالۂ عرب نازنین کو تلقین و تبلیغ بھی کرتے ہیں جس کے حسن وجمال کے ہر طرف چرچے تھے۔ سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ کہتے ہیں کہ میں حرام فعل کا ارتکاب نہیں کر سکتا، اسکے مقابلے میں مجھے موت سے ہمکنار ہونا منظور ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ کریم النفس آدمی پر لازم ہے کہ وہ ہر حال میں اپنی آبرو اور اپنے دین کی حفاظت کرے۔ سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ اس عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ کے فرزند تھے جو بڑے پائے کے شاعر تھے۔ اپنے نامور والد گرامی کا یہ کمال بھی انہیں ورثے میں ملا تھا۔ وہ بہت خوش گو شاعر تھے اور فی البدیہہ شعر کہنے میں کمال رکھتے تھے۔ جب عرب کی ایک خوش جمال نازنین نے انہیں دعوت گناہ دی تو انہوں نے اس دعوت کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے جو شعر کہے وہ اپنی بلاغت، معنویت، حسن بیان اور پاکیزگی خیال کے اعتبار سے ادبیات عالیہ میں شمار کرنے کے لائق ہیں۔

حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ بہت سیر چشم اور فیاض واقع ہوئے تھے۔ وہ دل کے بہت رحیم تھے، یاد رکھنا چاہئے کہ کسی شخص کے اخلاق و کردار کی سب سے معتبر شہادت وہ ہوتی ہے جو اسکی شریک حیات کی زبان سے ادا ہوتی ہے کہ وہ اسکی دن رات کی رفیق، ہم دم وہمراز اور اسکی پوری طرح مزاج شناس ہوتی ہے چنانچہ سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ کی وفات پر انکی شریک حیات حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا نے جو مرثیہ کہا تھا وہ سیرت کی کتابوں میں درج ہے۔ اس میں وہ کہتی ہیں۔

''اگر اسے (حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہُ کو) موت نے ہم سے چھین لیا تو کیا ہوا، اسکے آثار خیر پر تو موت وارد نہیں ہو سکی کیونکہ وہ انتہا کا سخی تھا اور اس کے دل غربا کی ہمدردی کے جذبے سے سرشار رہتا تھا۔''

("طبقات كبير": جلد: اول، ص: ۱۰۰، ابن سعد)

کسی شخص کی اصل عظمت وہ ہوتی ہے جس کا اعتراف اسکے دشمنوں اور مخالفوں کو بھی ہو۔ اس نقطہ نگاہ سے جب ہم حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ کے مرتبے کو دیکھتے ہیں تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنے عہد کے بہت بڑے انسان تھے جن کی انکے دُشمن بھی عزت کرتے تھے۔ چنانچہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے مشرکین مکہ سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے، میں تم سے کیا سلوک کرونگا؟ تو انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ ہمیں آپ سے خیر کے سلوک کی توقع ہے کیونکہ آپ کریم النفس بھائی ہیں اور اس باپ (حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ) کے فرزند ہیں جو خود بھی کریم النفس تھا۔

("تاريخ الرسل والملوك": جلد: ۲، ص: ۱۲۰، امام طبرى)

یہ جواب وہ لوگ دے رہے ہیں جنہوں نے حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ کی پچیس سالہ (دوسری روایت کے مطابق تیس سالہ) زندگی کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا تھا وہ حضرت سید عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ کو ایک ایسا بھائی قرار دے

رہے ہیں جو سر تاپا کرم تھا، جس کے کردار میں دشمنوں کیلئے بھی خیر اور بھلائی کا عنصر سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ کسی سے عداوت رکھنے اور اسے نقصان پہنچانے یا انتقام لینے کے جذبے سے اسکا دل پاک تھا۔

حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ فطرتاً نہایت سعید واقع ہوئے تھے اور یہ سعادت فطری انہیں انکے والد گرامی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ سے ورثے میں ملی تھی۔ مؤرخ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ کے چچا جناب مطلب جب اپنے بھتیجے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ کو مکہ لانے کیلئے مدینہ گئے اور انکی والدہ سے کہا کہ میرے بھتیجے کو میرے ساتھ بھیج دو تاکہ یہ اپنی قوم اور اپنے وطن میں رہے۔ انکی طرف سے انکار پر جناب مطلب اپنے بھتیجے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ چلو، بیٹے! میرے ساتھ چلو اور اپنے وطن میں رہو۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے چچا کا پوری طرح احترام برقرار رکھتے ہوئے عرض کیا کہ میں تعمیل حکم کیلئے حاضر ہوں مگر والدہ مقدم ہیں، انکی اجازت کے بغیر کیسے چلوں؟ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جناب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ کی تربیت انکی نیک فطرت والدہ نے کس انداز سے کی تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ انہیں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ کے فرزند تھے اسلئے یہ کیسے ممکن تھا کہ سعادتمند حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ کا اثر انکے فرزند میں نہ آتا۔ چنانچہ ایک شہرۂ آفاق مؤرخ لکھتا ہے کہ ایک روز حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ کیساتھ جارہے تھے کہ راہ میں قبیلہ بنو اسد کی ایک خوبرو دوشیزہ انہیں ملی، اور حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے پوچھنے لگی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ! کہاں جارہے ہو؟ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا کہ اپنے والد کیساتھ جارہا ہوں، یہ جہاں لے جائیں گے وہاں جاؤنگا۔ یہ سن کر خاتون نے کہا کہ تم قربانی کے اُونٹ تو نہیں ہو کہ جو چاہے مہار پکڑ کر اپنے ساتھ لے جائے۔

("الروض الانف": الجزالاول، ص: ۱۷۸، مؤلفه محدث ابی القاسم عبدالرحمن السہیلی. والسیرة النبویة لاامام ابی الفدا اسماعیل بن کثیر، جلد: اول، ص: ۱۷۷، قاہرہ، ۱۹۲۴ء)

حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ جواب دیا کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں، میرے والد محترم ہیں۔ میں انکے خلاف منشا کوئی کام نہیں کرسکتا اور نہ میری جرأت ہے کہ کوئی ایسا کام کروں جس کے نتیجے میں یہ مجھے خود سے الگ کردیں کیونکہ میں ان سے جدائی برداشت نہیں کرسکتا۔ یعنی مجھے اپنے باپ سے بہت محبت ہے اور ہر وقت انکی اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ مجھ پر حاوی رہتا ہے۔

("السیرة النبویة": جلد: اول، ص: ۱۷۷، مؤلفه ابن کثیر)

حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ وہی فطری سعادت تھی جو انہیں اپنے والدگرامی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ سے ورثے میں ملی تھی۔ گویا یہ خاندان ہی سعادتوں کا گہوارہ اور نیک بختی کی پرورش گاہ تھا۔ دین ابراہیمی میں والدین کی اطاعت کا جو حکم ہے، حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ اسکی زندہ تصویر تھے مگر وہ صرف عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنھما نہ تھے بلکہ وہ نور نبوت کے امانت دار بھی تھے اور یہ امانت ہر عورت کے سپرد نہیں کی جاسکتی تھی، خواہ وہ کتنی ہی حسین و جمیل اور عالی نسب ہوتی۔ یہ امانت اسی کے سپرد کی جاسکتی تھی جو خدا کے نزدیک اسکی اہل تھی، چنانچہ ایک روز یہ امانت دُنیا کی سب سے عظیم خاتون حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کے سپرد کرکے وہ اس بار امانت سے سبکدوش ہوگئے۔ حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ نے زیادہ عمر نہیں پائی۔ عین عنفوان شباب میں انکا انتقال ہوگیا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت سید عبداللہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اپنے والد کی ہدایت پر خشک کھجوروں کا سودا کرنے کی غرض سے مدینہ گئے ہوئے تھے، وہیں ان پر بیماری کا حملہ ہوا۔ جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے ہیں تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو انکی خیریت معلوم کرنے کی غرض سے مدینہ بھیجا مگر جب حارث مدینہ پہنچے تو حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو چکے تھے اور انہیں انکے ننھیال کے ایک گھر میں جہاں وہ مقیم تھے، دفن کر دیا گیا تھا۔ یہ گھر نابغہ نامی ایک عزیز کا تھا جو حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ننھیال سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفر علالت سے متعلق دوسری روایت یہ ہے کہ وہ اپنے والد کی ہدایت پر ایک تجارتی قافلے کیساتھ شام گئے تھے۔ جب قافلہ معاملات تجارت سے فارغ ہوکر واپس ہوا تو حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستے میں بیمار ہو گئے۔ مدینہ پہنچ کر انکی بیماری نے شدت اختیار کرلی اور وہ مزید سفر جاری نہ رکھ سکے۔ اپنے ننھیال میں ٹھہر گئے۔ یہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریباً ایک ماہ قیام کیا۔ ننھیال والوں نے علاج معالجے اور تیمارداری میں کوئی کمی نہ کی مگر بیماری میں کوئی کمی نہ ہوئی اور وہ وفات پا گئے۔ جب یہ خبر مکہ پہنچی تو خاندان حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ انکی بہنوں نے بھائی کی وفا کا بہت غم کیا اور سب سے زیادہ غم انکی شریک حیات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہوا مگر انہوں نے غیر معمولی صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ۵۷۰ء میں ہوا۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مکہ میں ایک قبیلہ آباد تھا، بنوزہرہ۔ حضرت وھب بن عبد مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قبیلے کے سردار تھے۔ یہ بہت نامی گرامی رئیس تھے۔ اپنی شرافت و نجابت کے اعتبار سے اس دور کی بہت ممتاز شخصیت تھے۔ چند واسطوں سے انکا سلسلہ نسب جناب کلاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے جاملتا ہے جو حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم کے جداعلیٰ تھے اور جن کے فرزند جناب قصی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مکہ کے جلیل القدر حکمران تھے۔ جناب قصی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے دُور دُور تک بکھرے ہوئے قریش کے بارہ قبائل کو مکہ میں جمع کیا عرب کی تاریخ میں سب سے پہلے ایک باقاعدہ جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی جس کا انتظام وانصرام سارے قبائل ملکر باہمی مشورے سے کیا کرتے تھے۔ جناب قصی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس حکومت کے سربراہ اور سارے اہل مکہ کے محبوب فرمانروا تھے۔ اپنی شجاعت و سخاوت، اپنی شرافت نفس، بلندی کردار، عالی نسبی اور تدبر و فراست میں اپنی نظیر رکھتے تھے۔ جناب قصی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ایک بھائی تھے زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ...... زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بیٹے کا نام عبد مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تھا۔ عبد مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بیٹے وھب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تھے جو اپنے قبیلے کے نامور سردار تھے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہی وھب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صاحبزادی تھیں۔ گویا سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جدامجد زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور جناب قصی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک ہی باپ کلاب بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بیٹے تھے۔ انہی کلاب بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی چھٹی پشت میں ہمارے آقا مولا حضور آقا و مولا حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم پیدا ہوئے۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالضری تھا۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلے بنوزہرہ کو بہت سے شرف اور امتیازات حاصل ہیں۔ پہلا اور سب سے بڑا امتیاز تو یہی ہے کہ اسی بزرگ قبیلے کی ایک محترم اور عظیم خاتون حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دُنیا کی سب سے بڑی ہستی کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔ پھر اس قبیلے میں اور بہت سی ممتاز شخصیتیں پیدا ہوئیں جن مین نامور

صحابہ، فقہا، محدثین، اور راویانِ حدیث گزرے ہیں۔ اس قبیلے میں ایسے ایسے سرفروشانِ اسلام پیدا ہوئے جنہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی محبت مین عظمت اسلام کی خاطر جہاد کے معرکوں میں اپنی جانیں قرباں کردیں۔ اس قبیلے میں ایسے زاہد اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے مطیع و فرماں بردار پیدا ہوئے جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی کی خاطر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ کی راہ میں پہلی ہجرت کی جسے ہجرت حبشہ کہتے ہیں۔ اس قبیلے میں ایسے قانون داں پیدا ہوئے جنہیں ممالک اسلامیہ کے مختلف شہروں خصوصاً مدینہ میں جج کے منصب دیئے گئے۔ ایسے ایسے منتظم پیدا ہوئے جنہیں مختلف صوبوں کی گورنری اور ضلعی انتظامیہ کی ذمہ داریوں کا اہل سمجھا گیا اور بلاشبہ اُنہوں نے یہ ذمہ داریاں بطریق احسن پوری کیں۔ غرض قبیلہ بنو زھرہ کی خدمات جلیلہ اور اسکی شہرت و ناموری سے تاریخ کے اوراق جگمگا رہے ہیں۔ اس قبیلے کے افراد کی نسلیں نہ صرف عرب بلکہ دُور دُور کے ممالک میں پھیل گئیں اور انہوں نے ہر شعبۂ حیات میں زریں کارنامے سر انجام دیئے۔ شہرۂ آفاق مؤرخ و ماہرِ نصاب علامہ ابن حزم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی ''معرکہ الاراکتاب'' میں ایک طویل فہرست ان نمایاں شخصیات کی درج کی ہے جو قبیلہ بنو زھرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

("جمهرة ابساب العرب لابی محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندسی": دارالمعارف بمصر، ص: ۱۲۸تا۱۳۲، ۱۹۷۱ء)

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے قبیلے (بنو زھرہ) کو ایک بہت بڑا شرف ایسا بھی حاصل ہے جو اسے دینی اعتبار سے مکہ بھر کے سارے قبیلوں میں ممتاز کرتا ہے۔ چنانچہ ایک ممتاز مصنف نے اپنی کتاب میں اس شرف کا یوں ذکر کیا ہے۔

''قبیلہ بنو زھرہ کے کسی ایک فرد نے غزوۂ بدر میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے خلاف مشرکین کا ساتھ نہیں دیا۔'' ("الجوہر فی نسب النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم واصحاب العشرہ": ص:۲۱۲، الطبعة الاولى ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، منشورات: دارالرافاعی الریاض)

اندازہ کیجئے! جب سارا مکہ حضور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اور مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا اور یہ خیال کر کے انگاروں پر لوٹ رہا تھا کہ جس ہستی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو قتل کر کے وہ اسکے مشن کو (نعوذ باللہ) نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے وہ انکی گرفت سے نکل کر مدینہ پہنچ گیا اور وہاں کا سردار اعلیٰ بن گیا۔ اُنہیں صاف نظر آرہا تھا کہ اگر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی طاقت کو ابھی سے ختم نہ کیا گیا تو ایک دن وہ مکہ پر قابض ہو جائیں گے۔ چنانچہ مکہ کا ہر ہر قبیلہ اس ''خطرے'' کے سدِ باب کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ انکی کوشش تھی کہ ہر قبیلے کے ہر خاندان کا کم از کم ایک فرد ضرور محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے خلاف جنگ (بدر) میں حصہ لے۔ گویا حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اور مسلمانوں کے خلاف ہر طرف مخالفت کا الاؤ شعلے مار رہا تھا۔ اس الاؤ سے اپنے آپکو محفوظ رکھنا اور مشرکین مکہ کا ساتھ نہ دینا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے قبیلے (بنو زھرہ) پر آفریں ہے کہ اس نے مشرکین مکہ کی قطعاً پروانہ کی اور قریش کی تمام کوششوں کے باوجود انکے کسی ایک فرد نے بھی جنگ بدر میں قریش کا ساتھ نہیں دیا۔ کہا جاسکتا ہے یہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی برکت تھی کہ آپکا قبیلہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اور مسلمانوں کی مخالفت اور انہیں ایذاء پہنچانے سے محفوظ رہا۔

عجیب بات ہے کہ جس طرح سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے قبیلے کو مکہ کے تمام پر ایک خاص فضیلت حاصل تھی اسی طرح حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو مکہ کی تمام عورتوں بلکہ سارے عرب کی عورتوں پر فضیلت حاصل تھی۔ یہ محض ہمارا قیاس نہیں بلکہ زمانۂ قدیم و جدید کے تمام مؤرخ، سیرت نگار اور محقق حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی اخلاقی و نسبی فضیلت پر متفق ہیں، چنانچہ مؤرخ ابن ہشام لکھتے ہیں:

''حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قریش کی عورتوں میں حسب نسب اور فضیلت کے اعتبار سے سب میں ممتاز تھیں۔'' ("السیرۃ النبویه": ص: ۱۵۲، ابن ہشام)

رسولِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے اولین اور نہایت مستند سیرت نگار علامہ ابن اسحاق رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ لکھتے ہیں:

''حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اپنے حسب ونسب اور مرتبے کے لحاظ سے قریش میں اَفضل ترین خاتون تھیں۔''

("سیرت ابن اسحاق مسماۃ بکتاب المبتداو المبعث والمغازی مؤلفه محمد بن اسحاق بن یسار": تحقیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ ،اُردو ترجمه)

علامہ محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اور انکے شارح علامہ زرقانی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں:

''حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اپنے نسب کے اعتبار سے باپ کی طرف سے اور حسب کے اعتبار سے ماں کی طرف سے قریش کی تمام عورتوں پر فائق تھیں۔''

("شرح مواهب الدنیه'': از امام محمد بن عبد الباقی ،الجز الاول،ص: ۱۰۳، الطبعة الاولیٰ بالمطبعة رهریه المصریه،مطبوعه: ۱۳۲۵ھ)

آگے چل کر یہی فاضل سیرت نگار ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا بہت عقیل و فہیم ،نسب کے اعتبار سے اپنی قوم میں سب سے افضل اور نجیب تر تھیں اور اصل کے اعتبار سے ساری قوم میں پاکیزہ سیرت اور طیب تھیں۔''

امام المفسرین حضرت علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا بیان ہے۔

''حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اپنے قبیلے میں سیرۃالنساء(یاسیدۃالنساء) کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔''

("البدایه والنهایه": جلد: دوم،ص: ۲۴۹،علامه ابن کثیر رحمةالله تعالیٰ علیه)

عربی انسائیکلو پیڈیا (دائرۃ المعارف الاسلامیہ) میں پوری تلاش و تحقیق کے بعد حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی فضیلت پر یہ جامع تبصرہ کیا گیا ہے۔ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قریش میں اپنے حسب ونسب کے اعتبار سے افضل ترین خاتون تھیں۔''

("دائرة المعارف الاسلامیه": جلد: دوم،تهران،انتشارات جهاں)

شہرۂ آفاق مؤرخ و مفسر ابن جریر طبری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

''وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جوان دنوں اپنی عمر اور شرف وفضیلت دونوں کے اعتبار سے قبیلہ بنوزہرہ (میں ممتاز اور اس) کے سردار تھے اپنی دختر (جناب) حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا نکاح (جناب) عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کردیا۔ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اپنے زمانے کی قریشی عورتوں میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت تھیں۔''

("تاریخ الرسل و الملوك": لابی جعفر محمد بن جریر الطبری ،الجزء الثانی ،ص: ۲۴۳،دائرة المعارف ،مصر ،۱۹۶۱ء)

عالم اسلام کا نامور مؤرخ اور شہرۂ آفاق کتاب ''اخبار مکہ'' کا فاضل مصنف سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے:

''حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا بنت وہب اپنی قوم کے بزرگ اور شریف ترین لوگوں میں سے شریف ترین خاتون تھیں۔'' ("اخبارمکه": تالیف ابی الولید محمد بن عبدا لله بن احمد الازوقی،تحقیق رشدی الصالح،الجز: الاول، ص: ۱۵۳،دار الاندلس)

زمانۂ حال کی طرف آیئے۔ دانش گاہ پنجاب لاہور کی طرف سے جو انسائیکلو پیڈیا شائع ہوئی ہے اور جسے علما و مؤرخین کے ایک بورڈ نے مرتب کیا ہے اس میں حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے بارے میں فاضل محققین نے

یوں اظہار خیال کیا ہے:

''حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (نہایت) نیک اور پاکباز خاتون تھیں۔ طہارت نفس، شرافت نسب، عزو وجاہت، عفت و عصمت اور پاکبازی میں بے مثال تھیں اور اپنی قوم میں ''سیدۃ النساء'' کے لقب سے مشہور تھیں۔ وہ صبر و رضا اور ہمت و استقامت کا پیکر تھیں (شوہر کی وفات کے بعد) راضی برضائے الٰہی ہوکر صبر و رضا کی مثال بن گئیں۔''

(''اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ'': جلد: ۱۹، ص: ۱۱،۱۰، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبیلہ بنو زہرہ قریش کے دوسرے قبائل کے مقابلے میں بنوہاشم کے سب سے زیادہ قریب تھا۔ دونوں کے جدِ امجد ایک ہی تھے یعنی کلاب ابن مرہ...... جیسا کہ قبل ازیں بھی بتایا جاچکا ہے کہ کلاب کے بیٹے قصی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ اور زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ دونوں آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ دونوں میں زمانہ قدیم سے محبت و مودت کے تعلقات قائم تھے۔ دونوں خاندانوں کے بچے مکہ کی وادیوں اور پہاڑیوں میں کھیلتے اور صحن حرم میں بھی آبیٹھتے۔ علاوہ ازیں مختلف تقریبات میں بھی دونوں خاندانوں کے بچے اپنے والدین کیساتھ ایک دوسرے کے گھروں میں جاتے کیونکہ جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ بنوہاشم کے سردار تھے اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد جناب وھب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ بنو زہرہ کے سردار تھے، دونوں میں ملاقاتیں رہتی تھیں اور قریش کو جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو یہ دونوں مشورے کیلئے اکٹھے ہوتے۔ دونوں قبیلوں کے درمیان تجارتی تعلقات بھی تھے۔ اس طرح جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت وھب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ ایک دوسرے کیلئے غیر معروف نہیں تھے اور بچپن سے ایک دوسرے کو جانتے تھے، ساتھ کھیلتے رہے تھے۔''

(''سید ات بیت النبوۃ'': مؤلفہ ڈاکٹر عائشہ عبد الرحمن بنت الشاطی، پروفیسر قرآنیات مراکش یونیورسٹی، مطبوعہ قاہرہ، طبع: اول، ص: ۹۰)

دونوں خاندانوں کے اس دیرینہ تعلق نے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے کی راہ مزید ہموار کردی اور جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا رشتہ جناب وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی خوش خصال بیٹی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے پیش کیا تو انہوں نے بلا تامل قبول کرلیا۔ ایک روایت کے مطابق ان دنوں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے چچا جناب وہیب کی زیر پرورش تھیں اور وہی انکی تربیت فرمارہے تھے۔ یہ وہیب بھی اپنے بھائی وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی طرح نہایت شریف النفس اور اعلیٰ کردار کے حامل سردار تھے اپنے قبیلے میں بہت عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر بیس سال کے قریب تھی جب انکی شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے ہوئی۔ قبیلے کے دستور کے مطابق حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے تین دن سسرال میں گزارے اور کاشانہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زینت دی، پھر یہ نوبیاہتا جوڑا مکہ کے محلّہ ''زقاق المولد'' کے ایک مکان میں جا اُترا۔ (علامہ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے اپنی کتاب ''مختصر سیرۃ رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم'' میں اس محلے کا نام ''زقاق المولد'' لکھا ہے اور اسکا محل وقوع ''شعب بنی ہاشم'' قرار دیا ہے۔ ص ۱۰،۹) یہ مکان حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی ملکیت تھا جو انہوں نے جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو عطا کردیا تھا۔

افسوس کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شادی کے بعد جلد ہی اپنے خوش جمال و خوش خصال شوہر کی رفاقت سے محروم ہوگئیں۔ شوہر کے انتقال کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چھ سال زندہ رہیں۔ بیوگی کا یہ زمانہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت ہی صبر واستقلال سے گزارا۔ اگرچہ

جناب حضرت سیدہ آمنہ رَضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شریف و نجیب اور انتہائی محبت کرنیوالے شوہر کی رفاقت سے محروم ہو گئی تھیں مگر اُنہیں ایک گوہر نایاب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم بھی مل گیا تھا، یہی انکا سب سے بڑا سرمایۂ حیات تھا اور اسی تعلق خاطر نے اُنہیں دُنیا کی سب سے عظیم خاتون اور سب سے عظیم ماں بنادیا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر قریباً سات ماہ کی مدت گزری ہوگی کہ جناب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس فرزند گرامی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو جنم دیا جس کی ذات سے دُنیا کا سب سے عظیم روحانی، اخلاقی، معاشی اور سیاسی و سماجی انقلاب وابستہ تھا اور جس کی ذات گرامی سے وہ چشمہ فیض جاری ہونیوالا تھا جس کیلئے بند ہونا مقدر ہی نہیں کیا گیا تھا۔ جس کا نام نامی واسم گرامی محمد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم تھا۔

حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ابھی بطنِ مادر میں ہی تھے کہ حضرتِ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اسرار رُوحانی منکشف ہونے لگے۔ انہیں کشوف ورویاء اور الہامات سے نوازا جانے لگا اور ان پر ملائکہ کا نزول شروع ہوگیا۔ انہیں ایک ایسے فرزند کی بشارت دی گئی اور اسکے بارے میں یہ خوش خبری سنائی گئی کہ وہ دُنیا کا سردار ہوگا اور بنی نوع انسان کو بتوں کی غلامی سے نجات دیگا اور جو نبی ورسول ہوگا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود فرماتی ہیں:

''میں ایسی حالت میں تھی کہ نہ تو سو رہی تھی اور نہ پوری طرح جاگ رہی تھی کہ ایک آنیوالا (فرشتہ) میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تم حاملہ ہو گئی ہو؟ میں نے جواب دیا کہ مجھے علم نہیں۔ اس نے مجھے بتایا کہ تم نے ایسے شخص کو حمل میں لیا ہے جو اُمت کا سردار اور نبی ہوگا..... یہ دوشنبہ کا دن تھا۔ اسکے بعد کچھ مدّت خاموشی رہی لیکن جب ولادت کا وقت قریب آیا تو پھر وہی آنیوالا (فرشتہ) آیا اور مجھ سے کہا کہ یہ دُعا مانگتی رہو کہ میں (اپنے) اللہ سے جو واحد اور صمد ہے، اس بچے کیلئے پناہ چاہتی ہوں کہ وہ اسے ہر حاسد کے شر سے محفوظ رکھے۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اسی طرح دُعا مانگا کرتی تھی۔''

("طبقات الکبیر": جلد: اول، ص: ۹۸، محمد ابن سعد)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے فرزند گرامی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ولادت کے بارے میں جو دیکھا وہ عام خواب نہیں تھا جیسا کہ بعض عورتیں دیکھ لیا کرتی ہیں بلکہ یہ خدا کی طرف سے خاص بشارت تھی جو انبیاء کی ولادت سے قبل امہات انبیاء کو دی جاتی ہے۔ چنانچہ جناب رسالت مآب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے خود اسکی تصدیق کی ہے۔ حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں:

''میں (حضرت) ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ابن مریم کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا وہ ''رویا'' ہوں جو اُنہوں نے (ظاہری آنکھ سے) دیکھا کہ انکے جسم سے ایک نور نکلا جس میں انہیں شام کے محلات نظر آئے اور انبیاء کی ماؤں کو اسی طرح دکھایا جاتا ہے۔''

("مسند لامام حمد بن حنبل": الجلد الرابع، ص: ۱۲۸، المکتب الاسلامی، للطباعة والنشر، بیروت)

حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے اس ارشاد میں رویا کیساتھ ''رأت'' کالفظ بھی ہے۔ یعنی میری ماں نے دیکھا، سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ منظر سوتے میں نہیں دیکھا بلکہ ظاہری آنکھ سے دیکھا کیونکہ اسی روایت کا دوسرا حصہ ہے کہ انبیاء کی ماؤں کو اسی طرح دکھایا جاتا ہے۔ یہ حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم فرمارہے ہیں۔ اب دیکھئے کہ اس سے قبل انبیاء کی ماؤں کو کس طرح دکھایا گیا۔ قرآن کریم نے حضرت اسحاق علیہ السّلام، حضرت یحییٰ علیہ السّلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ماؤں کا ذکر کیا ہے جنہیں انکے ہونے والے بیٹوں کی بشارت دی گئی بلکہ عین بیداری کی عالم میں دی گئی۔ پس حضور علیہ الصّلوٰة والسّلام کا یہ فرمانا کہ نبیوں کی ماؤں کو اسی طرح دکھایا جاتا ہے، ثابت کرتا ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

بھی یہ منظر سوتے میں نہیں بلکہ بیداری کی حالت میں دکھایا گیا اور روایات میں جہاں جہاں رؤیا کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد کشف ہے اور کشف سوتے میں نہیں بلکہ بیداری کی حالت میں دکھایا جاتا ہے۔ اسکی تائید خود حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْھَا کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ جب (حضور صَلّٰی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وسَلّم کی) ولادت کا وقت آیا تو پھر وہی آنیوالا آیا اور مجھ سے کہا کہ یہ دُعا مانگتی رہو۔ ظاہر ہے کہ یہ آنیوالا اور دعا کیلئے کہنے والا سوائے فرشتے کہ کون ہو سکتا تھا؟

رسولِ اَقدس صَلّٰی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلّم کے سب سے پہلے اور سب سے مستند سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ جب حضور صَلّٰی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلّم کی ولادت کا وقت قریب آیا تو حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْھَا کو رؤیا میں بتایا گیا کہ تم ان اشعار کا ورد کرتی رہو۔

''میں اسے (حضور صَلّٰی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلّم کو) اسکی پناہ میں دیتی ہوں جو واحد و یگانہ ہے کہ وہ اسکی ہر حاسد کے شر سے حفاظت فرمائے، اس حاسد کے شر سے (حفاظت فرمائے) جو ہر اس شخص سے حسد کرتا ہے جس کی کوشش ہوتی ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے اور لوگوں سے بھلائی کرنے میں دوسرے سے آگے نکل جائے۔ اس دُنیا میں اس (حضور صَلّٰی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلّم) کا نزول اسلئے بھی ضروری ہے کہ وہ بندہ ہے اس اللہ کا جس کی تعریف کی کوئی حد نہیں اور جو بہت بڑی شان والا ہے۔ وہ (رسولِ اَقدس صَلّٰی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلّم) آئے (یعنی دُنیا میں اسکا ظہور ہو) یہاں تک کہ میں اسے ان مقامات میں دیکھوں جہاں لوگوں کے اجتماعات ہوتے ہیں۔

("یہ دعائیہ اشعار علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب": "مواہب الدنیہ"، میں بھی درج کئے ہیں۔ ص: ۲۰)

جب حضور صَلّٰی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلّم کی ولادت کا وقت آیا تو عین اس وقت آپ صَلّٰی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلّم پر ایک کشفی حالت طاری ہوئی، اس عالم میں آپ صَلّٰی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلّم نے جو دیکھا وہ خود بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتی ہیں:

''میں اپنے مکان میں تنہا تھی اور حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْہُ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ میں نے ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنی جیسے کوئی بڑی دیوار گری ہو۔ یہ آواز سن کر میں ڈر گئی، اسکے بعد میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کا ایک پرندہ اُترا اور اس نے اپنے بازو سے میرے دل کے مقام کو مس کیا، اسکے بعد میرا خوف دُور ہوگیا اور میرا درد بھی جاتا رہا۔ پھر میں نے ایک برتن میں سفید رنگ کا مشروب دیکھا، میں نے برتن اُٹھا کر یہ مشروب پی لیا۔ اسکے بعد میں نے ایک نور کو اپنے قریب آتے دیکھا جو بلند تھا۔ پھر میں نے کھجور کے درخت کی طرح دراز قد عورتیں دیکھیں، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ عبد مناف کی بیٹیوں میں سے ہوں۔ یہ عورتیں میری چاروں طرف جمع ہوگئیں۔ ان عورتوں کو دیکھ کر مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ انہیں میرا حال کیونکر معلوم ہوگیا۔''

ایک دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں:

''ان عورتوں میں بعض نے بتایا کہ ہم فرعون کی بیوی آسیہ عَلَیْہِ السَّلَامُ اور عمران کی بیٹی مریم عَلَیْہِ السَّلَامُ ہیں اور ہمارے ساتھ جو عورتیں ہیں یہ (جنت کی) حوریں ہیں۔ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ اسکے ساتھ ہی وہ خوفناک آواز پھر آنے لگی جو ابتداء میں آئی تھی اور مجھ پر پھر تکلیف کا وقت آ گیا۔ اسی دوران میں نے سفید رنگ کا ایک ریشمی کپڑا دیکھا۔ میں نے ایک آواز سنی جیسے کوئی کہہ رہا ہو کہ جس وقت یہ (حضور صَلّٰی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلّم) پیدا ہوں تو تم انہیں لوگوں کی نگاہوں سے چھپالو۔''

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ پھر میں نے کچھ مردوں (ملائکہ) کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں پانی کی نقرئی چھاگلیں تھیں اور وہ ہوا میں کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ اسکے بعد کیا دیکھتی ہوں کہ پرندوں کا ایک غول آیا اور وہ اتنا قریب آ گیا کہ اُنہوں نے میرے مکان کو ڈھانپ لیا۔ ان پرندوں کی

چونچیں زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے سے پردے اُٹھادیئے، زمین کا مشرق اور مغرب میرے سامنے آگئے۔ میں نے دیکھا کہ تین جھنڈے گڑے ہوئے ہیں۔ ایک جھنڈا جانب مشرق، دوسرا جانب مغرب، اور تیسرا کعبہ مکرم پر نصب تھا۔ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہَا فرماتی ہیں کہ اسکے بعد مجھے وہ درد شروع ہو گیا جو بچے کی ولادت کے وقت ہوتا ہے اور پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم دُنیا میں تشریف لے آئے۔ اسکے بعد پھر آپ پر کشفی حالت طاری ہوگئی۔ فرماتی ہیں پھر میں نے دیکھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سجدے میں پڑے ہوئے تھے اور اپنی دونوں انگشت ہائے شہادت کو آسمان کی طرف عاجزی سے اُٹھایا ہوا ہے۔ اسکے بعد میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کا اَبر آسمان سے آیا اور اس نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو چھپا لیا۔ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم مجھ سے غائب ہو گئے۔ پھر میں نے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا کہ اس رسولِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو زمین کے شرقی اور غربی اطراف کا طواف کراؤ۔ اسکے بعد وہ سفید اَبر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر سے ہٹ گیا۔

جناب خطیب بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس حدیث کی روایت اپنی سند کیساتھ اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہَا نے فرمایا کہ جب میں نے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے بطن مبارک سے جدا کیا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک زبردست اَبر چھا گیا جس میں سے نور پھوٹ رہا تھا۔ اس اَبر میں سے کبھی گھوڑوں کے ہنہنانے کی اور کبھی پرندوں کے پروں کی حرکت کی آوازیں آتی تھیں اور کبھی میں ایسے فرشتوں کے کلام کرنے کی آواز سنتی تھی جن کی صورتیں مردوں کی سی تھیں حتیٰ کہ اس اَبر نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو چھپالیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم میری نظروں سے اَوجھل ہو گئے۔ اتنے میں مجھے ایک آواز آئی، کوئی شخص کہہ رہا تھا کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو ساری دُنیا کا طواف کراؤ اور ہر ایک ذی رُوح کے سامنے اسے لے جاؤ یعنی انسان، حیوان، جن اور ملائکہ سب کے رُوبرُو کرو۔ پھر آواز دینے والے یعنی فرشتے نے کہا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ کے اخلاق، حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَامُ کی معرفت، حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَامُ کی شجاعت، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کی خلیلی، حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَامُ کی زبان، حضرت اسحٰق عَلَیْہِ السَّلَامُ کی رضا، حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَامُ کی فصاحت بیان، حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَامُ کی حکمت، حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَامُ کی بشارت، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کی قوت، حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَامُ کا صبر، حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَامُ کی فرماں برداری، حضرت یوشع بن نون عَلَیْہِ السَّلَامُ کا جذبۂ جہاد، حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَامُ کا لحن، حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَامُ کی محبت، حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَامُ کا وقار، حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کی عصمت، اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کا زہد اس (حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) میں یکجا کردو۔"

("مواهب اللدنیہ": ص:۲۱، مؤلفہ علامہ قسطلانی و خصائص الکبریٰ: ص:۴۷، مؤلفہ علامہ جلال الدین سیوطی)

حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہَا نے حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کے وقت جو کشف دیکھا تھا، دراصل اس کشف کے ذریعے حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہَا کو بشارت دی گئی تھی کہ انکے بطن مبارک میں سے جو فرزند پیدا ہو رہا ہے، وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہے بلکہ یہ وہ بزرگ ترین ہستی ہے جو ساری دُنیا کو نور سے بھر دیگی۔ جس کا وجود نورانی بھی ہے، اور نور تقسیم کرنیوالا بھی ہے، جس سے مشرق و مغرب میں آباد قومیں برکت پائیں گی، جو انسانوں اور حیوانوں سب کیلئے رحمت و شفقت کا پیکر بن کر ظاہر ہوگا جس میں سارے انبیاء کے کمالات جمع کر دیئے جائیں گے۔ جس پر بڑے بڑے مصائب کے طوفان اُمنڈ اُمنڈ کر آئیں گے مگر اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کے ذریعے اسکی تائید فرمائے گا اور مصیبت کا ہر طوفان پارہ اَبر کی طرح اُڑ جائے

گا۔ اور آخر کار اسی کی عظمت و کامرانی کا سورج ضو فگن ہوگا۔ وہ غلاموں کا دستگیر ہوگا، جبر کے پتھروں تلے سسکتی ہوئی صنف نازک کو آزادی اور عزت کے مرتبے پر فائز کریگا، غلاموں کو حُروں (آزادوں) کا آقا بنادیگا۔ انسانیت کو سر بلند کریگا، اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیگا۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا کا یہ کشف لفظ بہ لفظ پورا ہوا، سرورِ کائنات، فخر موجودات، احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم انسانیت کے نجات دہندہ کی حیثیت سے ظاہر ہوئے۔ آپ صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کی مقدس تعلیم، آپ صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کے اوصاف حمیدہ اور آپ صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کے پاکیزہ تر کردار نے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ساری دُنیا میں ایک ایسا رُوحانی، اخلاقی، معاشی اور سماجی وسیاسی انقلاب برپا کر دیا کہ جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھی تھی اور نہ آئندہ کبھی دیکھ سکے گی۔

عام طور سے کہا جاتا ہے کہ حضورِ اَقدس صلی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کا اسم مبارک (محمد صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم) جناب عبد المطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہُ نے تجویز کیا تھا مگر یہ دُرست نہیں۔ انہوں نے اس نام کا اعلان ضرور کیا تھا مگر تجویز نہیں کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا خود فرماتی ہیں:

"مجھے کسی (فرشتے) کی آواز آئی کہ تم ایسے شخص کی ایماندار بنی ہو جو (اپنی) اُمت کا سید (سردار) ہو گا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ پیدا ہو گا تو اسکے ساتھ ایسا نور نکلے گا جس سے شام میں بصرہ کے محل روشن ہو جائیں گے۔ جس وقت یہ بچہ پیدا ہو تو اسکا نام محمد صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم رکھنا۔"

("خصائص الکبری": ص: ۴۲، علامہ جلال الدین سیوطی، وسیرن ابن اسحاق)

گویا حضرت سیدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا کو خدا تعالیٰ کی طرف سے صرف بیٹے کی بشارت ہی نہیں دی گئی بلکہ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ یہ بیٹا بڑی شان والا ہو گا، خدا کا نبی و رسول ہو گا، سردارِ اُمت ہو گا، شام اور اسکے مضافات بھی اسکے قبضہ اقتدار ہوں گے۔ اسکے ساتھ ساتھ اس بیٹے کا نام بھی تجویز کر دیا گیا اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا کو بتایا گیا کہ اس فرزند سعید و کبیر کا نام محمد صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم رکھنا۔ گویا حضور صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کا نام اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمایا تھا جس طرح حضرت یحییٰ علیہ السّلام، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ان سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السّلام کے نام اللہ تعالیٰ ہی نے تجویز فرمائے تھے۔ پس حضرت سیدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا نے حضرت عبد المطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہُ کو اس نام کی اطلاع دی تھی اور انہوں نے خانہ کعبہ میں اس نام کا اعلان کیا تھا۔

شرفائے قریش کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو پیدا ہونے کے بعد جتنی جلد ممکن ہو تا تھا، ان بدوی قبائل میں بھیج دیتے تھے جو صحراؤں میں آباد تھے تا کہ کھلی اور صحت بخش فزا میں بچوں کی اچھی طرح نشوونما ہو سکے اور فصاحت زبان اور عربوں کی وہ خصوصیات ان میں پیدا ہو سکیں جو بدوی قبائل سے خاص تھیں، کیونکہ شہروں میں مختلف اقوام کے لوگوں کی آمد ورفت رہنے کی وجہ سے وہاں کے باشندوں کی زبان بھی متاثر ہوتی تھی اور عادات واطوار بھی۔ مگر بدوی لوگ چونکہ شہروں سے دُور اور شہری آبادی سے الگ تھلگ رہتے تھے اسلئے ان میں عربوں کی مخصوص فصاحت وبلاغت، صحت زبان اور عرب روایات پوری طرح محفوظ اور اپنی اصل حالت میں موجود رہتی تھیں۔ اس مقصد کیلئے بدوی عورتیں جو اپنے حسب نسب کے اعتبار سے نہایت شریف ہوتی تھیں، شہروں میں آتیں اور نوزائیدہ بچوں کو اپنے ہمراہ لے جاتی تھیں، انہیں دودھ پلاتیں اور انکی پرورش کرتی تھیں۔ اس طرح انہیں اس خدمت کا معقول معاوضہ مل جاتا تھا۔

جس سال حضور اَقدس صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم پیدا ہوئے اس سال بھی معمول کے مطابق صحرائی قبائل کی دس شریف عورتیں مکہ آئیں اور نوزائیدہ بچوں کو اپنے ہمراہ

لے گئیں۔ ان میں ایک محترم خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا تھیں، جو قبیلہ بنو سعد بن بکر سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ بڑا ہی معزز اور بہادر قبیلہ تھا اور خود حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا نہایت نجیب الطرفین اور شریف خاتون تھیں۔ انہیں حضور اقدس صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنے ساتھ لے جانے، آپ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو دودھ پلانے اور آپ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی پرورش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ روایات کے مطابق حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو ایک ماہ دودھ پلایا تھا کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا آگئیں، اور حضورِ اقدس صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنی گود میں لے لیا۔ (ایک روایت کے مطابق ابولہب کی آزاد کردہ کنیز کو بھی چند روز حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو دودھ پلانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی) جب حضرت حلیمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا آپ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو لیکر جانے لگیں، تو حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے دایہ! اس بچے کی طرف سے مطمئن رہو کہ اسکی بڑی شان ہوگی...... جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو لیکر جانے لگیں تو حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا نے آپ کیلئے ان الفاظ میں دُعا کی۔

''میں اپنے بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں، اس شر سے جو پہاڑوں میں پلتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اُونٹ پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور درماندہ لوگوں کیساتھ نیک سلوک اور احسان کرنیوالا ہے۔''

(''رحمۃ اللعالمین'': جلد: دوم، ص: ۳۰۱، مولفہ سید سلمان منصور پوری)

حضورِ اقدس صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا سے دُور دو سال تک صحرا کی کھلی آب وہوا میں پرورش پاتے رہے۔ دو سال گزر جانے کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا آپ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو واپس لے آئیں، مگر ایک روایت کے مطابق ان دنوں مکہ میں کوئی وبا پھیلی ہوئی تھی اسلئے حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کیساتھ واپس بھیج دیا۔ دو سال آپ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پھر صحرا میں رہے، اور جب حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی عمر چار سال ہوگئی تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کی امانت آپ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کی سپرد کرگئیں۔ اسکے بعد حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اپنی والدہ ماجدہ کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے، یہاں تک کہ حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی عمر مبارک چھ سال تین ماہ کی ہوگئی۔ اسی اثناء میں حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کو سفر مدینہ پیش آیا۔ آپ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا ہر سال اپنے شوہر حضرت عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کیلئے جایا کرتی تھیں۔ چنانچہ اسی معمول کے مطابق آپ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا ایک تجارتی قافلے کیساتھ مدینہ روانہ ہوگئیں۔ اس وقت آپ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا پوری طرح صحتمند تھیں۔ تجارتی قافلے کیساتھ یہ ایک اور مختصر سا قافلہ ''الحادی'' نامی رہبر کی رہنمائی میں روانہ ہوا۔ یہ قافلہ دو اُونٹوں ''ایک رہبر'' حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا حضورِ انور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اور خادمہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا پر مشتمل تھا۔ مدینہ پہنچ کر حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا اس مقام میں اُتر گئیں، جو حضرت عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے ننہال (حضرت عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے دادا جناب حضرت ہاشم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی بیوی سلمہ بن عمرو مدینہ کی رہنے والی تھیں) کا مکان تھا، اور جس میں حضرت عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی قبر تھی۔ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا یہاں قریباً ایک ماہ مقیم رہیں، اور پھر حضورِ اقدس صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اور خادمہ اُمِ ایمن رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیکر

واپس مکہ روانہ ہوگئیں۔ ابھی قافلہ مدینہ اور مکہ کے درمیان ہی میں تھا کہ اچانک بیمار ہوگئیں۔ کمزوری روز بروز بڑھتی گئی، حتیٰ کہ دردِ سر نے اتنی شدّت اختیار کی کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ عَلَيْه وَآلِه وَسَلَّم کے سر کو ''سوف'' نامی کپڑے سے باندھنا پڑا۔ بخار سخت تھا اور اتنا سخت کہ کچھ دیر کیلئے غشی طاری ہوگئی۔ چونکہ آخری وقت آچکا تھا اسلئے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی، اور چند روز بیمار رہ کر دُنیا کی سب سے عظیم خاتون جس نے دُنیا کی سب سے بڑی ہستی کو جنم لیا تھا، اپنے ربّ کے پاس چلی گئیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

ایک روایت کے مطابق آپ نے ۲۵ سال کے قریب عمر پائی۔ آپ کی وفات جولائی ۵۷۶ء میں ہوئی۔

حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تعالىٰ عَنْهَا نے جس مقام پر وفات پائی اسکا نام ''الابواء'' ہے۔ اور اسے تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ شہرۂ آفاق مؤرخ یاقوت حموی نے ''ابوا'' کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کسی زمانے میں اس مقام پر کوئی وبائی مرض پھیلا تھا اسلئے اس شہر کا نام ''ابوا'' مشہور ہو گیا۔ دوسری روایت کے مطابق مشہور عرب شاعر ''کثیر'' سے جب ابوا کی وجہ تسمیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ چونکہ یہاں قافلے پڑاؤ کیا کرتے تھے اسلئے اس کا نام ابوا پڑ گیا کیونکہ ''ابوا'' کے معنی ٹھہرنے اور قیام کرنے کے ہیں۔ یاقوت حموی اس مقام کا تعین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ مقام مدینہ سے مکہ کو جاتے ہوئے راستے میں آتا ہے اور ''جحفہ'' سے اسکا فاصلہ ۲۳ میل ہے۔ یہ ایک خشک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ (''معجم البلدام'': جلد: اول، ص: ۷۹، مولفه یاقوت حموی، ایڈیشن ۱۹۵۵ء، بیروت دار صادر)

ہمارے عہد کے ایک مصنف نے ''ابوا'' اور اسکے مضافات کا خود دورہ کرکے جو کوائف درج کئے ہیں انکے مطابق ''ابوا'' کا علاقہ ۱۲ کلومیٹر طویل اور ۳ کلومیٹر عریض ہے۔ بعض جگہوں سے کشادہ اور بعض جگہوں سے تنگ ہے۔ شمال کی جانب سے اسے پہاڑ نے گھیر رکھا ہے اور جنوب کی سمت سیاہ ٹیلے اسے گھیرے ہوئے ہیں جن کی لمبائی قریباً پانچ سو کلومیٹر ہے۔ اسکے اُوپر ایک بہت بڑا حوض ہے (غالبًا تالاب مراد ہے) جس میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ ذرات اور باغبانی کیلئے اگر بارش کا پانی کافی نہ ہو تو پھر ٹیوب ویل کے ذریعے آبپاشی کی جاتی ہے۔ اس مقصد کیلئے ۱۵۰ ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں۔ ابوا میں کھجور، باجرہ، جوار، ٹماٹر، بینگن، کدو، تربوز اور خربوزے وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ گائیں، بکریاں اور مرغیاں بکثرت ہیں۔ لوگ باز کے ذریعے پرندوں کا شکار کرتے ہیں۔ ''ابوا'' کی آبادی پانچ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ لوگوں کی گزراوقات کھیتی باڑی اور مویشی پالنے پر ہے۔

ابوا میں داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ کی طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی پر حضرت سیّدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تعالىٰ عَنْهَا کی قبر ہے جو دُور سے نظر آتی ہے کیونکہ اسکے چاروں طرف ایک میٹر یعنی قریباً تین فٹ بلند پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ پہاڑ کے اُوپر اور نیچے اسکے قریب وجوار میں کوئی دوسری قبر نہیں ہے۔

(''اُمّ رسول'': جلد: اول، ص: مؤلفه پیام شاہجہانپورہ، مطبوعه لاہور، پاکستان)

ماں کے نام سے دُنیا کی سب سے حسین اور پیاری ہستی ذہن میں آتی ہے۔ ماں جو ہر بچے کو تقریباً ۹ ماہ پیٹ میں چھپائے رکھتی ہے۔ اس عرصہ میں تخلیق پانیوالا انسانی جسم کا ہر عضو ماں کا مرہون منت ہوتا ہے۔ اسکی خوراک ماں کے جسم سے بنتی ہے۔ جب بچہ دُنیا میں تشریف لے آتا ہے تو پھر بھی دواڑھائی سال تک بچہ ماں ہی کا خون دودھ کی صورت میں پیتا ہے۔

ماں سے بچوں کی ذرا بھی تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔ ہر بچے کی جنت اُس کے ماں کے قدموں تلے ہے۔ زندگی کے تپتے صحرا میں ماں کی دُعا اولاد کیلئے سایۂ رحمت اور ڈھال کی مانند ہوتی ہے۔

انسان ماں کی ایک رات کا بدلہ زندگی بھر نہیں چکا سکتا۔ اسی لئے تو خدا نے ماں کا رُتبہ سب رُتبوں سے بلند رکھا ہے۔ اگر ماں بیوہ ہو اور اُسکا ایک لعل ہو اور وہ بھی خاوند کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہو، اُس شہزادے سے ماں کو کتنا پیار ہوگا یہ انسان کے وہم گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ اگر ماں نے خدا کے محبوب کو جنم دیا ہو، اُسے جس نے نبی آخر الزمان صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ یا محسن انسانیت بننا ہو، جسے رحمت اللعلمین کا لقب ملنا ہو، اُس ماں کی خوش نصیبی پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے خدائے علیم وخبیر نے جہاں بھر کی عورتوں میں سے ولادت مصطفیٰ کیلئے حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کا انتخاب کر کے انکی شان کو دوبالا کر دیا ہے۔

ایک دن میں نے اخبار میں پڑھا کہ نبی آخر الزمان کی والدہ ماجدہ کا روضہ مبارک شہید کر دیا گیا ہے تو یقین جانیئے کہ دل پر چھریاں چل گئیں اور میں سوچ میں پڑ گیا کہ آج دُنیا بھر میں لوگ آثار قدیمہ کو محفوظ کر رہے ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ اپنے ہی مقامات مقدسہ کو صفحہ ہستی سے مٹا رہے ہیں۔ مقام افسوس ہے کہ ایسا مسلمانوں نے خود کیا ہے جو ہر نماز میں آل محمد صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی سلامتی کی دعائیں مانگتے ہیں اور جن کا یہ ایمان ہے کہ شافع روزِ جزا نے ہماری شفاعت کرنی ہے۔ انکے ذہن میں نہیں آیا ہوگا کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور اسکے محبوب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عام مسلمانوں کی چشم تر سے سفارش کر رہے ہوں گے تو اپنے والدین کے بارے میں گڑگڑا کر خدا سے نہیں کہہ رہے ہوں گے۔

خدا تعالیٰ نے اپنے جس محبوب کو قرآن پاک میں "یایھا المزمل، یایھا المدثر، یٰسین اور طٰہٰ" کہہ کر بلایا ہے، اور جو نبی خود فرماتے ہیں کہ مجھے رحمت اللعلمین بنا کر بھیجا گیا ہے جب انکے سامنے انکے والدین کا معاملہ خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو کیا آپ خدا تعالیٰ سے یہ نہیں فرمائیں گے۔

"رَبِّ ارحمهما كما ربيني صغيرًا."

کیا جنت میں نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اپنی جنت کو نہیں ڈھونڈ رہے ہوں گے؟ آج چودہ سو سال بعد کا مسلمان یہ پوچھ رہا ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے والدین مسلمان تھے کہ نہیں یا اسکے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو رہا ہو کہ خدانخواستہ وہ جنت میں جائیں گے یا نہیں۔؟ تو اس سوچ پر

جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ہادیٔ اکبر نے چالیس سال کی عمر میں نبوت کا اعلان کیا تھا آپکے والد ماجد تو آپکی حیات مبارکہ سے پہلے ہی وفات پاچکے تھے جبکہ آپکی والدہ ماجدہ آپکی پیدائش کے چھ سال بعد اللہ کو پیاری ہوگئی تھیں۔لہٰذا آپکے والدین دورفترت میں دین حنیف پر پیدا ہوئے اور اُس پر اُنکا خاتمہ بالایمان ہوا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی خصوصی قدرت سے والدین مصطفیٰ کو دوبارہ زندہ کیا انہیں ایمان کی دولت سے نوازا، دوبارہ ابدی نیند سلادیا۔ کیا ہر چیز پر قدرت رکھنے والے خدا سے یہ ناممکن ہے؟ اگر صحابی اور تابعی کا مقام جنت ہے تو جنہوں نے خدا کے محبوب اور آخری نبی کو جنم دیا ہو اُنکا مقام کیا ہوگا۔ ذرا تصور میں لائیے گا۔

عشق مصطفیٰ کے دعوے کرنے والو! ذرا سوچو تو سہی! یہ کہاں کا عشق ہے کہ اپنے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے آپ محبت کریں اور اُنکے والدین طاہرین کے بارے میں تمہارے دل میں وسوسے ہوں ارے عاشق لوگ تو اپنے محبوب کے گلی کوچوں بلکہ انکی گلیوں میں پھرنے والے کتوں سے بھی والہانہ پیار کرتے ہیں۔

اگر آپکا ایمان اس درجے کا نہیں ہے تو اپنے مسلمان تو کجا انسان ہونے کے بارے میں بھی سوچیے! کہ جس ہستی نے آپکو ایمان کی دولت سے نوازا آپ اُسی ہستی کے والدین کے بارے میں اپنے دل میں بدگمانی رکھتے ہیں۔اگر آپکی سوچ ایسی ہی ہے تو آج ہی بلکہ ابھی خدا تعالیٰ کے حضور سجدے میں گڑگڑا کر معافی مانگیں وگرنہ آپکی جھوٹی عقیدت کا جب آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوگا انکے دل میں آپکی کتنی عزت رہ جائے گی یہ کبھی سوچا ہے آپ نے۔؟

(پیش لفظ، پیارے نبی کی پیاری ماں، کتب سیرت کی روشنی میں)

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی بیماری

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا مکہ جانے کیلئے ایک قافلے کے ہمراہ روانہ ہوئیں۔ابھی قافلے کیساتھ تھوڑا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ اچانک بیمار ہوگئیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی بیماری سے ننھے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اور حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالی عنہا دونوں پریشان ہوگئے۔ یہ بیماری روز بروز بڑھتی ہی جارہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ قافلے کیساتھ چلنے سے معذور ہوگئیں اسلئے راستے میں ابواء نامی ایک جگہ ٹھہرگئیں۔ حضرت برکہ رضی اللہ تعالی عنہا نے دل وجان سے انکی تیمارداری کی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کا انتقال

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خدمت اور تیمارداری کیلئے صرف برکہ تھیں اور انہوں نے یہ خدمت خوب نبھائی۔ مگر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا بیماری سے شفایاب نہ ہوسکیں اور ابوا کے مقام پر فوت ہوگئیں۔ وفات کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی عمر مبارک تقریباً بیس برس تھی۔ اور اسی جگہ یعنی ابواء کے مقام پر دفن ہوئیں۔

("حضور صلى اللّٰہ تعالى علیہ وآلہ وسلّم کابچپن": از شہناز کوثر، ص: ۲۴۱)

سچ یہ ہے کہ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی لازوال عظمتوں اور بے مثال کمالات کا احاطہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں اسلئے کہ وہ خلاصۂ لیل ونہار وجۂ تخلیق کائنات حضور خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ ہیں جسے ان کی عقیدت ومحبت کی رمق عطا ہوگئی وہ ساری دُنیا میں قابل رشک قرار پائے اور آخرت کی کامرانیاں ان کا مقدر ٹھہریں جبکہ کم نصیب اور بدبخت کائنات کی سب سے عظیم ماں پر انگشت اعتراض بلند کرکے دُنیا اور آخرت کے خسران کو اپنا مقدر بنارہے ہیں.....فاعتبروا یا اولی الابصار.

حضرت صائم نے بہت خوب کہا تھا:

واہ رتبہ ترا سیدہ آمنہ
نور ہے آپ کا سیدہ آمنہ
ساری توحید ہے تیری آغوش میں
مومنہ مسلمہ سیدہ آمنہ

هو العلی القادر

مختصر تعارف

الجامعة الاشرفیة (علی مسجد، گجرات پاکستان)

اس جامعہ کا قیام بحمد اللہ تعالیٰ ماہ رجب ۱۴۲۵ھ / ستمبر ۲۰۰۴ء میں ہنگامی بنیادوں پر عمل میں لایا گیا۔ آغاز جامعہ کے وقت خانقاہ قادریہ عالمیہ شریف کے زیر اہتمام ۲۳ شعبہ جات، اور بعد میں مزید ۲ شعبوں کے قیام کا ہدف مقرر کیا گیا:

تجویز کردہ شعبہ جات: ۱: شعبۂ تحفیظ القرآن ۲: شعبۂ تجوید و قراءۃ ۳: شعبۂ درس نظامی جدید و قدیم ۴: شعبۂ انگلش لینگویج ۵: شعبۂ کمپیوٹر سائنس ۶: شعبۂ دورۂ حدیث ۷: شعبۂ تصوف واحسان ۸: شعبۂ دعوت و تبلیغ ۹: مرکزی دار الافتاء ۱۰: دار القضاء الشرعی یعنی شریعت کورٹ ۱۱: شعبۂ سکالرز سازی و مفتی کورس ۱۲: ادارۃ التحقیق والترجمۃ والتصنیف ۱۳: عظیم تر دار المطالعہ (گرینڈ لائبریری) ۱۴: شعبۂ افاضہ وارشاد برائے مریدین ۱۵: اسلامی تربیتی کورسز ۱۶: دورۂ تفسیر القرآن ۱۷: دورۂ تجوید و قراءۃ ۱۸: علم المیراث ۱۹: دورۂ علم صرف ۲۰: دورۂ علم نحو ۲۱: الجمعیۃ القادریۃ الاشرفیۃ (رابطہ مریدین، تلامذہ و مستفیدین) ۲۲: شعبۂ اشاعت دینی کتب ورسائل ۲۳: شعبۂ دینی تعلیم برائے کاروباری حضرات ۲۴: جماعۃ خدام اہلسنۃ العالمیۃ ۲۵: شعبہ درس نظامی تیز گام۔

شعبہ جات جو قائم ہو چکے: ۱: درس نظامی (قدیم وجدید) ۲: شعبہ تحفیظ القرآن ۳: دورۂ تفسیر القرآن ۴: دورۂ صرف ۵: دورۂ نحو ۶: اسلامی تربیتی کورسز ۷: شعبہ انگلش لینگویج ۸: مرکزی دار الافتاء ۹: شعبہ دعوۃ و تبلیغ ۱۰: دار الافاضۃ والارشاد ۱۱: ادارۃ التحقیق والترجمۃ والتصنیف۔

تعدادِ طلبہ: گذشتہ سال کوئی ۵ سے ۶ صد طلبہ وطالبات نے مختلف شعبہ جات جامعہ میں داخلہ لیکر علمی استفادہ کیا۔ شعبہ درس نظامی وتحفیظ القرآن میں ۱۰۰ طلبہ، دورۂ تفسیر بار اول میں ۱۸۰ طلبہ وطالبات اور بار دوم میں ۱۰۰ طلبہ وطالبات، اسلامی تربیتی کورس علی مسجد میں ۱۰۰ طلبہ اور دورۂ صرف ونحو میں ۱۰۰ طلبہ وطالبات۔

طلبہ کی اکثریت مسافر تھی جن کی خوراک و رہائش و دیگر سہولیات کا انتظام خانقاہ شریف کی طرف سے فری کیا گیا۔

باقی طلبہ وطالبات کو بھی تعلیمی سہولیات مفت فراہم کی گئیں۔

تعدادِ اساتذہ: گذشتہ سال نہایت محنتی و قابل ۱۲ اساتذہ کرام نے تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس سال انگلش کیلئے ایک ایم اے انگلش بی ایڈ پروفیسر کی خدمات بھی حاصل کی گئیں ہیں۔

دیگر ملازمین:

۴ عدد۔ اساتذہ کرام وملازمین کو دیگر مدارس کی نسبت نہایت اعلیٰ مشاہرے پیش کئے جاتے ہیں۔

فارغ التحصیل طلبہ: گذشتہ سال مختلف شعبہ جات جامعہ سے مستفید ہونے والے فارغ التحصیل طلبہ وطالبات کی تعداد ۴۳۰ تک تھی۔ سال رواں فارغ ہونے والے طلبہ کا اعلان اختتام سال پر کیا جائے گا۔

مرکزی دار الافتاء: جامعہ کے دار الافتاء میں گذشتہ سال پاکستان و بیرونی ممالک سے آمدہ ہزارہا سوالات پر زبانی، اور صدہا سوالات پر نہایت عرقریزی سے تحریری تحقیقی ومدلل فتاویٰ جاری کئے گئے۔ اہم فتاویٰ کا ریکارڈ محفوظ ہے۔ سال رواں میں یہ سلسلہ مزید ترقی کر رہا ہے۔

عمارات: اپنی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے خانقاہ و جامعہ کا کام شروع چند ماہ تک عاریت پہ لی گئی متعدد جگہوں میں انجام پاتا رہا۔ آخر شوال ۱۴۲۶ھ قلب شہر میں ایک انتہائی قیمتی قطعہ زمین (۱ کنال: ۴۰×۳۶=۱۴۴۰ فٹ) جامعہ کیلئے مہیا کیا گیا۔ جس پر ۵ ماہ کی

قلیل مدت میں پچیس عدد کمروں اور ایک بڑے ہال پر مشتمل خوبصورت و پُر شکوہ دو منزلہ عمارت مکمل کر دی گئی۔ کسی دُنیادار کے پاس ہم چندہ لینے بھی نہیں گئے۔ یقیناً یہ میرے والد ماجد و مرشد کامل کی ایک زندہ کرامت ہے۔ الحمد للہ اس وقت خانقاہ اور جامعہ کے تما دینی، روحانی و علمی امور یہیں سے انجام پا رہے ہیں۔

اخراجات: گذشتہ سال جامعہ پہ پچاس لاکھ روپے خرچ کئے گئے:
تعلیم، رہائش و لنگر شریف پر قریباً ۲۰ لاکھ، تعمیرات و دیگر متفرق ضروریاتِ جامعہ پہ کوئی ۳۰ لاکھ روپے۔

لنگر غوثیہ و دیگر ریگولر اخراجات: سالِ رواں میں لنگر غوثیہ و دیگر ریگولر اخراجاتِ جامعہ کوئی ایک لاکھ پچیس ہزار (=/۱۲۵۰۰۰) روپے ماہانہ تک پہنچ چکے ہیں۔

الحمد للہ لنگر غوثیہ شریف میں کھانا حفظانِ صحت کے اعلیٰ اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت اعلیٰ و لذیذ پیش کیا جاتا ہے۔

تعلیمی پروگرام: سالِ رواں میں ہمارا تعلیمی پروگرام یہ ہے:

۱: خانقاہ و جامعہ میں جاری شعبہ جات پہ مزید محنت کر کے انکی کارکردگی اور حسن و نکھار میں مزید اضافہ کرنا ۲: انتظامات کو مزید بہتر بنانا ۳: شعبۂ انگلش لینگویج کا اجراء (الحمد للہ یہ شعبہ جاری ہو چکا ہے اور معیاری کام انجام دے رہا ہے) ۴: شعبۂ کمپیوٹر سائنس کا قیام ۵: شعبۂ تجوید و قراءۃ (الحمد للہ اسکا انتظام مکمل ہو چکا ہے اور باقاعدہ اجراء بوجوہ آئندہ شوال میں ہو گا) ۶: مدرسۃ البنات کا قیام ۷: جامعہ کی سرپرستی میں کم از کم ایک مدرسہ اور قائم کرنا ۸: اعدد عظیم لائبریری برائے سکالرز کا انتظام۔

تعمیری پروگرام: تعداد طلبہ و شعبہ جات میں مسلسل اضافہ ہونے کی وجہ سے جامعہ کی موجودہ عمارات کا دامن شدید تنگ ہو چکا ہے۔ اور جگہ و عمارت کی شدید کمی کی وجہ سے خانقاہ و جامعہ کے دینی و رُوحانی بڑھتے ہوئے پروگراموں کو جاری رکھنے میں سخت دشواریاں پیش آرہی ہیں۔ خصوصاً عرس شریف غوثیہ، عرس قطب العارفین و عرس قطب الاولیاء، سیّدنا امام اعظم کانفرنس، شہادت کانفرنس اور جامعہ کے سالانہ دستار بندی و تقسیم اسناد کے جلسوں و اجتماعات کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اسلئے جامعہ کی توسیع و ترقی کیلئے فوری طور پر مزید زمین اور مزید عمارات کی اشد ضرورت ہے۔ پتہ نہیں خالق تقدیر کے یہاں کس کس خوش نصیب کا نام اس خدمتِ دینی میں لکھا ہوا ہے۔

دردمندانہ اپیل: گذشتہ سال کی کارکردگی، اور سالِ رواں کے پروگرام آپکے سامنے ہیں۔ اس قلیل مدت میں اتنا کام ہو چکا کہ دیکھنے سننے والے دنگ ہیں۔ یہ سب محض اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے، قبلہ عالم حضور اباجی و مشائخ سلسلہ قدسیہ اسرارھم کی رُوحانی توجہات، بالخصوص مخدومۂ علماء و اولیاء حضور والدہ ماجدہ کی صالح دعاؤں کے وسیلے، اور آپ لوگوں کی مخلصانہ دعاؤں اور عملی دلچسپی سے ہی ممکن ہوا۔

اس برس فروغ اسلام اور خانقاہ و جامعہ کے ان پروگراموں کو جاری رکھنے اور ترقیاتی منصوبوں پہ کوئی ڈیڑھ کروڑ (۱۵ ملین) روپے درکار ہوں گے۔

ارادت کیش مریدین، شاگردوں، عقیدت مندوں اور دیگر دردمندانِ اسلام سے التماس ہے کہ دین کے اس کثیر الفوائد قلعے کی تعمیر و ترقی کیلئے مخلصانہ دعائیں کیجئے! اور اہل توفیق ہیں تو فوراً آگے بڑھئے! اور فراخ دلانہ عطیات کے ذریعے اس عظیم مادر علمی کی تعمیر و تکمیل میں اپنا کردار ادا کیجئے! جلدی کیجئے! اسکی برکت سے اللہ تعالیٰ آپکی مشکلات آسان فرمائے گا اور دُنیا و آخرت میں بہت زیادہ برکتیں عطا فرمائے گا۔ **خبردار!** دیر نہ کرنا ورنہ بڑا دینی نقصان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے۔ (آمین)

محتاج دعاء و دعاگو: خواجہ پیر مفتی **محمد اشرف القادری** (محدث نیک آبادی) حفظہ اللہ تعالیٰ من شر الاشرار
سجادہ نشین خانقاہ قادریہ عالمیہ، نیک آباد
بانی و رئیس الجامعہ، **الجامعة الاشرفية** علی مسجد، گجرات پاکستان۔ فون نمبرز: 0321.6211870/053.525149/3515921

Gujrat - Pakistan
-e-Sunnat
Regd. No. CPL_557
International
e-mail: monthlyahlesunnat@hotmail.com Ph: 053-3512935 MOB:0333-8403147
ھو العلی القادر
الجامعۃ الاشرفیہ
اعلان داخلہ
خانقاہ قادریہ، عالمیہ، اشرفیہ، علی مسجد مرکزی، گجرات
درج ذیل شعبوں میں داخلہ جاری ہے۔
شعبہ حفظ
اس شعبہ میں تحفیظ القرآن کے ساتھ
تجوید وقراءت کی ضروری تعلیم بھی دی جاتی ہے۔
پرائمری پاس بچہ داخلہ کا اہل ہوگا۔
شعبہ درس نظامی
یہاں قدیم درس نظامی کی انتہائی معیاری تعلیم کیسا
بی اے تک انگریزی وعلوم عصریہ کی تعلیم کا بہترین ا
گیا ہے۔ سالِ اوّل میں داخلہ کا اہل مڈل پاس
علاوہ ازیں باقی سالوں میں بھی داخلہ جاری
شعبہ تحقیق وافتاء
اس شعبے کو درس نظامی کی فوقانی کلاسز میں ضم کر دیا ہے
جہاں جامعہ میں زیر تعلیم طلباء کو درجہ عالمیہ کے دو سالوں
میں تحقیق وافتاء کی مکمل تعلیم وتربیت دی جاتی ہے۔ داخلہ
کے خواہش مند جلد رابطہ کر کے اپنا داخلہ یقینی بنائیں۔
فارم داخلہ جامعہ کے دفتر میں دستیاب ہوں گے۔
زیر سرپرستی واہتمام
جانشین شیخ المشائخ، استاذ الاساتذہ، مفتی اعظم پاکستان، شیخ التفسیر
حضور خواجہ پیر
مفتی محمد اشرف القادری
سجادہ نشین خانقاہ قادریہ عالمیہ، اشرفیہ نیک آباد
محدث نیک آبادی
بانی ومہتمم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ علی مسجد مرکزی، گجرات
نوٹ
تمام شعبوں میں صرف شوقین وذہین طلباء کو ٹیسٹ لینے کے بعد داخلہ دیا جا
منجانب
ابو النبیل محمد جمیل اعظمی
ناظم شعبہ نشر واشاعت
الجامعۃ الاشرفیہ علی مسجد مرکزی گجرات
فون نمبر 3525149
موبائل 8403147
6209101